Temple Mount/
Al Haram Al Sharif
Dome of the Rock
Western or
Wailing Wall
Al-Aqsa/Qibli Mosque

عرب اسرائیل تنازعہ

عاطف خان











Table of Contents

انتساب

ابراہیم کے خدا ، والدین اور شریک حیات نام

اظہار تشکر

میں ڈاکٹر ضمیر اختر، ڈاکٹر صفدر رشید، محمد شفیع ،محمد
یعقوب ،صغیر انور وٹو اور ان تمام خواتین و حضرات کا صدق دل سے
ممنون ہوں جنہوں نے اس کام میں کسی بھی طریقے سے میری
معاونت کی ۔ میں خاص طور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم
کا مشکور ہوں ۔ جن کی کتب اور ویڈیوز سے میری کئی الجھنیں
آسان ہوئیں ۔ اور مجھے یہودیت ، عیسائیت اور اسلام سمجھنے میں
بہت مدد ملی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔

کتاب پڑھنے کے لئے راہنمائی

یہ کتاب ان عظیم ہستیوں کی زندگی پر مبنی ہے۔ جنہیں دنیا مانتی
ہے۔ یہودی عیسائی اور مسلمان اپنے عقیدے کے مطابق ان عالی
مرتبت شخصیا ت کے نام کے ساتھ کچھ کلمات بطور ادب استعمال
کرتے ہیں ۔آپ اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق انہیں موزوں القابات کے
ساتھ پکاریں ۔

اسلامی کلمات

مسلمان آدم سے لیکرمحمد تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں
یقین رکھتے ہیں۔ اسلامی دنیا میں خدا ، پیغبروں اور نیک لوگوں کے
لئے مندرجہ ذیل کلمات استعمال کرتے ہیں
خدا ۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ، تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ

صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ، نبی محمد کے نام
کے بعد یہ کلمات ادا کئے جاتے ہیں
مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ محمد کے نام کے ساتھ ہر باردرود
ابراہیمی پڑھیں ۔ یا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہیں ۔
عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ ، عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ پیغمبر اور نبیوں کے لئے۔ شیعہ
حضرات اماموں کے لئے بھی یہی استعمال کرتے ہیں
رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهُ، محمد کے صحابہ کرام کے ناموں کے بعد یہ لفظ ادا کئے
جاتے ہیں
خواتین کے لئے رَضِيَ ٱللَّٰهُ عَنْهَا کہا جاتا ہے۔
یہودیت میں ادبی کلمات
یہودی آدم سے لیکر حنانی تک اڑتالیس مرد پیغمبر اور ابراہیم کی
زوجہ سارہ سے لیکر ایشتر تک سات خواتین پیغمبروں کو مانتے ہیں
ابراہیم کو وہ ہمارا باپ ابراہیم کے نام سے پکارتے ہیں ۔
Avraham Avinu (אברהםאבינו)
یہودیت میں خدا کے سات نام ملتے ہیں ایل ، الوہم ، علووہ ، ایلوہی
ایل شیدائی اور زیواعتہ ان ناموں کو لکھنے کے بعد مٹایا نہیں جا
سکتا
بزرگوں اور نیک لوگوں لہ لئے یہودی کہتے ہیں۔ راست آدمی کی یاد
گار مبارک ہے۔ لیکن شریروں کانام سڑجائیگا
zekher tzadik livrakha" and in Hebrew: "**זכרצדיקלברכה**.
عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ سلامتی ہو یا
"zikhrono livrakha"
"alav ha-shalom
آرتھوڈوکس یہودی موسی کو موشہ ربینو ، ایوید ہاشم یعنی ہمار ا
قائد موسی ، خدا کا ملازم ، اور پیغمبروں کا باپ کہتے ہیں
اسلام میں ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ، اور موسی کو
حضرت موسی علیہ السلام کہا جاتا ہے۔
مختلف عیسائی فرقوں میں نیک لوگوں بزگوں اور پیغمبروں کو
مختلف القابات سے پکارا جاتا ہے۔۔ مشرقی آرتھوڈوکس، چرچ آف
جیسز کرائسٹ ،پروٹسٹنٹ اور کیتھولک مختلف ادبیہ کلمات استعمال
کرتے ہیں۔ کیتھولک ازم میں پوپ سینٹ پیٹر کے جان نشین سمجھے
جاتے ہیں ۔ سینٹ پیٹر یسوع مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے ایک
تھے۔ انہیں روم کا پہلا پوپ مانا جاتا ہے ۔ عیسائی عقیدہ کے مطابق
انہیں مصلوب کردیا گیا تھا

پیش لفظ

گزشتہ کئی دہائیوں سے عرب اسرائیل تنازعہ خبروں کا ایک اہم
موضوع ہے ۔ شاید ہی کوئی دن گزرتا ہو جب کسی بلیٹن میں اس
حوالے سے خبر نہ ہو۔ پوری دنیا اس کی وجہ سے ایک تناو کا شکار
ہے ۔اور کئی ممالک کی خارجہ اور داخلی پالیسیاں اسی کے گرد
گھومتی ہیں۔ اس تنازعہ کے دونوں فریقین یعنی یہودیوں اور
مسلمانوں دونوں کے مذاہب کا نقطہ آغاز ایک ہی ہے۔ لیکن دونوں
ایک دوسرے کے بد ترین دشمن ہیں۔ اسلامی دنیا کے بیشتر ممالک
اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتے تو دوسری جانب یہودی مسلمانوں کو
دنیا کے تمام مسائل کی جڑ اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ گردانتے
ہیں۔ پچاس اسلامی ریاستوں میں کچھ مشترک ہو نہ ہو لیکن
اسرائیلی قبضے کے خلاف ، ان میں سے بیشتر متحد ہیں۔ دنیا میں
یہودیوں کی کل آبادی محض چودہ ملین ہے ، جس میں سے تقریبا
سات ملین اسرائیل میں رہتے ہیں۔ یہودیوں کے مقابلہ میں

مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ قریبا دو ارب کی آبادی کے ساتھ اسلام دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے۔ اسبھاری اکثریت کے باوجود ، مسلمان ننھی سی اسرائیلی ریاست کے خلاف بے بس ہیں۔ دونوں عظیم مذاہب کے درمیان بنیادی جھگڑا یروشلم کی ملکیت کا ہے ۔ مذہبی تاریخ کی بنیاد پر ، دونوں کا دعویٰ ہے کہ اس شہر پر ان کا حق ہے۔ یہودی ، عیسائی اورمسلمان مقدس سرزمین پر قبضہ کے لئے صدیوں سے لڑ رہے ہیں ۔لیکن حالیہ دہائیوں کے دوران ، اسرائیلی ہمدردوں نے اس دیرینہ مسئلہ کو ایکسرحدی تنازعہ کاروپ دے دیا ہے۔ اس کامیاب میڈیا مینجمنٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب 2017 میں ریاستہائے متحدہ امریکہ نے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کیا، تو کہیں سے کہیں کوئی ردعمل نہیں آیا ۔ یہ امریکی دباؤ ہی تھا کہ کئی مسلمان ریاستوں نے اپنے دہائیوں پہ محیط مؤقف کو تبدیل کرتے ہوئےاچانک اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے پر تیار ہوگئے ۔ لیکن اس سب کے باوجود یہودی اسکالر ہمیں وقتا فوقتا یہ یاد دلاتے رہتے ہیں کہ عرب اسرائیل تنازعہ سرحدی نہیں بلکہ مذہبی ہے۔ حالیہ برسوں کے دوران ، کئی یہودی مذہبی مفکرین نے دعویٰ کیا کہ مسیحا پیدا ہوچکا ہے اور دنیا کے اختتام کا وقت قریب ہے ۔ آرتھوڈوکس نظریہ کے مطابق ، مسیح بنی اسرائیل کو جمع کریں گے اور یروشلم پر مارچ کریں گے۔ وہ یروشلم میں مخالف قوتوں پر قابو پانے کے بعد تیسرا مندر یا ہیکل تعمیر کریں گے ۔ اگر مسیحا پیدا ہوچکے ہیں تو پھر دجال یا دشمن کون ہے۔ جس کے خلاف وہ جنگ کریں گے؟ گذشتہ ستر سالوں کے دوران دنیا کے بیشتر ممالک اسرائیل کے قریبی حلیف بن گئے ہیں۔ اگر اسرائیل کی کسی سے دشمنی ہے تو وہ چند اسلامی ممالک ہیں ۔ اگر اسرائیل اور ان ممالک کے درمیان باقاعدہ جنگ چھڑتی ہے تو یہ ایک بڑی جنگ ہو گی۔شائد آرماجدون۔ کیونکہ اگر آدھی دنیا اسرائیل کی دوست ہے تو کچھ ممالک تو مسلمان ریاستوں کے ساتھ بھی ہوں گے۔ کیا یہی وجہ ہے کہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے 2001 میں اس وقت آرماجدون کا لفظ استعمال کیا تھا جب امریکہ کی زیرقیادت اتحادی فوجوں نے افغانستان پر حملہ کیا تھا ۔ قرب قیامت کے حوالہ سے مسلمانوں کی بہت سی روایات ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دجال ، ایک جھوٹا مسیحا ، ایک عظیم مسلمان خلیفہ مہدی کے دور حکومت میں نمودار ہوگا۔ اس کے پاس یہودیوں ، پارسیوں ، ترکوں اور عرب بدؤوں کی ایک بہت بڑی فوج ہوگی۔ عیسیٰ علیہ السلام

زمین پر واپس آئیں گے اور آخری جنگ میں جھوٹے مسیحا کو شکست
دیں گے۔ اسلام یہودیت اور عیسائیت تینوں کی بنیاد ایک ہی ہے ۔
تینوں خدا سے ابراہیم سے کئے گئے عہد کو مانتے ہیں اور تینوں انہی
ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔ اگرآخری جنگ مسلمان اور یہودیوں
یا عیسائیوں کے درمیان ہوگی تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں سےکوئی
ایک اپنی بنیادی تعلیمات سے منحرف ہو گیا ہے۔ دونوں یروشلم کی
ملکیت کے اپنے دعوے میں سچ نہیں ہوسکتے ہیں۔ کسی بھی شخص
کی طرح ، میرے بھی یہی سوالات تھے ۔ کرونا وائرس کی وبا کے
دوران ، مجھے کچھ وقت ملا تو میں نے اس معاملے کو کھوجنے کی
ٹھانی۔ یروشلم پر یہودی اور مسلمانوں ملکیت کے دعوی کوسمجھنے
کے لئے مجھے کسی ایسی کتاب کی تلاش تھی جو مجھے بتا سکے کہ یہ
دونوں مذاہب ہیں کیا ، یہ کیسے شروع ہوئے اور زمانہ قدیم سے لے
کرآج تک انکا ارتقا کیسے ہوا۔کئی کتابیں ملیں لیکن یا تو وہ مسلمانوں
کے نقطہ نظر سے لکھی گئی تھیں یا پھر یہودیوں کو خوش کرنے کو ۔
ایک بھی ایسی جامع کتاب نہیں ملی جو غیر جانبدارانہ انداز میں
مستند تاریخی حوالوں پرلکھی گئی ہو۔ مستند تحقیق پر مبنی مواد کی
قلت نے مجھے یہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا۔ حوالے کھوجنے شروع کئے
تو معلوم ہوا کہ بائیبل کے علاوہ دنیا میں کوئی اور مستند تاریخی
حوالہ ہے ہی نہیں کہ جو ابراہیم اور ان کی اولاد کی زندگی کے بارے
میں بتاتا ہو ۔ لیکن بائیبل میں بھی فقط عبرانی کو ہی مستند سمجھا
جاتا ہے۔عبرانی بائیبل لی تو اب سوال تھا کہ اسے سمجھے کون؟
انگریزی ترجموں پر انحصار کرنا پڑا۔سو دو سو سال پہلے کی لکھی
گئی انگریزی سمجھنا بھی آسان نہ تھا۔ زبان ہی نہیں حروف کی
چھپائی بھی بہت مختلف تھی۔ انٹر نیٹ نے بہت مدد کی۔ ایسے
سوفٹ وئیر مل گئے جو قدیم انگریزی کو آسان کردیں ۔ لیکن پھر بھی
کئی باتیں سمجھ میں نہ آئیں مثلا ابراہیم کا نمرود سے تنازعہ کیسے
شروع ہوا ، خدا کے بیٹے عورتوں پر عاشق کیسے ہوئے؟ اور خدا بابل
کا معمولی سا برج یا ٹاور بنانے پر کیوں اتنا ناراض ہوا۔عام طور پر
مذہبی عقائد پر سول نہیں اٹھائے جاتے بلکہ انکی اندھا دھند تقلید کی
جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی یہودی یا عیسائی نے کبھی ا نکے بارے
میں سوچا ہی نہ ہو لیکن ایک تو میں مسلمان گھر میں پیدا ہوا ،
دوسرا خدا کے اسلامی تصور سے آشنا تھا، دوسرا صحافی ہو ں ۔ جب
تک کوئی چیز منطق پر نہ اترے مجھے اسے ماننے میں تامل ہی رہتا ہے
۔تاریخی سیاق و سباق سمجھنے کے لئے میں نے مدراش یا یہودی

روائیتیں پڑھیں۔ اس تاثر کے تحت کہ اسلامی تاریخی کتب عقیدت
سے چور ہو کر قصیدہ گوئی کے انداز میں لکھی گئی ہیں۔ میں نے
مغربی کتب کا مطالعہ شروع کردیا۔ بڑی حیرت ہوئی ۔ بیس سال
صحافت کر نے کے بعد اتنا تو سمجھ آتا ہے کہ کون سی تحریر کس
مقصد سے لکھی گئی ہے۔ یا بین السطور میں کیا کہا جارہا ہے۔مجھے
کم ہی ایسیمغربیکتابیں ملیں جو غیر جانبدار ہوں اور جن کا مقصد
سیاسی کی بجائے تاریخ کا درستریکارڈرکھنا ہو
مستند حوالوں کی کھوج میں میں اسکالرز کے پاس گیا۔ پادریوں سے
ملا ، شیعہ ،سننی علما سے رابطہ کیا ۔ مذہبی پیشواوں کا رویہ
بہت ہی دلچسپ تھا ۔ ہر کوئی اپنے فرقے یا مذہب کو درست توکہتا
تھا لیکن سوال کرنے پر براماں جاتا تھا ۔ جب میں نے ان کے عقائد کے
حوالے سے مستند تاریخی حوالے طلب کرنے شروع کئے تو ہر جانب
سے میری حوصلہ شکنی کی گئی ۔ اور کہا گیا کہ مجھے مذہبی
تعلیم حاصل کئے بغیر دین پر نہیں لکھنا چاہئے۔ مجھے تنبیہ کی گئی
کہ بائیبل پڑھنے سے میں لادین ہو جاؤں گا ۔ میں نے سوال کیا کہ
اگر بائیبل پڑھنا اتنا ہی بڑا گناہ ہے۔ تومسلم دنیا کے سب سے بڑے تاریخ
دان ، محمد ابن جریر ال طبری ، نے اپنی کتاب تاریخ الرسلوالملوککی
جلد نمبر ایک دو اور تین میں ہزاروں سال پرانے واقعات کہاں سے
لئے؟
علامہ صاحب کے پاس اب جواب نہ تھا ۔ علامہ صاحب ہی نہیں ،
گورےپادری صاحب ، حتٰی کہ فری میسنز بھی باریک چیزوں سے لا علم
نکلے ۔ فری میسنز کہتے ہیں کہ انکا مذہب دین ابراہیمی ہی ہے۔
لیکن اس میں نوح بھی شامل ہیں ان سادہ لوحوں کو یہ نہیں معلوم
کہ اولاد نوح نے ہی بابل کا برج بنا کرسب سے پہلے خدا کو چیلنج کیا
تھا ۔ وہیں سے بت پرستی کا بیج ڈلا۔ابراہیم نے اسی کے اثر کو زائیل
کرنے کے لئے کام کیا ۔ اکثر اس بات سے بھی لاعلم ہیں کہ دین نوح کا
کوئی بھی پیروکار فری میسن بن سکتا ہے۔ لیکن 33 ڈگری یا قیادت کی
بنیادی شرط عیٰسی کو خدا کا بیٹا ماننا ہے۔ اکثر لادینیت کے پیروکاروں
کو یہ نہیں معلوم کہ جن برہنہ مخلوط ناچوں کو انہوں نے جدیدیت
کے نام پر اپنایا وہ تو کئی ہزار سال پہلے سلیمان کی عالی شان
سلطنت یا اسکے فوری بعد بھی ہوتے تھے۔ انہی کی وجہ سےتو
ریاستہائے متحدہ اسرائیل کا زوال شروع ہوا تھا ۔ یہاں میں یہ نہیں
کہ رہاہوں کہ دنیا میں مذہبی عالموں کی کمی ہے۔ عیسائی مسلم
اور یہودی دنیا میں بڑے بڑے عالم اورمفکر ہیں ۔ لیکن مجھے ایسا

لگا کہ عمومی طور علماء اور مذہبی پیشواؤں کی سوچ نہائت
محدود ہے ۔ اکثر خدا کو اپنے مذہب یا فرقے کے آگے دیکھنے کے لئے تیار
ہی نہیں ۔ اس وقت میں نے عہد کیا کہ اپنی کتا ب میں جھوٹ کی
آمیزش نہ ہونے دوں گا ۔ میں چار ہزار سال پہلے کے واقعات کا
مشاہدہ تو نہیں کرسکتا ۔ لیکن یہ تو کرسکتا ہوں کہ کوئی بھی
واقعہ دو یا تین زرائع سے تصدیق کر کے لوں ۔ اور اسے عقل و شعور
کی کسوٹی پر پرکھوں اور اس کا جو نتیجہ سامنے آئے اس بلا کم و
کاست آپکے سامنے رکھ دوں۔ یہ سوچ کر میں نے نئے سرے سے اپنی
جستجو شروع کی ۔ مستند کتابیں کھوجیں انٹرنیٹ نے بہت مدد کی ۔
بہت ہی نادر نسخے مل گئے۔ میں نے زیادہ تر تحقیقی کام کیا ہے ۔
میرے لئے یہ ایک روزمرہ کا کام تھا کہ قدیم صحیفوں سےاصل بات
تلاش کروں اور اسے سادہ الفاظ میں لکھ دوں۔ لیکن یہ میری پوری
زندگی کا سب سے مشکل پروجیکٹ ثابت ہوا۔یہ بہت کٹھن اور ذمہ
داری کا کام تھا کہ اصل ذرائع سے موا دنکال کر اسے ایسے سلیس
زبان میں لکھا جائے کہ مفہوم تبدیل نہ ہو ۔ مستند ذرائع ڈھونڈنے سے
لے کر انہیں سمجھنے اور پھر انکی تالیف تک مجھے ہر قدم پر رکاوٹوں
کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی بار ، میں نے سوچا کہ میں یہ کام مکمل نہیں
کر پاؤوں گا۔ لیکن یہ قدرت کی مدد تھی ، قسمت ، یا میری ثابت
قدمی کہ مجھے ہر بار راستہ مل گیا۔ اپنی سوا سالہ تحقیق کے دوران
، میں نے بائبل ، مدراش ، قرآن اور کوئی دو سو سے زائد قدیم کتابیں
پڑھیں۔ تحقیق کے اس سارے وقت میں مجھے ایسے لگا جیسے میں
کسی ٹائم مشین پر سوار ہوں ۔ آدم وحوا کے بچوں سے ملا ۔معتوب
فرشتوں سے ملا قات ہوئی جنہوں نے انسان کو خفیہ علوم سکھائے۔
اب اگر معتوب فرشتوں نے انسان کو شروع ہی میں خفیہ علوم میں
تاک کردیاتھا تو بنی نوع انسان ہزاروں سال سے کیوں رزق کے لئے در
بدر مارا مارا پھررہا ہے ۔ اگر یہودی قبالہ، علم الاعداد، ستاروں کی
چالاور دوسرے مخفی علوم جانتے ہیں تو کیوں درجنوں بار انہیں کنعان
سے ذلت آمیز رسوائی کے ساتھ دربدر ہونا پڑا ۔ہزاروں سال سے لیکر
ایک سو سال پہلے تک تو وہ ساری دنیا میں اچھوت ہی تھے۔پھر میں
ابراہیم سے ملا۔ کیا جذبہ ہو گا وہ کہ بادشاہ وقت کے سامنے ڈٹ گئے
،کہنہیں ، خدا کے علاوہ کسی کو نہ پوجوں گا ۔ نمرود نے آگ میں
پھینک دیا مگر آگ ٹھنڈی ہوگئی ۔ کچھ تو ہے اس وحدانیت میں، میں
سے سوچا ۔ابراہیم کو سدوم اور عمورہ کی تباہی پر خدا کے ساتھ
بحث کرتے دیکھنا نہائت ہی دلچسپ تھا۔ یعقوب کے جنیاتی تجربے اور

یوسف کی غیر معمولی ذہانت اور سوجھ بوجھ نے حیران کیا ۔ میں نے موسی کے ساتھ چالیس سال صحرائے سینا میں گزارے ۔ خدا کو آسمان سے بٹیر اور ویفرز نازل کرتے اور چٹانوں کو پانی اگلتے دیکھا ہو۔ کیا منظر ہو گا جب پہاڑ پر بجلی کڑکی ہو گی، جب موسی نے بادلوں اور دھوئیں کے بیچ خدا سے بات کی ہوگی۔میں نے تصور کیا ۔پھر میں یروشلم پہنچ گیا میں نے سلیمان کی عظیم سلطنت کا نظارہ کیا۔دنیا کے سب سے دیومالائی بادشاہ جنہوں نے خدا سے دولت اور عمر کی بجائے عقل و فہم مانگی ۔ پھر میں نے ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور تباہی دیکھی ۔یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی عقائد کو سمجھنے کے بعد ، پھر میں اسلام کی جانب متوجہ ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ محمد دنیا کے وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اپنے اعلی اصولوں پر ایک ریاست کی بنیاد رکھ دی اور ان اصولوں کو لاگو بھی کردیا۔ میں نے عرب بدؤوں کو دنیا کی عظیم فاتح قوم بنتے دیکھا ۔ میں نے آدھی دنیا کے بادشاہ عمر بن خطاب کو مسجد کی سیڑھیوں پر سوتے دیکھا ۔پھر میں نے علی ابن طالب کی حکمت دیکھی۔ بائبل ، مدراش اور قرآن کے تقابلی جائزے کے دوران ، مجھے احساس ہوا کہ اسلام یہودیت کا تسلسل ہے۔ یا یوں کہیں کہ ابراہیم، یعقوب، موسی اور باقی انبیاء کے پیغام اور اسلام کے پیغام میں کوئی فرق نہیں۔ شریعت کے احکامات میں وقت کے مطابق کمی بیشی ہو سکتی ہے ۔ لیکن اصل سب کی ایک ہی ہے ۔ "میں تمہارا خدا ہوں ، صرف میری عبادت کرو ،اور میرا کوئی شریک نہیں ہے" ، میں نے خدا کا یہ پیغام ابراہیمؑ ، موسیٰ ، عیسیٰ اور محمد کو اپنی اپنی قوموں کو دیتے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ محمد نے مدینہ منورہ میں جو کچھ نافذ کیا وہ تقریبا وہی تھا جوموسی نے اپنی قوم پر لاگو کیا۔ دین ابراہیمی کے تمام بنیوں کا پیغام ایک ہی تھا ۔ لیکن وقت کے ساتھ وہ اصل شکل کھو بیٹھا۔ سولہویں صدی سے سیکولرازم اور سامراجی عزائم نے ابراہیمی مذاہب کے عقیدہ توحید کو بہت نقصان پہنچایا۔ اسوقت تو دین ابراہیمی اپنی شکل ہی کھو بیٹھا جب دولت وقت کا خدا بن گئی اور ناتھن مائر روتھ چائلڈ جیسے یہودی بینکروں کو انبیاء کے درجے پر فائز کردیا گیا۔پھر برطانیہ اور اسکے حواریوں نے دولت کی ہوس میں جو کچھ ابراہیمی مذاہب کے ساتھ کیا ۔ اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ ۔ اس سے اسلام ہی نہیں عیسائیت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ۔میری کھوج یہودی مسلم تنازعے سمجھنے کے لئے کی تھی لیکن اس جستجو میں میں نے ابراہیم کے خدا کو پالیا۔ یہ کتاب

آپکو یہودی مسلم تعلقات پر تو بتائے گی ہی ۔ یہودیت اور اسلام کا آغاز اور اب تک کے حالات تو دے گی ہی ،ساتھ یہ آپکو ابراہیم کے خدا سے بھی ملوائے گی ۔ جس سے پہلے آپ کبھی نہیں ملے۔۔ میں نے اس کتاب میں حتی الامکان غیر جانبدار رہنے کی کوشش کی ہے۔ اور جانچ پڑتال کے بعد ہی یہ کتاب مرتب کی ہے۔ لیکن انسان ہونے کے ناطے ۔ مکمل غیرجانبداری یا غلطی سے کلی مبرا ہونے کا دعوی تو نہیں کرسکتا ۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ میری یہ پرخلوص کاوش مزید تحقیق کے لئے بنیاد فراہم کرے گی۔میں نے اپنی کتاب انگریزی میں لکھی تھی اور اس کے حوالے جات انگریزی ذرائع سے لئے ۔سچ کے متلاشیوں کے لئے میں نے یہ اردو ترجمہ تو کردیا ہے۔ لیکن حوالے جات انگریزی کتب کے ہی ہیں۔ بائیبل اور قرآن کے بھی انگریزی ترجموں کے ہی لنک دئے گئے ہیں ۔ آپ چاہیں تو اردو عہد نامہ داون لوڈ کرسکتے ہیں

ابراہیم کی کہانی

دنیا کے تین عظیم توحیدی مذاہب ، یہودیت ، عیسائیت ، اور اسلام کی کہانی ابراہیم سے شروع ہوتی ہے۔ وہ تقریبا دو ہزار قبل از مسیح میں موجودہ عراق کے قریب ایک شہر میں رہتے تھے ۔ جسے کسدیوں کا اُر کہا جاتا تھا۔[1]یاواہ نے ابراہیم سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اور انکی نسل اسکی فرمان بردار رہے گی تو وہ انہیں زرخیز ترین

[1](Genesis 11:31)

شہر کنعان میں بسائے گا ، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ عبرانی
زبان میںیاوہ خدا کو کہتے ہیں ۔ خدا کے نام کا صحیح تلفظ پرانے
ادوار میں ہی کہیں گم ہوگیا تھا۔[2] ابراہیم آدم کی بیسویں یا
اکیسویں نسل میں سے تھے۔ آدم پہلے انسان تھے جنہیں خدا نے تخلیق
کیا ۔ تمام انسان انہی کی اولاد ہیں ۔ آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا
کیا ۔ پھر اسکے نتھنوں میں ہوا پھونکی تو وہ زندہ ہوگئے۔ لیکن آدم
کو تخلیق کرنے سے پہلے خدا نے زمین آسمان بنادئے تھے۔
پھر خدا نے مشرق کی جانب ایک باغ اگایا اور آدم کو اس میں رکھا ۔
اس باغ میں طرح طرح کے درخت تھے جس کے پھل خوشنما اور کھانے
میں نہایت لذیذ تھے۔ اس باغ کے بیچوں بیچ ایک پیڑ تھا ۔ یہ زندگی
کا درخت تھا۔ خدا نے آدم کو خبردار کیا تھا کہ باغ میں سے جو چاہو
کھاو لیکن زندگی کے درخت کا پھل نہ کھانا۔ کہ تم مرجاو گے۔ خدا نے
آدم کو اپنے جیسا پیدا کیا تھا ۔ اس کا دل بہلانے کے لئے جانور چرنداور
پرند پیدا کئے۔ لیکن جب آدم کی اداسی کسی طورکم نہ ہوئی۔ تو
خدا نے حوا کو پیدا کیا۔ حوا آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی تھیں ۔
اسی لئے آدمی اپنے ماں باپ چھوڑ کر اپنی بیوی کا ہی ہوجاتا ہے۔
خدا نے جتنے بھی جانورتخلیق کئے تھے۔سانپ ان میں سب سے زیادہ
چالاک تھا۔ اس نے حوا کو اکسایا کہ وہ زندگی کے درخت سے پھل
کھائیں اور خدا کی مانند نیکی اور بدی کی پہچان پائیں۔ جب حوا نے
پھل کی خوبصورتی دیکھی تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور سانپ
کے بہکاوے میں آکے پھل کھا لیا۔ حوا نے آدم کو بھی یہ ممنوعہ پھل
کھلا دیا۔ جیسے ہی دونوں نے پھل کھایا انکو احساس ہوا کہ وہ تو ننگے
ہیں۔ انہوں نے فورا پتوں سے اپنا ستر ڈھانپ لیا
جب خدا کو معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوا ۔اس نے سانپ کو
ساری عمر پیٹ کے بل رینگنے کی سزا دی۔ اور انسان کے دل میں
اسکی اتنی نفرت بھر دی کہ وہ جہاں سانپ دیکھے اسے کچل دے۔ حوا
کو بچے جنتے وقت شدید درد کی سزا ملی ۔ اس کا شوہر اس پر
حاکم مقرر کردیا گیا۔ اب باری آئی آدم کی۔ خدا نے آدم کو ایک منفرد
سزادی ۔ اسکی روزی مشکل بنادی ۔ حکم ہوا کہ وہ ساری زندگی
محنت مشقت کر کے اپنا اور کنبے کا پیٹ پالے ۔[3] حکم عدولی کی
پاداش میں آدم اور حوا کو باغ عدن سے بے دخل کر کے زمین پر بھیج
دیا گیاکہ وہیں جاو جس خاک سے پیدا ہو، اور مر کر اسی خاک میں
دفن ہوجاو، زمین پر آنے کے بعد ، آدم اور حوا کے کئی بچے ہوئے۔

[2](G. Johannes Botterweck page 500)
[3](Genesis 3:17)

ہابیل اورقابیل (کائین) بھی انہی کے بیٹے تھے۔ ہابیل بڑا ہوکر چرواہا بن گیا جبکہ قابیل نے کھیتی باڑی شروع کردی۔ جب فصل پک کر تیار ہوئی تو قابیل نے پھل لئے اور خدا کے حضور پیش کردئے۔ ادھر ہابیل نے بھی اپنی بھیڑوں کے پہلوٹھے بچے خدا کی نذر کردئے ۔ خدا کو قابیل کے مقابلے میں ہابیل کا تحفہ زیادہ پسند آیا۔ اس پر قابیل کو اس قدر حسد ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کردیا ۔ یہ بنی نوع انسا ن کا پہلا قتل تھا۔ خدا نے سزا کے طور پر اسے بے گھر کردیا۔وہ خانہ بدوش ہوگیا اور بے چین ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھرتا رہا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اولاد آدم تیزی سے بڑھتی رہی ۔ انسان کی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جو انتہائی خوبصورت تھیں ۔ اس وقت زمین پر انسان کے علاوہ خدا کی اولاد بھی بستی تھی۔ نیفلیٹ یا خدا کے بیٹوں نے جب عورت کا بے پایاں حسن دیکھا تو اس پر عاشق ہوگئے ۔ انہوں نے عورتوں سے تعلقات قائم کر لئے ۔جس سے انکے بچے پیدا ہونے لگے۔ نوح کے پردادا سے منصوب مذہبی تحریر کتاب حنوک بتاتی ہے کہ خدا کے بیٹے دراصل فرشتے تھے جنہیں انسان پر نظر رکھنے کے لئے زمین پر بھیجا گیا تھا ۔ لیکن ان میں سے کچھ عورت کے حسن سے مرعوب ہوگئے ۔ ان فرشتوں کی عورتوں سے شادی کے بعد جو دوغلی نسل پیدا ہوئی اسے نیفلیم کہتے ہیں۔ انسان کو لکھنے پڑھنے، اسلحہ سازی ، بناو سنگھار ، جادو ، موسمیات اور دوسرے خفیہ علوم کی تعلیم انہی فرشتوں نے دی[4]۔ یہ دیو قامت لوگ تھے جو بے پناہ طاقت کے حامل تھے۔ جب خدا نے دیکھا کہ انسان اخلاقی طور پر بہت پست ہو گیا ہے، اور ہر وقت برائی کے ہی بارے میں ہی سوچتا رہتا ہے،تو اسے افسوس ہوا کہ اس نے انسان کو تخلیق ہی کیوں کیا۔اسی ملال میں اس نے فیصلہ کیا کہ وہ انسان ، حیوان چرند پرند سب جانداروں کو نیست و نابود کردے گا۔ لیکن نوح واحد شخص تھے جنہیں خدا پسند کرتا تھا۔ اس نے انہیں ایک کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں انکے اہل و عیال اور چرند پرند کا ایک ایک جوڑاسوارکردیا۔ پھر ایک زبردست سیلاب آیا ۔ زمین سے چشمے ابل پڑے ۔ آسمان مینہ برسانے لگا۔ چالیس دن اور چالیس رات متواتر بارش ہوتی رہی ۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا، اس پانی نے ایک سو پچاس دن تک زمین کو ڈھانپے رکھا ۔ تمام ذی روح ہلاک ہوگئے۔ صرف نوح ،انکا خاندان اور وہ جانور بچے جو کشتی میں سوار تھے۔ جب پانی اتر گیا تو نوح اور تمام جاندار کشتی سے اتر آئے ۔تو نوح نے

[4](Barker)

خدا کے لئے قربانی کی ۔ اس زمانے میں قربانی کا گوشت جلا دیا جاتا تھا ۔ جب نوح نے جانور ذبح کر کے اسکا گوشت جلایا اور چربی کی سوندھی خوشبو خدا تک پہنچی تو اسے انسانوں کو تباہ کرنےپر ملال ہوا۔ اس نے تہیہ کیا کہ باوجود اس کے کہ انسان کا دل بچپن سے ہی بدی کی جانب مائل ہوتا ہے ، وہ پھر بھی انسانوں کو کبھی دوبارہ تباہ نہیں کریگا۔ یہ پہلا عہد تھا جو خدا نے انسان سے کیا ۔ خدا کے اس عہد کی یادگار قوس قزح ہے ۔ طوفا ن کے بعد نوح کی اولاد بڑھتی رہی اور تیزی سے دنیا میں پھیل گئی۔ کچھ لوگ شینار بھی پہنچے اور وہیں آباد ہوگئے۔ اس وقت تک دنیا میں ایک ہی زبان بولی جاتی تھی ۔ اہل شینار نے اینٹیں بنانے کا فن سیکھا اور اس میں یکتا ہوگئے۔ ایک روز انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک ایسا بلند و بالا برج تعمیر کیا جائے کہ اسکی چوٹی آسمان تک پہونچ جائے۔ جب خدا کو خبر ہوئی تو وہ زمین پر اترا، اس نے دیکھا کہ وہ سب ایک ہی زبان بول رہے تھے۔ اس نے سوچا یہ جس کام کا ارادہ کرلیں کر ہی گزریں گے ۔ اس لئے خدا نے انکی زبان کو ہی الجھا دیا[5]۔ برج کی تعمیر اور بابل شہر کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا اور وہ مختلف زبانیں بولتے پوری دنیا میں منتشر ہوگئے۔بتایا جاتا ہے کہ بابل کے برج کی تعمیر کے ساتھ ہی عالمی وحدانیت ختم ہوگئی، جو انسان کی پیدائش سے چلی آرہی تھی[6]

وقت کے ساتھ لوگ ہجرت کرتے رہے۔ ابراہیم کے آباء و اجداد کسدیوں کے شہر اُر میں بس گئے۔ ایک روز ابراہیم کے والد تیراہ نے اپنے تینوں بیٹوں اور انکے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور کنعان کی جانب نکل پڑے ۔ راستے میں جب وہ حاران پہنچے تو انہوں نے وہیں رکنے کا فیصلہ کیا۔ تیراہ نے بت سازی شروع کردی ۔ لیکن انکے بیٹے ابراہیم کو بت پسند نہیں تھے ۔ جب والد کے کہنے پر انہیں دوکان پر بیٹھنا پڑتا تو وہ گاہکوں سے الجھ پڑتے کہ وہ کیوں انسان کے تراشے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے ایک گاہک سے اسکی عمر پوچھی ۔ جب اس نے اپنی عمر پچاس سال بتائی تو بولے تم پچاس سال کے ہو اور ایک دن کی عمر کے بت کی پرستش کرتے ہو کتنی عجیب بات ہے[7]۔ اسی طرح ایک دن ابراہیم نے دوکان میں موجود بتوں کو توڑ ڈالا ، جب والد نےاستفسار کیا تو بولے بت آپس میں لڑ پڑے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو توڑ دیا۔ ابراہیم کی بتوں

[5](Genesis 11:5-8)
[6] (Bard, Mitchell G.)
[7](Midrash Bereishit Rabbah 38:13.)

سے نفرت جب بادشاہ وقت تک پہنچی تو اس نے انہیں بت پرستی پر مجبور کیا لیکن اس کی ہر دلیل کا جواب ابراہیم دلیل سے دیتے رہے، مگر بتوں کے آگے نہ جھکے۔ آؤ آگ کی پرستش کریں نمرود نے حکم دیا۔ آگ کی بجائے پانی کی پرستش کیوں نہ کریں کہ وہ آگ کو بجھا دیتی ہے۔ ابراہیم بولے ۔ ٹھیک ہے۔ چلو پانی کی پرستش کرتے ہیں نمرود نے کہا ، لیکن پانی کی بجائے بادل کی پرستش کیوں نہ کریں جو پانی برساتا ہے، ابراہیم نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ بادل کی پوجا کرتے ہیںنمرود بادل نخواستہ بولا ۔ لیکن بادل کی کیوں، پرستش تو ہوا کی کرنی چاہئے۔ جس سے بادل بنتے ہیں ابراہیم نے کہا ۔ اب نمرود کو احساس ہو گیا کہ ابراہیم لفظوں سے کھیل رہے ہیں ۔ غصے میں اس نے انہیں آگ میں پھینکنے کا حکم دے دیا۔ انکے لئے ایک بہت بڑی بھٹی جلائی گئی ۔ اب پکار اپنے رب کو کہ وہ تجھے اس آگ سے بچائے [8]۔ نمرود دھاڑا۔ اور ساتھ ہی اسکے لوگوں نے ابراہیم کو ایک جھولے میں ڈال کر آگ میں اچھال دیا۔ ابراہیم نے اپنے رب کو پکارا اور اس نے آگ کی تاثیر بدل ڈالی۔لپٹے مارتی آگ ابراہیم کے لئے گل و گلزار بن گئی۔ اس واقعہ کے بعد تو ابراہیم زور و شور سےخدا کی وحدانیت بیان کر نے میں لگ گئے۔ ابراہیم کی خدا سے محبت اور باطل کے لئے نفرت نے انہیں خدا کی نظروں میں مقبول بنادیا۔ وہ ستر سال کے تھے۔ جب خدا نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ انہیں ایک عظیم قوم بنائے گا ۔ جب وہ پچھتر سال کے ہوئے تو خدا نے انہیں اہل و عیال کے ہمراہ کنعان ہجرت کرجانے کا کہا [9]۔ کنعان پہنچے تو خدا نے انہیں خوش خبری سنائی کہ وہ اور انکی اولاد اسی سرزمین میں آباد ہوں گے۔ لیکن انکے جاتے ہی کنعان میں قحط شروع ہو گیا اور انہیں مصر کی جانب روانہ ہونا پڑا[10]۔ طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد جب ابراہیم مصرپہنچے تو انہیں خیال گزرا کہ کہیں مصری انکی خوبصورت بیوی حاصل کرنے کے لئے انہیں مار ہی نہ ڈالیں۔ اس خوف سے انہوں نے سرائے کو بیوی کی بجائے بہن بتانا شروع کردیا۔[11]

جب بادشاہ تک سرائے کی خوبصورتی کی دھوم پہنچی تو اس نے انہیں بیوی بنانے کا سوچا ۔ بادشاہ نے ابراہیم کو بلوایا اور سرائے کو اپنے محل میں ہی روک لیا ۔ عوض میں ابراہیم کو مال و دولت دے کر

[8](Midrash, Bereishit Rabbah, Chapter 38:13)
[9](Genesis Chapter 12:1)
[10](Genesis Chapter 12:10)
[11](Genesis Chapter 12:11-13)

رخصت کردیا۔خدا نے فرعون پر طاعون بھیجے اور اسے ابراہیم کی
بیوی لوٹانے کا حکم دیا [12]۔فرعون نے ابراہیم کو انکی بیوی لوٹادی اور
بہت سے انعام و اکرام دے کر رخصت کیا ۔ اسی طرح کے واقعات ملک
گیرار میں بھی پیش آئے، وہاں بھی ابراہیم نے سرائے کو اپنی بہن بتایا
۔ بادشاہ ابی ملک نے سرائے کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر انہیں
محل میں ہی رکھ لیا ، بادشاہ سرائے سے شادی کرنے ہی والا تھا کہ
خدا نے اسے خواب میں خبردار کیاکہ وہ ایک نبی کی بیوی سے شادی
کرنے کا گناہ کرنے جا رہا ہے۔[13] خدا نے اسے کہا کہ وہ نبی کی بیوی
لو ٹادے ۔ وہ اس کے حق میں دعا کریں گے تو خدا اسے قبول کرے گا۔
بادشاہ نے بیدار ہوتے ہی اپنی کابینہ سے مشورہ کیا اور ابراہیم کو
طلب کرلیا ۔ آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا ۔ اس نےا براہیم سے
پوچھا ۔ ابراہیم نے بادشاہ کو بتایا کہ سرائے انکے والد کی بیٹی ہونے
کے ناطے انکی بہن بھی لگتی ہیں۔ انہوں نے مصریوں کے سامنے
سرائے کو اپنی بیوی اس لئے نہیں ظاہر کیا کہ وہ کہیں انکو قتل نہ
کر ڈالیں۔ بادشاہ نے ان سے معافی مانگی اور انہیں بیوی لوٹاتے ہوئے
مال و دولت اور مویشی دے کر رخصت کیا[14]۔ اب ابراہیم واپس کنعان
کی جانب چل پڑے ۔ واپسی کے سفر میں انکے بھتیجے لوط اور انکے
چرواہوں میں جھگڑا ہوگیا۔ لوط ابراہیم کی اجازت سے مشرق کی
زرخیز زمینوں کی جانب روانہ ہوگئے۔جبکہ ابراہیم کنعان پہنچ گئے ۔
وقت گزرتا رہا ، ایک رات پھر ابراہیم نے خدا کو خواب میں دیکھا۔
اس نے ابراہیم کی اولاد بڑھادینے اور انکو ہمیشہ کے لئے کنعان دینے کا
وعدہ دھرایا۔کنعان اس وقت شدید سیاسی کشیدگی کا شکار تھا۔
کئی بادشاہ تھے جو آپس میں لڑتے ہی رہتے تھے ۔ ایسی ہی ایک
لڑائی میں چار بادشاہوں نے دوسرے پانچ بادشاہوں کے خلاف اتحاد
کرلیا ۔ اور ایک جنگ کے دوران ابراہیم کے بھتیجے لوط اور ان کے کنبے
کو یرغمال بنا لیا۔ ابراہیم کو پتہ چلا تو انہوں نے تین سو اٹھارہ
لوگوں کا ایک لشکر تیار کیا اور ایک زبردست جنگ کے بعد دشمن کو
شکست دے کر اپنے بھتیجے کو بازیاب کرالائے۔وقت گزرتا گیا ۔ ایک دن
پھر خدا نے ابراہیم سے اپنا وعدہ دہرایا۔ لیکن ابراہیم اب بوڑھے ہو
چلے تھے ۔ انہیں کنعان میں آباد ہوئے دس سال بیت گئے تھے ۔ انکی

---

[12](Genesis Chapter 12:17)
[13](Genesis Chapter 20: 7 בְּרֵאשִׁית)
[14](Genesis Chapter 20:14)

بیوی سرائے ابھی تک بانجھ تھیں۔ ایک دن مایوس ہوکر انہوں نے
[15] ابراہیم کو کہا کہ وہ انکی خادمہ سے بچہ حاصل کرلیں ۔

ابراہیم کی دوسری بیوی حاجرہ کا فرشتے/خدا سے ہم کلام ہونا

سرائے کے کہنے پر ابراہیم نے مصری خادمہ حاجرہ کو اپنی بیوی بنا
لیا۔ جب حاجرہ حاملہ ہوئیں تو سرائے کو انکے روئیے میں تکبر
محسوس ہوا۔ اب واقعی حاجرہ تکبر میں آگئی تھیں یا یہ سرائے کا
حسد تھا ۔ وہ حاجرہ سے بدسلوکی کر بیٹھیں ۔حاجرہ انکے روئیے
سے دل برداشتہ ہوکر گھر سے بھاگ گئیں۔ وہ حاملہ تھیں ،زیادہ دور
نہیں گئی تھیں کہ تھک کر بیٹھ گئیں۔پریشانی میں سوچ رہی تھیں
کہ ایک فرشتہ نمودار ہوا اور بولا، حاجرہ تم یہاں کیا کررہی ہو؟
حاجرہ کےجواب پر اس نے انہیں ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی ۔
بولا خدا نے انکی فریاد سن لی ہے۔ وہ انہیں ایک بیٹا دے گا جس کی
نسل اتنی ہوگی کہ شمار مشکل ہوگا ۔ فرشتے نے حاجرہ کوہدائت
کی کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام اسماعیل رکھیں[16]۔ فرشتے کے
کہنے پر حاجرہ گھر لوٹ گئیں ۔ ابراہیم چھیاسی برس کے تھے ،
جب حاجرہ نے اسماعیل کو جنم دیا۔

خدا کا ابراہم سے عہد

ابراہیم ننانوے سال کے ہوئے تو خدا نے ان سے وعدہ کیا کہ و ہ انکی
نسل بڑھا دے گا ۔ انکی اولاد میں کئی بادشاہ پیدا ہوں گے۔ اور خدا
انہیں کنعان میں مستقل طور پر بسا دے گا ۔ لیکن خدا نے ایک شرط
رکھی۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ابراہیم اور ان کی اولاد صدق دل سے
ایک خدا کی پرستش کرے اور اسکے احکامات پر عمل کرے[17]۔ ابراہیم
اس وقت تو حیرت سے منہ کے بل گر پڑے جب خدا نے انہیں سرائے
سے ایک بیٹے کی نوید سنائی۔ اسوقت سرائے کی عمر نوے سال ہو
چکی تھی ، یہ سوچ کر کہ اس پیراں سالی میں وہ دونوں کیسے بچے
جن پائیں گے انہوں نے خدا سے درخواست کی کہ سرائے سے بچہ دینے
کی بجائے خدا اسما عیل کو ہی نواز دے۔ نہیں سرائے ہی بچہ پیدا کرے
گی ، تم اس کا نام اسحاق رکھنا خدا نے اصرار کیا ۔ خدا نے کہا کہ
اس نے اسماعیل کے حق میں بھی ابراہیم کی دعا سن لی ہے۔ اس

[15](Genesis Chapter 16:1-3)
[16](Genesis Chapter 16:11)
[17](Genesis Chapter 17:1-2)

کی نسل بھی خوب بڑھے گی جس میں بارہ بادشاہ ہوں گے[18]، لیکن
خدا اپنا عہد اسحاق کے ساتھ ہی کرے گا، اسمٰعیل سے نہیں۔ خدا نے
اس وقت انکا نام بھی تبدیل کردیا ۔ پہلے انہیں ابرام کہا جاتا تھا۔ خدا
نے انہیں ابراہیم کا نام دیا ۔ اسی طرح انکی بیوی کا نام بھی سرائے
سے سارہ کر دیا گیا ۔ خدا نے ابراہیم سے کہا کہ وہ اپنے عہد کی
نشانی کے طور پر اپنے کنبے کے ہر مرد کا ختنہ کریں ۔ اور جو بھی آٹھ
دن عمر کو پہنچے اس کے ختنہ کردئے جائیں ۔ یہ ابراہیم کی اولاد کو
خدا سے کئے عہد کی یاد دلواتے رہیں گے۔ انہیں تمام ملازمین اور ان
لوگوں کے بھی جو انکے گھر میں مقیم ہوں کے ختنہ کا حکم دیا گیا ۔
اسماعیل اس وقت تیرہ برس کے تھے جب اس حکم کے تحت انکے ختنہ
ہوئے۔[19]

ابراہیم کا خدا سے مکالمہ

ایک دن جب وہ اپنے گھر کے قریب تھے انہوں نے تین آدمیوں کو دیکھا
وہ فرشتے تھے ۔ ابراہیم انکو گھر لے آئے اور انکی خوب خاطر مدارت
کی۔ جب وہ جانے لگے تو انہوں نے ایک خاص انداز میں سدوم اور
عمورہ شہر کی جانب دیکھا ۔ ابراہیم کھٹک گئے ۔ اسی اثنا ء میں خدا
نےا نہیں بتایا کہ اسے سدوم اور عمورہ شہر کے حوالے سے بہت
شکایات موصول ہوئی ہیں۔ وہ ان شہروں میں خود جاکے دیکھے گا
کہ حقیقت کیا ہے۔ اور اگر اسے لگا کہ لوگ سرکشی میں آگے نکل گئے
ہیں تو ان دونوں شہروں کو تباہ کردے گا[20]۔"تو کیا تو پورا شہر تباہ
کردے گا ۔ یہ تو کوئی انصاف نہ ہوا کہ تو شریروں کے ساتھ نیکوں کو
بھی تباہ کردے کیا ان شہروں میں ایسے پچاس نیک لوگ بھی نہ ہوں
گے جن کے لئے تو باقی بستی والوں کو معاف کردے"، ابراہیم نے خدا
سے سوال کیا[21]۔اگر مجھے وہاں پچاس لوگ بھی نیک ملے تو انکی وجہ
سے میں پوری بستی کو معاف کردوں گا، خدا نے وعدہ کیا ۔مگر
ابراہیم مطمئن نہ ہوئے اور اس بار زیادہ عاجزی سے درخواست کی۔"
اگرچہ میں مٹی اور راکھ ہوں ، لیکن چونکہ آپ مجھ سے مخاطب ہیں
، میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ اگر وہاں پچاس نہیں بلکہ
پینتالیس نیک آدمی ہوئے تو کیا آپ محض پانچ آدمیوں کی کمی کی
وجہ سے پورے شہر کو ختم کردیں گے" ، ابراہیم نے کہا ۔ جواب میں

---
[18](Genesis Chapter 17:20)
[19](Genesis Chapter 17:25)
[20](Genesis Chapter 18:20-21 בְּרֵאשִׁית)
[21](Genesis Chapter 18:23-24)

خدا نے انہیں یقین دلایا کہ اگر اس بستی میں پینتالیس آدمی بھی حق پر ہوئے تو وہ ان کی وجہ سے پوری بستی تباہ نہیں کرے گا ۔ لیکن ابراہیم کی پھر بھی تشفی نہ ہوئی۔ "براہ کرم ، خدا کا قہر نہ بھڑکے لیکن میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا، ابراہیم نے اس انداز سے خدا سے فریاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے انہیں کہ دیا کہ اگر ان بستیوں میں فقط دس لوگ بھی نیک ہوئے تو وہ انہیں تباہ نہیں کرے گا۔ جب ابراہیم کی خدا سے گفتگو ختم ہوئی تودن ڈھلنے لگا تھا ۔
اسی شام سدوم شہر میں دو فرشتے اترے۔ ابراہیم کے بھتیجے لوط نے انہیں شہر کے داخلی راستے پر ہی دیکھ لیا[22] ۔ اور انہیں مہمان کے طور پر اپنے گھر لے گئے۔ جب لوط اپنے مہمانوں کو کھانا پیش کر رہے تھے ۔ پورا شہر انکے دروازے پر جمع ہوگیا۔ کیا جوان اور کیا بوڑھے سب لوط کے مہمانوں سے جنسی تعلق قائم کرنا چاہتے تھے۔ لوط نے بہت مزاحمت کی یہاں تک کہ اپنی دو کنواری بیٹیاں بھی پیش کردیں[23]۔ لیکن لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے وہ ہر قیمت پر لوط کے مہمان ہی چاہتے تھے، جب لوط نہ مانے تو انہوں نے دروازہ توڑ کر گھر میں داخل ہونے کا سوچا ۔ لوط کے مہمانوں نے، جو کہ دراصل فرشتے تھے ، گھر کے باہر کھڑے تمام لوگوں کو اندھا کردیا ۔ انہیں کچھ سجھائی نہ دیا۔ فرشتوں نے لوط کو بتایا کہ اس شہر کو تباہ کرنے والے ہیں ۔ وہ جلدی سے اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کریں ۔ تاکہ انہیں شہر سے دور منتقل کردیا جائے۔ لوط اپنے ہونے والے دامادوں کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ شہر تباہ ہونے کو ہے۔ وہ انکے ساتھ نکل چلیں ۔ لیکن لوگ انکی بات سن کر ہنسے ۔ مایوس ہوکر لوط اکیلے ہی لوٹ آئے
فرشتوں نے انہیں انکی دو بیٹیوں اور بیوی کو فورا شہر سے دور ایک مقام پر منتقل کردیا اور انہیں تنبیہ کی کہ وہ دور پہاڑوں کی جانب نکل جائیں اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں ۔ لوط نے فرشتوں سے درخواست کی کہ وہ انہیں بہت دور بھیجنے کی بجائے قریبی شہر جانے کی اجازت دے دیں، فرشتے مان گئے۔ جب لوط اور انکا خاندان قریبی شہر کی جانب روانہ ہوا تو لوط کی بیوی خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور پیچھے مڑ کر دیکھ بیٹھیں ، وہ فورا نمک کے ستون میں تبدیل ہوگئیں۔[24] سودوم شہر میں آج بھی ایک ایسا پہاڑ ہے۔ جسے لوط کی بیوی کا پہاڑ کہا جاتا ہے۔ یہودی مقدس کتابوں کے مطابق

[22](Genesis Chapter 19:1)
[23](Genesis Chapter 19:8)
[24](Genesis Chapter 19:26)

حضرت لوط کی بیوی نیکوکاروں میں سے نہ تھیں ۔ وہ گھر میں
فرشتوں کے آنے سے ناخوش ہوئیں اور انہوں نے ہی لوگوں کو
اپنے گھر میں خوبصورت مردوں کی موجودگی سے آگاہ کیا، جب وہ
نمک لینے ہمسائے میں گئیں۔ اگلی صبح ، آگ اور گندھک کی شدید
بارش نے سدوم اور عمورہ شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تمام
چرند، پرند، شجر، سب راکھ کا ڈھیر بن گئے۔[25] سائنس کی تمام تر
ترقی کے باوجود ، ہم آج بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ سودوم اور
عمورہ شہر کیسے تباہ ہوئے ۔ کیا کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا ، زلزلہ
[26]آیا یا کوئی طاقتور شہاب ثاقب، ہم آج بھی اندازہ لگا رہے ہیں

حاجرہ اور اسماعیل گھر بیابان میں

وقت گزرتا گیا ۔ سارہ حاملہ ہوگئیں اور اسحاق کو جنم دیا۔جب
اسحاق ذرا بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کھیلنا شروع
کردیا۔ ایک دن سارہ نے اسحاق کو اسماعیل کے ساتھ کھیلتا ہوا
دیکھا۔تو بہت برا منایا ۔ وہ ناراض ہوگئیں اور ابراہیم سے مطالبہ
کیا کہ وہ حاجرہ اور انکے بیٹے کو گھر سے نکال دیں اور انہیں جائیداد
میں سے کچھ نہ دیں۔ سارہ کی یہ بات سن کر ابراہیم غمگین
ہوگئے۔ ایسے میں خدا نے انکی دلجوئی کی ۔ خدا نے کہا کہ وہ حاجرہ
اور انکے بیٹے کے بارے میں بالکل بھی فکرمند نہ ہوں، وہ انکی دیکھ
بھال کرے گا ، وہ ویسا ہی کریں جیسا سارہ کہتی ہیں۔[27] خدا کے
حکم پر ابراہیم نے حاجرہ کو کچھ کھانا اور پانی دیا اور انہیں اپنے بیٹے
اسماعیل کے ساتھ روانہ کردیا۔ حاجرہ بیرسبع کے بیابانوں کی جانب
چل پڑیں۔ تپتے صحرا میں پانی کتنی دیر چلتا ۔ جلد ہی اسماعیل پیاس
سے بلکنے لگے۔ ماں پر بہت کڑا وقت تھا ، کہ اسکا بچہ پیاس کی
شدت سے نڈھال ہو اور وہ کچھ نہ کر پائے ۔ میں اپنے بچے کو مرتا
نہیں دیکھ سکتی یہ سوچتے ہوئے انہوں نے اسماعیل کو ایک جھاڑی کے
نیچے لٹا دیا اور خود پانی کے لئے ادھر سے ادھر دوڑیں اور پھر کچھ دور
جا کر بیٹھ گئیں ۔ حاجرہ اس شدت سے روئیں کہ انکی فریاد عرش
تک جا پہنچی۔ "خوف نہ کر حاجرہ ، خدا نے تیرے بیٹے کی فریاد سن
لی ہے ۔ میں اسے ایک عظیم قوم بناوں گا" ایک فرشتے نے آسمان سے

[25](Genesis Chapter 19:28)
[26](Trifonov, V.)
[27](Genesis Chapter 21:12-13)

پکارا[28]۔ خدا نے حاجرہ کی رہنمائی کی اور انہیں پانی کا ایک کنواں
دکھایا جو کہ قریب ہی واقع تھا۔ فرشتے کے کہنے پر حاجرہ نے اس
سے پانی بھرا اور اسماعیل کو پلایا۔ خدا نے ان دونوں کی دیکھ بھال کی
۔ اسماعیل ایک عمدہ تیر انداز بن گئے ۔ اور فاران یا پاران کے بیابان
میں آباد ہوگئے۔[29] حاجرہ نے انکی شادی ایک مصری لڑکی سے کردی۔

اسحاق کی قربانی

حاجرہ کے گھر چھوڑنے کے کچھ عرصے کے بعد ، ابراہیم نےخواب دیکھا
کہ وہ اپنے بیٹے اسحاق کو موریاہ کی سرزمین پر لے جائیں اور انہیں
خدا کے راستے میں قربان کردیں۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق
موریاہ یروشلم میں وہی جگہ ہے۔ ۔ جہاں بعد میں سلیمان نے اپنا
ہیکل تعمیر کیا۔ ابراہیم اپنے بیٹے اسحاق کو بتائی ہوئی جگہ لے
گئے ۔ اور انکو قربانی کے لئے باندھ دیا ۔ ابراہیم اپنے بیٹے کوذبح
کرنے ہی لگے تھے کہ آسمان سے ایک فرشتۃ نمودار ہوا اور انہیں
اپنے بیٹے کو تکلیف دینے سے روکا ۔"اسحاق آپکا اکلوتا بیٹا ہے۔ اور آپ
اسے میرے لئے قربان کر رہے ہیں ، اب مجھے یقین ہو گیا ہے۔ کہ آپ
خدا کا احترام کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں"، فرشتے نے
کہا[30] ، ابراہیم کو اس ویرانے میں اچانک ایک مینڈھا نظر آگیا ۔ جس
کے سینگ جھاڑیوں میں پھنسےہوئے تھے۔ ابراہیم نے اپنے بیٹے کی بجائے
اس مینڈھے کوقربان کردیا۔ ان کی فرمانبرداری سے خدا بہت خوش
ہوا ، اور اس نے ابراہیم کو بے شمار اولاد عطا کرنے کا وعدہ کیا ۔
وقت گزرتا گیا ، ایک سو ستائیس برس کی عمر میں سارہ انتقال کر
گئیں ۔ انکی رحلت کے بعد ابراہیم نے کتورہ نامی ایک خاتون سے
شادی کی ۔ جن سے انکے کئی بچے پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے تمام بچوں
کو تحائف دئے ۔ لیکن اپنا ترکہ اسحاق کو دیا۔ ابراہیم نے ایک سو
پچھتر سال عمر پائی۔ ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ کے مدفن کے لئے
ایک غار خریدی تھی۔ابراہیم کی وفات پر انکے بیٹوں اسحاق اور
اسماعیل نے انہیں اسی غار میں انکی بیوی کےقریب دفن کیا[31]۔
اسماعیل ایک سو اکتیس برس کے تھے جب اس جہاں فانی سے کوچ کر

[28](Genesis Chapter 21:17)
[29](Genesis Chapter 21:21)
[30](Genesis Chapter 22:11-12)
[31](Genesis Chapter 25:9)

گئے ۔ ان کے بچے ایشور کی جانب ۔ مصر کے قریب کے علاقوں میں رہتے تھے۔

اسحاق کی کہانی

ابراہیم کے بیٹے اسحاق کی شادی تو چالیس برس کی عمر میں ربیکا نامی خاتون سے ہو گئی تھی لیکن وہ کئی سال بے اولاد رہے۔ اسحاق کی شادی کی کہانی بھی دلچسپ ہے۔ ابراہیم جب عمر رسیدہ ہوگئے تو انہیں بیٹے کی شادی کی فکر لاحق ہوئی۔وہ اپنے بیٹے کی شادی کسی کنعانی لڑکی سے نہیں کرنا چاہتے تھے[32]۔ انکی خواہش تھی کہ انکی بہو انکے اپنے ملک سے ہو۔ ایک دن انہوں نے اپنے ایک خادم خاص کو ڈھیر سارے تحائف دئے اور اسے اپنے آبائی ملک بھیج دیا ۔ انہوں نے غلام کو بتایا کہ خدا فرشتوں کے زریعے اسکی مدد کرےگا۔ غلام جب اپنی منزل پر پہونچا تو سیدھا کنوویں پر گیا ۔ اس نے خدا سے دعا کی کہ وہ مطلوبہ لڑکی کے دل میں ڈال دے کہ وہ اسے اور اسکے جانوروں کو پانی پلائے۔ ابھی خادم دعا مانگ ہی رہا تھا کہ ایک لڑکی آئی اور اسے پانی پیش کیا اور اسکے سارے جانوروں کو بھی پانی پلایا ۔ خادم نے اسے غیبی اشارہ سمجھا اور اس لڑکی کو قیمتی تحائف دئے جب وہ جانے لگی تو ابراہیم کے خادم نے اس کے گھر قیام کرنے کی درخواست کی۔ لڑکی بھاگ کر اپنے بھائی کو بلالائی ، وہ دونوں خادم کو اپنے گھر لے گئے ۔ جب کھانا چن دیا گیا تو خادم نے کہا کہ وہ اسوقت تک نہیں کھائے گا کہ جب تک وہ اسکی بات نہ سن لیں۔ خادم نے کہا کہ خدا نے اس کے مالک کو خوب مال و دولت سے نوازا ہے ۔ اور ایک بیٹا بھی عطا کیا ہے جو انکی کل جائیداد کا مالک ہے ۔اس نے کہا کہ ابراہیم نے انہیں اپنی بہو ڈھونڈنے کے بھیجا ہے ۔ اس نے اپنی دعا اور ربیکا سے ملاقات کا احوال بھی دہرایا ۔ جواب میں لابن نے کہا کہ یہ بات خدا کی جانب سے ہے ، اس میں کوئی کیا کہ سکتا ہے، ربیکا لو اور رخصت ہو جاو، لابن بولا[33]۔ جب ربیکا سے انکی مرضی پوچھی گئی تو وہ فورا تیار ہوگئیں۔ اسحاق چالیس سال کے تھے جب ربیکا سے ان کی شادی ہوئی۔ شادی کے کئی سال بعد بھی دونوں کو اولاد نہ ہوئی تو اسحاق نے اپنے رب سے خوب دعا کی۔ آخر خدا نے انکی دعا سن لی اور ربیکا حاملہ ہو گئیں ۔ طویل انتظار کے بعد ماں بننے کے خیال سے وہ انتہائی خوش تھیں لیکن جلد ہی انکی خوشی پریشانی میں بدل گئی جب انکو اپنے پیٹ میں ناقابل

[32](Genesis Chapter 24:3)
[33](Genesis Chapter 24:51)

برداشت درد محسوس ہونے لگا ۔ یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے وہ
تکلیف سے کراہیں ۔ خدا نے انہیں خواب میں بتایا کہ انکو تکلیف اس
لئے محسوس ہو رہی ہے کہ انکی کوکھ میں دو قومیں ہیں۔ جب
پیدائش کا وقت آیا تو دو بچے آگے پیچھے پیدا ہوئے ۔ پہلا بچہ سرخ
رنگ کا تھا اوربالوں نے اس کے پورے جسم کو ڈھانپا ہوا تھا ۔ اس کا
نام عیسو رکھا گیا۔ عیسو کے بعد انکے بھائی پیدا ہوئے ، انہیں یعقوب
کا نام دیا گیا۔ عیسو ایک بہترین شکاری بن گئے جبکہ یعقوب کم گو
تھے اور خیموں میں رہنا پسند کرتے تھے ۔ اسحاق کو عیسو کے شکار
کئے جانوروں کا گوشت بہت بھاتا تھا ۔ وہ ان سے زیادہ پیار کرنے
لگے ۔ جبکہ ماں یعقوب سے زیادہ محبت کرتی تھیں۔ جب اسحاق
بوڑھے ہوگئے ، اور ان کی بصارت بھی کمزور ہوگئی تو ایک دن
انہوں نے عیسو سےشکار کے گوشت کی فرمائش کی اور کہا کہ وہ
اس کھانے کے بعد انہیں اپنا وارث بنادیں گے۔ جونہی عیسو شکار کے
لئے نکلے ماں کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کی عیسو کی بجائے
یعقوب کو سب کچھ مل جائے۔ انہوں نے یعقوب سے کہا کہ وہ ریوڑ
میں سے ایک بکری ذبح کر لائیں وہ اسے عمدگی سے پکائیں گی ۔
یعقوب اس کھانے کو باپ کو کھلا کر انہیں خوش کردیں اور انعام پائیں
یعقوب کو تردد ہوا تو والدہ نے انہیں یقین دہانی کروائی کہ اس کا
گناہ یعقوب کو نہیں بلکہ ان کو ہوگا کیونکہ یہ انکا مشورہ ہے[34]۔
یعقوب نے بکری ذبح کی اور ماں سے پکوا کر باپ کو پیش کردی ۔
ربیکا نے انکے جسم پر بکری کے بال لگادئے اور عیسو کے کپڑے پہنا دئے
تاکہ اسحاق کو شک نہ ہو ۔ جب یعقوب کھانا لے کے اسحاق کے پاس
گئے تو انہیں تعجب ہوا کہ وہ شکار سے اتنی جلدی کیسے واپس آگئے
ہیں تاہم جسم ٹٹولنے پر بال محسوس کر کے اور عیسو کے کپڑوں
کی خوشبو سے اسحاق مطمئن ہو گئے اور انہیں اپنا جان نشین مقرر
کردیا۔ عیسو جب شکار سے لوٹے اور باپ کو کھانا پیش کیا تو اسحاق
نے انہیں بتایا کہ وہ تو اپنا سب کچھ اس کے نام کر چکے ہیں جو ان کے
لئے پہلے کھانا لے کے آیا تھا ، اب عیسو اور اسحاق کو اندازہ ہوا کہ
یعقوب نے انکے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ عیسو نے غصے میں عہد کیا کہ
وہ باپ کی رحلت کے بعد اپنے بھائی یعقوب کو قتل کردیں گے ۔ انکی
یہ بات ماں نے بھی سن لی۔ ربیکا نے اسحاق کی اجازت سے یعقوب
کو اپنے بھائی کے گھر روانہ کردیا۔جاتے ہوئے اسحاق نے نصیحت کی کہ
وہ اپنے ماموں کی لڑکی سے ہی شادی کرلیں اور کسی کنعانی عورت

[34](Genesis Chapter 27:6-12)

سے شادی نہ کریں۔ انہوں نے دعا کی کہ یعقوب کی اولاد ایک بڑی قوم بنے اور خدا وہ سارے انعام و اکرام یعقوب کو عطا فرمائے، جن کا اس نے ابراہیم سے وعدہ کیا ہے۔ یعقوب کے جانے پر جب عیسو کو معلوم ہوا کہ ان کے والد کنعانی عورتوں کو پسند نہیں کرتے ، تو وہ اپنے چچا اسماعیل کے پاس چلے گئے اور انکی بیٹی مہالاتھ سے بیاہ کرلیا[35] تاہم انہوں نے اپنی کنعانی بیویاں بھی برقرار رکھیں

خدا کا یعقوب سے وعدہ

یعقوب حاران کی جانب روانہ تھے کہ راستے میں رات ہوگئی ، وہ رات گزارنے رک گئے اور ایک میدان میں سو گئے ، کیا دیکھتے ہیں کہ زمین پر ایک بہت بڑی سیڑھی ہے جو آسمان تک پہونچی ہوئی ہے ۔ خدا کے فرشتے اس پر چڑھ اتر رہے ہیں ۔ پھر انہوں کے خدا کو دیکھا جو کہ رہا تھا کہ میں ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں، جس زمین پر تو لیٹا ہے، میں اسے تجھے اور تیری نسلوں کو دوں گا ، تیری نسل چار سو پھیل جائے گی ، تو جہاں کہیں بھی جائے گا میں تیری حفاظت کروں گا اور تجھے اس ملک میں واپس لاوں گا۔جب یعقوب بیدار ہوئے تو ان پر ہیبت طاری ہوگئی ۔ انہوں نے سوچا کہ یہ پر جلال جگہ خدا کے گھر کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے، یہ تو آسمان کا پھاٹک ہے۔اب یعقوب نے اس پتھر کو سیدھا کھڑا کیا جس کو انہوں نے رات کو تکئے کے طور پر استعمال کیا تھا ۔ اس پر تیل ڈالا اور اس مقام کا نام لوز سے تبدیل کرکے بیت ایل رکھ دیا۔ انہوں نے خدا سے عہد کیا کہ وہ اگر انہیں خوراک اور ملبوسات فراہم کرے گا اور انکی حفاظت کرے گا تو وہ اپنی آمدن کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں خرچ کریں گے۔[36] سفر کرتے ہوئے یعقوب مشرق کے شہر جا پہونچے۔ شہر میں پہنچ کر انہوں نے اپنے رشتے داروں کا پتہ معلوم کیا اور بتائی ہوئی جگہ پہنچ کر ایک کنوویں پر رک گئے۔ یہاں انکی ملاقات اپنے ماموں لابن کی بیٹی راحیل سے ہوئی ۔ یعقوب کو راحیل پہلی نظر میں ہی پسند آگئیں ۔ جب یعقوب نے تعارف کروایا تو وہ گھر والوں کو خبر کرنے دوڑیں ۔ سب لوگ فورا کنویں پرپہنچ گئے اور یعقوب کا استقبال کیا۔ یعقوب لابن کے جانوروں کی نگہداشت کرنے لگے جب ایک مہینہ گزر گیا تو لابن نے ان سے کہا کہ وہ انکے رشتہ دار ہیں مناسب نہیں کہ بغیر اجرت کام کریں، جواب میں یعقوب نے لابن کی بیٹی کا ہاتھ مانگ لیا ۔ انہوں نے کہا کہ اگر لابن راحیل سے انکی شادی کردیں تو اس

[35](Genesis Chapter 28:9)
[36](Genesis Chapter 28:20-22)

کے عوض وہ سات سال تک انکی خدمت کریں گے لابن راضی ہوگئے
کہ بیٹی کے لئے قریبی رشتہ دار سے زیادہ موزوں رشتہ کیا ہوسکتا
ہے۔ سات سال کام کرنے کے بعد یعقوب نے شادی کا تقاضا کیا تو
لابن نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ایک شاندار ضیافت کے بعد اپنی بیٹی
یعقوب سے بیاہ دی۔ اگلے روز جب یعقوب بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے
پہلو میں راخیل کی بجائے لیاہ کو پایا۔ لیاہ لابن کی بڑی بیٹی تھی ۔
انکی آنکھیں کمزور تھیں۔ راخیل لیاہ کے مقابلہ میں سڈول اور زیادہ
خوبصورت تھیں ۔ یعقوب بہت جز بز ہوئے اور اپنے ماموں کے پاس
پہنچ گئے ۔" میں نے راخیل کے لئے سات سال آپکی خدمت کی لیکن آپ
نے میرے ساتھ دھوکہ کیا"، انہوں نے اپنے ماموں سے احتجاج کیا[37]۔
لابن نے انہیں سمجھایا کہ ان کے ہاں رواج ہے کہ بڑی بیٹی کو بیاہے
بغیر چھوٹی کی شادی نہیں کرتے اس لئے انہوں نے یعقوب کی شادی
لیاہ سے کی۔انہوں نے کہا کہ سات یوم کے بعد انکی شادی راخیل سے
بھی کر دی جائے گی ،لیکن شر یہ ہے کہ یعقوب اگلے سات سال انکے
پاس کام کریں ۔ یعقوب مان گئے۔ سات روز بعد انکی شادی راخیل
سے ہوگئی۔ یعقوب کو راخیل سے بہت محبت تھی جبکہ لیاہ انکی
توجہ سے محروم تھیں ۔ شائد اسی لئے خدا نے لیاہ کو تو اولاد سے
نواز دیا، لیکن راخیل بچوں سے محروم رہیں۔
راخیل اتنی مایوس ہوگئیں کہ انہوں نے یعقوب سے کہا کہ وہ انکی
خادمہ سے اولاد حاصل کریں ۔ کچھ عرصہ بعد انکی بھی سنی گئی
اور خدا نےا نہیں یوسف عطا کردئے ۔ یوسف کی پیدائش کے ساتھ
ہی ہجرت کا حکم آگیا ۔ کہا گیا کہ یعقوب اپنے آبائی شہر لوٹ
جائیں۔ یعقوب نے واپسی کی اجازت طلب کی تو لابن پہلےتو نہ مانے
کہ یعقوب کی وجہ سے انکے مال و دولت میں بہت اضافہ ہوا تھا ۔
تاہم جب یعقوب نے اصرار کیا تو لابن راضی ہو گئے مگراصرارِ کیا
کہ وہ یعقوب کو انکی اجرت ادا کئے بغیر نہیں جانے دیں گے۔ یعقوب
نے اجرت میں انکے چتکبرے جانور طلب کر لئے ۔ پہلے تو لابن مان گئے
مگر پھر بعد میں جب انہوں نے سوچا کہ یعقوب ، انکی اولاد کے ساتھ
ساتھ انکے جانور بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے تو انکے دل میں لالچ اگیا۔
انہوں نے اپنے تمام چتکبرے یا داغدار مویشی اپنے بیٹے کو دیئے اور اس
کو دور بھیج دیا۔

[37](Genesis Chapter 29:25)

یعقوب کی جینیاتی انجئنرنگ

خدا کی رہنمائی پر یعقوب نے سفیدے ،بادام اور چنار کے درختوں کی
ہری شاخوں کو اس طرح چھیلا کہ اندر کی سفید لکڑی دکھائی دینے
لگی۔ پھر انہوں نے ان چھیلی ہوئی تمام شاخوں کو جانوروں کے پانی
پینے کے حوض کے قریب رکھ دیا کہ جب جانور پانی پینے آئیں تو وہ انکو
نظر آئیں ۔ [38] جب جانور حمل کی حالت میں حوض پر پانی پینے آتے یا
ان شاخوں کے سامنے اختلاط کرتے تو دھاری دار جلد کے بچے پیدا
ہوتے۔ جب بھی طاقتور جانور اختلاط کے قریب ہوتے یعقوب دھاری
دار شاخیں ان کے سامنے رکھ دیتے لیکن کمزور جانوروں کے سامنے نہ
رکھتے۔جب بچے پیدا ہوئے تو یعقوب نے دھاری دار جانوروں کو علیحدہ
کرلیا ۔ یوں وہ بے شمار توانا جانوروں کے مالک بن گئے۔ ایک روز انہوں
نے اپنی بیویوں کو تمام احوال بتایا اور کہا کہ وہ خاموشی سے اپنے
گھر روانہ ہونا چاہتے ہیں انکی بیویوں نے انکے منصوبہ کی تائید کی۔
جب یعقوب اپنے کنبے اور تمام دھاری دار جانوروں کو لے کر نکلنے لگے
تو یعقوب کی بیوی راخیل نے اپنے والد کا ایک بت اپنے سامان میں رکھ
لیا ۔وہ بت لابن کو بہت عزیز تھا وہ انکے پیچھے آگئے ۔لیکن تمام
سامان کی تلاشی کے باوجود انکا بت یا کھلونا نہ ملا ۔ وہ بت راخیل
نے اپنے اونٹ کی ہودی میں چھپا دیا تھا اور خود اس پر بیٹھ گئیں تھیں۔
جب لابن ناکام ہو گئے تو بات چیت کے بعد انہوں نے یعقوب سے صلح
کرلی اور انہیں تمام مال و متاع کے ساتھ اپنے آبائی گھر لوٹنے کی
اجازت دے دی۔ جب یعقوب کا قافلہ اپنے وطن کے قریب پہنچا تو انہوں
نے بہت سے مویشی اور تحائف دے کر کچھ لوگوں کو اپنے بھائی کی
طرف روانہ کیا تاکہ تحائف دیکھ کر بھائی اپنی رنجش بھول جائیں ۔
لیکن عیسو تو پہلے ہی تمام عداوت بھول چکے تھے۔ انہوں نے اپنے
بھائی اور انکے خاندان کو خوش آمدید کہا۔

یعقوب کی خدا سے کشتی

اسی رات جب یعقوب تنہا تھے ایک شخص آیا اور ان سے کافی دیر تک
لڑتا رہا۔ اس شخص نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ وہ جیت نہیں رہا
ہے، یعقوب کی ران کے جوڑ پر وار کیا۔ پو پھٹنے کے قریب جب اس
شخص نے جانا چاہا تو یعقوب نے کہا کہ وہ اسے اس وقت تک نہ
چھوڑیں گے جب تک وہ انکے لئے دعا نہ کرے۔ "تیرا نام کیا ہے؟" ۔ اس
شخص نے پوچھا ۔ "یعقوب" وہ بولے۔ نہیں تیرا نام آج سے اسرائیل

[38](Genesis Chapter 30:37-38)

ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور انسانوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب آیا اس شخص نے کہا[39]۔ یہودیوں کا ماننا ہے کہ وہ شخص خدا تھا ، اس لئے اس واقعے کو یعقوب کی خدا سے کشتی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ یہودی آج بھی جانور کے ران کے جوڑ والا حصہ نہیں کھاتے۔[40]

یعقوب اپنے اہل و عیال کو لے کر واپس کنعان پہنچ گئے اور وہیں آباد ہوگئے ۔ قدیم کنعان آج کے لبنان ، اسرائیل ، فلسطین ، شمالی مغربی اردن اور شام کے کچھ مغربی علاقوں پر مشتمل تھا۔ یعقوب کے بارہ بیٹے تھے روبن ، شمعون ، لاوی ، یہوداہ ، دان ، نفتالی ، گاڈ ، اشیر ، عساکر ، زبولون ، یوسف اور بنیامین۔ یعقوب کے یہ بیٹے بعد میں اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے۔ یوسف اور بنیامین راخیل میں سے تھے

یوسف کی کہانی

یعقوب اپنے دوسرے بیٹوں کے مقابلے میں یوسف سے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ ایک تو وہ اسوقت پیدا ہوئے جب یعقوب بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے دوسرا سترہ سالہ یوسف بہت ہی سعادت مند اور فرماں بردارتھے۔ یعقوب کی یوسف کے لئے بے پایاں محبت دیکھ کر انکے بھائی ان سے حسد کرنے لگے۔وہ یوسف سے انکے خوابوں کی وجہ سے بھی جلتے تھے ۔ کہ وہ یوسف کی برتری کی پیشن گوئی کرتے تھے، مثلا ایک دن یوسف نے دیکھا کہ سورج ، چاند ، اور گیارہ ستارے انکو سجدہ کر رہے ہیں۔ بھائیوں کو بہت غصہ آیا ۔ حسد میں یوسف کے بھائیوں نے پہلے تو انہیں ایک گڑھے میں پھینکا کہ انہیں جانور کھا جائیں مگر تاجروں کے ایک قافلے کو دیکھ کر ارادہ تبدیل کرلیا اور یوسف کو چاندی کے بیس سکوں کے عوض سوداگروں کو بیچ ڈالا۔انہوں نے یوسف کی قمیض پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر باپ کو بتایا کہ یوسف کو جانور کھا گئے ہیں۔ اس خبر سے یعقوب اتنا غمگین ہوئے کہ ساری عمر سوگ میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر سوداگر یوسف کو لے کر مصر پہنچ گئے ۔ اور یوسف کو فرعون کے ایک افسر کے ہاتھ بیچ دیا۔یوسف کی صلاحیتیں دیکھ کر فو طیفار نے انہیں اپنے گھر کا نگران مقرر کردیا۔ فوطیفار کی بیوی یوسف کی وجاہت اور خوبصورتی سے اتنا متاثر ہوئی کہ ان کو دل دے بیٹھی، وہ ہر قیمت پر یوسف کے ساتھ سونا چاہتی تھی۔ ایک دن جب گھر میں کوئی نہیں تھا فوطیفار کی بیوی (جنہیں قرآن زلیخا کہتا ہے) نے یوسف کا دامن

[39](Genesis Chapter 32:29)
[40](Genesis Chapter 32:33)

پکڑ لیا جب یوسف کسی طرح اپنے مالک کے اعتماد کو دھوکے دینے پر آمادہ نہ ہوئے تو اس نے شور مچادیا کہ یو سف نے دست اندازی کی ہے۔ جب فوطیفار کو پتہ چلا تو سخت برہم ہوا اور غصے میں یوسف کو قید کردیا۔ کچھ عرصے بعد فرعون مصر اپنے باروچی اور خادم سے ناراض ہو گیا ۔ اس نے انہیں اسی جیل میں بھیج دیا جس میں یوسف قید تھے۔ایک رات ان دونوں نے خواب دیکھے جب یوسف تک بات پہنچی تو انہوں نےتعبیر دی ۔ یوسف نے خادم کو بتایا کہ وہ اپنی ملازمت پر بحال ہو جائے گا ، اورجب وہ فرعون کی خدمت میں پیش ہو تو اس سے ان کا ذکر کرے ۔باورچی کو کہا کہ اسے قتل کردیا جائے گا، کچھ روز بعدیوسف کی تعبیر کے مطابق باورچی کو قتل کردیا گیا لیکن خادم بحال ہوگیا ۔ وہ یوسف کو بھول گیا اور ان کا ذکر نہ کیا۔ ایک روز فرعون نے ایک خواب دیکھا جس کا جواب کسی سے بن پڑا کسی کو نہیں سمجھ آیا کہ وہ خواب کیا ہے۔ اس وقت باروچی کو یوسف کی یاد آئی اور اس نے فرعون کو انکے بارے میں بتایا ۔ فرعون نے فورا یوسف کو طلب کرلیا۔"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں دریائے نیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دریا سے سات موٹی تازی گائیں نکلیں اور قریبی چراگاہ میں چرنے لگیں ۔ کچھ ہی دیر بعد مزید سات گائیں دریا سے برآمد ہوئیں ، جو نہائت ہی بدصورت اور لاغر تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاغر گائیں موٹی تازہ گائیوں کو ہڑپ کر گئیں" فرعون نے اپنا خواب سنایا۔ یوسف بولے کہ سات موٹی گائیں خوش حالی کے سات سال ہیں جن میں خوب فصل ہو گی ۔جبکہ سات لاغر گائیں خشک سالی کے سات سال ہیں جن میں شدید قحط پڑے گا انہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ مشکل سے بچنے کے لئے سات سال فصل ذخیرہ کریں اور تنگی کے سالوں میں اسے استعمال کریں بادشاہ انکی فراست سے بہت خوش ہوا اور انہیں فصل ذخیرہ کرنے کا فریضہ سونپ دیا۔ وہ صرف بادشاہ کو جواب دہ تھے اس طرح انکا رتبہ وزیر اعظم کے برابر تھا[41]۔ یوسف کی عمر اس وقت تیس سال تھی جب وہ فرعون کے وزیر بنے۔ سات سال کی کثرت کے دوران ، یوسف نے اتنا اناج اکٹھا کیا کہ اسکا حساب رکھنا نا ممکن ہوگیا۔ سات سال کی قلت کے بعد ، زبردست قحط پڑا ، دنیا میں اناج ختم ہونے لگا ۔ دنیا اناج خریدنے مصر پہنچ گئی۔ کنعان میں بھی قحط تھا ، یعقوب نے بھی اپنے بچوں کو مصر بھیجا کہ وہ جاکر کچھ اناج خرید لائیں ۔ جب وہ مصر پہونچے تو انہیں یوسف کی

[41](Genesis Chapter 41:38-41)

خدمت میں پیش کردیا گیا۔ وہ سب یوسف کامرتبہ دیکھ کر انکے
سامنے جھک گئے ۔ یوسف نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور ایک حکمت
عملی کے ذریعے اپنے بھائیوں اور والد کو مصر بلوایا ۔یعقوب کو جب پتہ
چلا کہ یوسف زندہ ہیں ، تو وہ بے انتہا خوش ہوئے اور مصر کی
جانب روانہ ہوگئے۔ کنعان سے مصر کے سفر کے دوران ، جب وہ
بیرسبع نامی جگہ پر پہونچے تو انہوں نے خدا کے راہ میں قربانی کی۔
وہیں انہوں نے خدا کو خواب میں دیکھا ۔اس نے انہیں مصر جانے کی
ترغیب دی اور کہا کہ وہ انہیں ایک عظیم قوم بنا دے گا۔ مصر پہنچے
تو یوسف انہیں فرعون سے ملانے لے گئے ۔ فرعون نے یعقوب کی بہت
تکریم کی ۔ یعقوب نے گوشن نامی علاقہ میں سکونت اختیار کرلی۔
قحط شدید ہوا تو مزید لوگ اناج خریدنے مصر پہنچ گئے ۔ یوسف
اناج کی فروخت سے جمع ہونے والی ساری رقم فرعون کے حوالے
کردیتے ۔ لوگوں کے پاس جب پیسے ختم ہوگیا تو وہ ادائیگی کے لئے
مویشی لے آئے۔ پھر وہ یوسف کو اپنی زمینیں بیچنے لگے ۔ یوسف نے
جب مقامی لوگوں کی تمام زمینیں خرید لیں تو انکو بیج دئے اور کہا
کہ زمینیں تو فرعون کی ملکیت ہیں لیکن وہ جاکر کھیتی باڑی کریں
اور اپنی فصل کا پانچواں حصہ فرعون کو ادا کریں ۔ مسلسل قحط کے
مارے لوگوں نے اس شرط کو بخوشی قبول کرلیا ۔ یوسف کا بنایاقانون
کہ پیداوار میں سے پانچواں حصہ فرعون کا ہوگا کافی عرصہ لاگو
رہا[42]۔ یعقوب سترہ سال مصر میں رہے۔ اور ایک سو سینتالیس سال
کی عمر میں وفات پائی۔ اپنی رحلت کے قریب انہوں نے یوسف کو بلایا
اور وصیت کی کہ انہیں کنعان میں انکے آباو اجداد کے ساتھ دفن کیا
جائے۔ یعقوب کی رحلت کے بعد یوسف نے فرعون کو اپنے باپ کی
خواہش سے آگاہ کیا اور انہین کنعان جاکر دفن کرنے کی اجازت
مانگی۔ بادشاہ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ اپنے امرا کو بھی یوسف کے
ساتھ کردیا۔ لاش کو اتنے طویل سفر کے دوران محفوظ رکھنے لئے
شاہی طبیبوں نے چالیس روز تک شب و روز کام کیا۔ مصر کے مختلف
علاقوں سے کھدائیوں کے دوران ملنے والی حنوط شدہ لاشیں آج بھی
مصریوں کے فن کمال کی یاد دلاتی ہیں۔ مصریوں نے یعقوب کی وفات
کا ستر روز تک سوگ منایا ۔ جس کے بعد یوسف اور انکے بھائی میت
کر کنعان کی جانب روانہ ہوئے ۔ امرا اور درباریوں پر مشتمل یہ ایک
عظیم الشان لشکر تھا جو مصر سے نکلا۔ کنعان پہونچ کر یعقوب کے
بیٹوں نے انہیں اسی غار میں دفن کیا جہاں ابراہیم اور انکے دوسرے

[42](Genesis Chapter 47:26)

آباء و اجداد دفن تھے۔ والد کو دفنانے کے بعد ، یوسف اور ان کے بھائی مصر لوٹ آئے۔ والد کی وفات کے بعد یوسف کے تمام بھائی سجدے میں گرگئے اور ان سے ماضی کی بدسلوکیوں کی مافی مانگی۔ یوسف نے اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت ہی مشفقانہ برتاو کیا۔ یوسف ایک سو دس سال زندہ رہے۔ اپنی وفات کے قریب انہوں نے اپنے بھائیوں کو جمع کیا اور وصیت کی کہ جب وہ کنعان لوٹیں تو انکی ہڈیو ں کو ساتھ لے کر جائیں۔

اسرائیل کا مسیحا۔ موسی

وقت گزرتا گیا ، یوسف کے تمام بھائی فوت ہوگئے ۔ لیکن اسرائیلی بڑھتے رہے۔ اور ایک قوم میں تبدیل ہوگئے۔ لیکن وقت کے ساتھ بہت چیزیں تبدیل ہوگئیں۔ ایک ایسا بادشاہ اقتدار میں آیا ،جس کی نظر میں یوسف کی خدمات کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اسے تو اسرائیلیوں کی تعداد سے خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں وہ اسکے اقتدار پر ہی نہ قابض ہوجائیں۔ اس نے انہیں جبری مشقت میں جھونک دیا ۔ اور دو نئے شہر تعمیر کرنے پر لگا دیا۔ لیکن مصری جتنا ظلم کرتے اسرائیلی اتنی ہی تیزی سے بڑھتے رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مصری مزید بے رحم ہوگئے اور ان پر زیادہ مشقت کا بوجھ ڈال دیا ۔ لیکن جب اسرائیلی کسی طور پر کم نہ ہوئے تو فرعون نے ہر نئے پیدا ہونے والے اسرائیلی مرد بچے کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب مصری مظالم حد سے بڑھ گئے تو خدا کی لاٹھی حرکت میں آگئی ۔
اسرائیلیوں کو مصریوں کے ظلم سے نجات دلوانے کے لئے خدا نے موسی کو مقرر کیا۔ قوم اسرائیل کا مصر سے کنعان تک کا سفر چالیس برس پر محیط تھا ۔ پورے سفر کے دوران خدا نے قوم کی قدم قدم پر معجزانہ طور پر مدد کی۔ خود موسی کا زندہ رہنا بھی کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ یہ خدا کا معجزہ تھا کہ انکا دشمن ہی انکا محافظ بن گیا ۔ انکی پرورش اسی فرعون کے محل میں ہوئی جس نے ہر اسرائیلی نومولود کو قتل کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ موسی یعقوب کے بیٹے لاوی کی اولاد میں سے تھے ۔ انکی والدہ نے انہیں ٹوکر ی میں ڈال کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ یہ ٹوکری تیرتے تیرتے معجزانہ طور پر اس جگہ آن پہونچی جہاں فرعون کی بیٹی(مسلمان عقیدے کے مطابق فرعون کی بیوی) بیٹھی تھیں[43] ۔ انہوں نے بچے کو دیکھا تو اسے گود لینے کا فیصلہ کرلیا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ فرعون کی بہن نے

[43](Exodus 2:5)

دودھ پلانے کے لئے موسی کی والدہ کو ہی متعین کیا۔ فرعون کی بہن نے نومولود کا نام موسی رکھا جس کا مطلب تھا باہر نکالا گیا۔ موسی کا بچپن شاہی محل میں گزرا یہاں تک کہ وہ بڑے ہوگئے۔ ایک دن ایک مصری کو ایک اسرائیلی پر ظلم و ستم کرتے دیکھ کرخود پر قابو نہ پاسکے اور اسے ایک مکہ جڑ دیا ۔ ضرب سے مصری ہلاک ہوگیا اور موسی کو مصر سے فرار ہونا پڑا[44]۔ موسی مدیان پہونچ گئے ، یہاں ایک کنویں پر انکی ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی انہوں نے اسے پانی بھرنے میں مدد کی ۔ یہ ایک بڑے کاہن کی بیٹی تھیں۔وہ انہیں گھر لے گئیں ۔ جب کاہن موسی سے ملے تو بہت خوش ہوئے اور اپنی ایک بیٹی صفورہ سے انکی شادی کردی ۔ موسی وہیں رہنے لگے اور اپنے سسر کی بکریاں چرانے لگے۔۔ اسی اثنا میں مصر کا بادشاہ فوت ہوگیا۔ ایک دن موسی بکریاں چراتے دور نکل گئے۔۔ اور حورب کے پہاڑ تک پہونچ گئے ۔ کہ یکایک ایک جھاڑی سے ایک شعلہ نمودار ہوا۔میں تمہارے باپ ، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا خدا ہوں۔ ، ندا آئی اورموسی پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہوں نے اپنا منہ چھپا لیا[45]۔ خدا نے موسی سے کہا کہ مصری بنی اسرائیل پر ظلم ڈھا رہے ہیں ۔ اس نے بنی اسرائیل کی فریاد سن لی ہے۔ اسلئے اب وہ انہیں مصر سے نکال کر ایک ایسی سرزمین بھیجنا چاہتا ہے۔ جہاں دودھ اور شہد بہتا ہو[46]۔ خدا نے موسی کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جائیں، اور قوم اسرائیل کو مصر سے نکالیں۔ موسی ہچکچائے تو رب نے انہیں تسلی دی کہ وہ ہمہ وقت انکے ساتھ ہوگا۔ خدا نے موسی کو عصا کا معجزہ دیا ۔ وہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈالتے تو وہ سانپ بن جاتی تھی اور جب سانپ کو دم سے پکڑتے تو وہ دوبارہ عصا بن جاتی ۔خدا نے موسی کو ایک دوسرا معجزہ بھی دیا جب وہ اپنے ہاتھ کو لباس کے اندر ڈالتے تھے تو وہ کسی کوڑھی کی مانند سفید برف ہو جاتا تھا ، موسی جب اپنا ہاتھ دوبارہ چوغہ میں ڈالتے تو وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آجاتا ۔ خدا نے انہیں ایک تیسرا معجزہ بھی دیا، وہ جب بھی دریائے نیل سے پانی نکال کر زمین پر ڈالتے وہ خون کی شکل اختیار کرجاتا[47] ۔ موسی کی زبان میں لکنت تھی ۔ اس وجہ سے وہ ذمہ داری اٹھانے سے ہچکچا رہے تھے ۔ انہوں نے خدا سے درخواست کی وہ اس کام کے لئے کسی اور کو متعین کردے ۔خدا

[44](Exodus Chapter 2:11-14)
[45](Exodus Chapter 2:3-6)
[46](Exodus Chapter 3:8)
[47](Exodus Chapter 4:3-9)

ناراض ہوا اور کہا کہ وہی یہ کام کریں گے اور موسی کے بھائی
ہارون کو انکا مددگار متعین کردیا[48]۔ خدا کی ہدایت پر ، موسی مصر
لوٹ آئے اور بنی اسرائیل کے سب برگوں کو ایک جگہ جمع کرکے سارا
ماجرہ بیان کیا اور خدا کے عطا کردہ معجزے دکھائے ۔ بنی اسرائیل نے
سر تسلیم خم کردیا۔ مگر جب موسی اور ہارون فرعون کے سامنے
پیش ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ بنی اسرائیل کو ان کے
ساتھ مصر سے باہر جانے دیں تو بادشاہ نے موسی کو کام سے کام
رکھنے کا مشورہ دیا ۔ لیکن اس نے بنی اسرائیل کا کام پہلے سے بھی
بڑھا دیا ۔ پہلے انہیں اینٹیں بنانے کے لئے بھوسہ فراہم کیا جاتا تھا ۔
پھر انہیں بھوسے کے بغیر اینٹیں بنانے کو کہا گیا [49]اب وہ سارا ساردن
بھوسے کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ۔ اینٹیں اگر کم بنتیں تو انکو مار
پیٹا جاتا۔ بنی اسرائیل موسی سے بددل ہوگئے کہ انکی وجہ سے انکی
مشکلات میں اضافہ ہوگیا تھا۔ موسی کے بار بار اصرار پر بھی فرعون
کا دل موم نہ ہوا۔ خدا نے موسی پر کئی عذاب بھیجے لیکن وہ پھر بھی
نہ مانا۔ ایک دن ہر طرف سے اتنے مینڈک نکل آئے کہ پورا مصر چھپ
گیا ۔ گھروں بستروں تندوروں آٹا گوندھنے کی جگہ ہر طرف مینڈک
ہی مینڈک تھے۔ خدا نے دریائے نیل کا پانی لہو میں تبدیل کردیاکہ وہ
پینے کے قابل نہ رہا ۔ مگر فرعون نہ مانا۔ ہر طاعون سے پہلے موسیٰ
نے فرعون سے اپنی قوم کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا ، لیکن ہر بار
بادشاہ نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ خدا نے پوری مصری قوم کے پہلوٹھی
کے تمام نر بچے ہلاک کردئیے۔ جب فرعون کا اپنا بچہ ہلاک ہوا تو اس
نے ہار مان لی اور اسرائیلیوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ چلنے سے
پہلے خدا کے کہنے پر بنی اسرائیل نے اپنے ہمسایوں سے زیور ادھار
مانگ لیا اور اسے واپس کئے بغیر مصر سے روانہ ہو گئے۔ یعقوب جب
مصر آئے تو انکے ساتھ انکے کنبہ کے ستر افراد تھے ۔ چار سو تیس
سالوں یہ ستر افراد لاکھوں میں تبدیل ہو گئے۔ موسی جب بنی
اسرائیل کے ساتھ مصر سے روانہ ہوئے تو صرف مردوں کی تعداد چھ
لاکھ تھی۔ بچے اور خواتین انکے علاوہ تھے۔ موسی کے مصر سے روانے
ہوتے ہی فرعون کو احسا س ہوا کہ مفت کے مزدور تو اس نےکھو دئے
ہیں۔اس نے قوم اسرائیل کو واپس لانے کے لئے تیز رفتار رتھوں کی
فوج بھیجی ۔ جس نے جلد ہی موسی اور انکے لوگوں کو آ لیا ۔ لوگوں
نے فرعون کی فوج دیکھی تو موسی پر برہم ہوئے کہ وہ انہیں بیابان
میں مروانے کو مصر سے نکال لائے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ

---
[48](Exodus Chapter 4:13-14)
[49](Exodus Chapter 5:7)

وہیں رہتے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خدا نے موسی کو عصا سمندر میں ڈالنے کو کہا موسی نے جیسے ہی عصا ڈالا سمندر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور اس میں خشکی کا راستہ بن گیا۔موسی کی پوری قوم سمندر میں سے گزر گئی ۔ موسی کی قوم کو گزرتا دیکھ کر فرعون کی فوج بھی انکے پیچھے لپکی ۔ جیسے ہی فوج بیچوں بیچ پہنچی سمندر پھر سے جاری ہوگیا۔ فرعون کی پوری فوج دیکھتے ہی دیکھتے پانی میں غرق ہوگئی[50]

اسرائیل کے صحرا میں چالیس سال

سمندر کے دو لخت ہوجانے کا معجزے کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے موسی پر بھروسے کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ان کا اعتماد عارضی ثابت ہوا۔ صحرا کا مشکل سفر شروع ہوا تو جلد ہی کئی ہمت ہار گئے۔ ٹھیک ڈیڑھ ماہ کے بعد ، لوگ بھوک سے تنگ آگئے۔ موسی کی درخواست پر خدا نے آسمان سے بھنے ہوئے بٹیر اور من نازل کیا[51] ۔ من سفید رنگ کا تھا اور اس کا ذائقہ شہد سے بنی بوندی جیسا تھا۔ انکی پیاس بجھانے کو خدا نے چشمے جاری کئے جب خدا کے حکم پر جماعت نے رفیدم کے علاقہ میں قیام کیا تو پینے کا پانی نہ پاکر وہ موسی سے الجھنے لگے کہ وہ انہیں اور انکے بچوں کو پیاسا مارنے کو مصر سے نکال لائے ہیں۔ وہ دراصل آزمانا چاہتے تھے کہ خدا انکے ساتھ ہے بھی یا نہیں ۔ خدا کے حکم پر موسی نےحورب کی چٹان پر اپنا عصا مارا تو اس سے پانی جاری ہوگیا[52]۔ تین ماہ کے سفر کے بعدجب قافلہ کوہ سینا پہنچا تو وہیں خیمہ زن ہوگیا[53]یہیں خدا نے موسی سے کہا کہ وہ جاکے اپنی قوم کو بتادیں کہ اگر وہ مکمل طور پر خدا کی فرمان برداری کریں گے تو خدا انہیں اپنا مقرب بنا لے گا۔ اور وہ کاہنوں کی ایک مقدس قوم بن جائیں گے۔ کیونکہ ساری زمین کا مالک وہی ہے۔ موسی نے جب خدا کی تمام باتیں قوم کے بزرگوں کو بتائیں تو انہوں نے کہا کہ وہ خدا کے ہر حکم پر عمل کریں گے موسی نے خدا تک انکا اقرار پہنچایا تو خدا نے موسی کو کہا کہ تین روز کے بعد وہ چند معززین کو لے کر پہاڑ پر آجائیں تاکہ وہ خود خدا کی کہی باتیں سن سکیں۔ خدا نے خبردار کیا کہ کوئی اسوقت تک پہاڑ پر نہ آئے جب تک نرسنگھا نہ پھونکا جائے ورنہ لوگ تاب نہ لاپائیں گے اورمرجائیں گے۔

---
[50](Exodus Chapter 14:28)
[51](Exodus Chapter 16:13)
[52](Exodus Chapter 17:1-5)
[53](Exodus Chapter 19:1-2)

وہ تمام لوگ خدا سے ملنے کی تیاری کرنے گے ۔ عورتوں سے دور رہے
اور نہا دھو کر دھلے کپڑے پہنے۔ تیسرےروز جیسے ہی صبح ہوئی ۔
بادل گرجنے لگے ۔ پہاڑ کے اوپر گھنا اندھیرا چھا گیا پھر بگل بجنے لگا
اور خیمے میں مقیم لوگوں پر لرزہ طاری ہوگیا۔[54]

موسی لوگوں کو خیمے سے نکال لائے اور انہیں پہاڑ کے دامن میں کھڑا
کردیا ۔کوہ سینا اسوقت اوپر سے نیچے تک دھوئیں کی لپیٹ میں تھا
اور دھواں تنور کی مانند اوپر اٹھ رہا تھا پورا پہاڑ زور زور سے لرز رہا
تھا ۔ جب خدا پہاڑ کی چوٹی پر اترا تو موسی کو بلایا ۔موسی کے
ساتھ بنی اسرائیل کے ستر بزرگ پہاڑ پر گئے اور انہوں نے خدا کو اپنی
آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے پیروں میں نیلم کے پتھر کا چبوترہ سا تھا
جو آسمان کی مانند شفاف تھا، خدا نے موسی کو روک لیا ۔ موسی نے
اپنی قوم کے بزرگوں کو واپس روانہ کیا اور کہا کہ وہ کسی مقدمے
کی صورت میں ہارون سے رجوع کریں جب موسی واپس پہاڑپر جانے
کے لئے روانہ ہوئے تو بنی اسرائیل کو پہاڑ کی چوٹی پر خدا کا جلا ل
نظر آیا ۔ وہ فنا کردینے والی آگ کی مانند تھا۔ پہاڑ پر ایک گھٹا سی
چھائی تھی۔ موسی اس گھٹا میں داخل ہوکر پہاڑ پر چڑھ گئے اور
چالیس دن چالیس رات وہیں قیام کیا[55]۔ خدا نے موسی کو وہیں
شریعت عطا کی ۔ سب سے پہلا حکم جو خدا نے موسی اور انکی قوم
کو دیا وہ یہ تھا کہ خدا کے علاوہ کسی کو معبود نہ ماننا۔ دوسرا
حکم تھا کہ کوئی بت نہ تراشا جائے خدا نے کہا کہ جو لوگ اس سے
محبت رکھتے ہیں اور اسکے احکام مانتے ہیں وہ ان سے پشت در
پشت محبت کرتا ہے ۔ اگلے حکم میں خدا کا نام بری نیت سے لینے سے
منع کردیا گیا ۔ شائد یہی وجہ ہے کہ یہودی خدا کا نام جی او ڈی
گاڈ لکھنے کی بجائے جی ڈیش ڈی لکھتے ہیں۔ لیکن یہ حکم تو خدا کا
نام بری نیت سے لینے کے حوالے سے تھا ۔ اگلا حکم سبت کےمتعلق تھا ۔
خدا نے کہا کہ چھ دن کام کے ہیں لیکن سبت کے دن کوئی کام نہ کیا
جائے ۔ پھر ماں باپ کی عزت کا حکم دیا گیا۔ خون زنا اور چوری سے
منع کردیا گیا اور اس بات کی بھی تاکید کی گئی کہ کوئی اپنے پروسی
کی بیوی یا اسکی کسی چیز کا لالچ نہ کرے، اس طرح خدا نے کل چھ
سو تیرہ احکامات صادر فرمائے ، جنھیں مختصرا دس احکامات بھی
کہا جاتا ہے۔

یہیں خدا نے قربانی کے احکامات بھی نازل کئے اور اسرائیلیوں کے لئے
عبادت کا خیمہ اور عہد کا صندوق جسے آرک آف دی کووینںٹ کہا جاتا

---
[54](Exodus Chapter 19:16)
[55](Exodus Chapter 24:18)

ہے کی تعمیر کے حوالے سے تفصیلی احکامات جاری کئے ، ان احکامات
میں ذاتی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی کا تمام تر ضابطہ حیات
پوری باریکیوں کے ساتھ بتا دیا گیا۔[56]

اسرائیلیوں کی خدا سے بد عہدی

خدا نے ابراہیم ، اسحاق ، یعقوب ، اور موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ
بنی اسرائیل کو ایک عظیم قوم بنائے گا اور ہمیشہ کے لئے انھیں ایک
ایسی سر زمین عطا کرے گا جس میں دودھ اور شہد بہتا ہوگا۔ اس
کے بدلے میں ، اس نے اولاد ابراہیم سے صرف ایک تقاضا کیا کہ وہ
خالص ہو کر اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ
ٹھہرائیں۔ لیکن جس وقت خدا موسی کو شریعت عطا کررہا تھا اس
وقت بنی اسرائیل سب سے بڑے گناہ یعنی بر پرستی میں مشغول
تھے۔ جب موسی کا قیام پہاڑ پر طویل ہوگیا تو بنی اسرائیل نے
موسی کے بھائی یعقوب کو مجبور کردیا کہ وہ انکے لئے ایک بچھڑا
بنادیں۔ جس کی وہ عبادت کر سکیں ۔ موسی ابھی پہاڑ پر ہی تھے
کہ خدا نے انہیں بتایاکہ انکی قوم کتنی جلدی گمراہ ہوگئی ہے۔ اور
ایک بچھڑے کو پوج رہی ہے ۔ خدا نے کہا کہ یہ ایک سرکش قوم ہے۔
اور وہ اسے نیست و نابود کردے گا۔ موسی نے خدا سے رحم کی
درخواست کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسرائیلیوں کو اس نے نیست و نابود
کردیا تو مصری کہیں گے کہ خدا نے انہیں پہاڑوں میں مارنے کےلئے
مصر سے نکالا[57]۔ موسی نے معافی کی درخواست کرتے ہوئے خدا کو
ابراہیم ، اسحاق ، اور یعقوب سے کیا ہوا وعدہ یاد دلایا ۔ موسی کی
درخواست پر خدا نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا۔ اب موسی اپنے لوگوں میں
لوٹ گئے انکے ہاتھ میں لوح تھی جس میں تمام خدائی احکامات درج
تھے۔ موسی جیسے ہی اپنے لوگوں میں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ ایک
بچھڑا ناچ رہا ہے اور لوگ اسکی عبادت میں مشغول ہیں انہیں سخت
طیش آیا ۔ غصے انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی لوح زمین پر دے ماری
اور پھربچھڑے کو آگ میں جھونک دیا۔ اب موسی نے اعلان کیا کہ جو
خدا کی طرف ہے وہ انکے پاس آجائے ۔ بن لاوی کا سارا قبیلہ انکے
پاس آگیا پھر انہوں نے حکم دیا کہ ہر آدمی تلوار اٹھالے اور خیمے گاہ
میں اپنے بھائیوں دوستوں اور پڑوسیوں کو قتل کرنا شروع کردے۔ اس

[56](Exodus Chapter 20 to Chapter 31)
[57](Exodus Chapter 32:12)

دن تقریبا تین ہزار آدمی مارے گئے[58]۔ معلوم تاریخ میں خدا کا شریک
ٹہرانے کی یہ سب سے پہلی کڑی سزا ہے۔ پھر موسی خدا کے پاس
گئے اور اس سے حجت کی کہ اس میں شک نہیں کہ انکی قوم نے
بہت بھاری گناہ کیا لیکن خدا انہیں معاف کردے۔اور اگر معاف نہیں
کرتا تو موسی کا نام اس کتاب سے مٹادے جو اس نے لکھی ہے[59]۔
خدا نے کہا کہ وہ صرف اسی کا نام اس کتاب سے مٹائے گا جس نے
اسکا گناہ کیا ، خدا نے موسی کو کہا کہ وہ واپس جاکر احکامات بجا
لائیں جو خدا نے انہیں دئے ہیں ۔ قوم بنی اسرائیل کو سزا مقررہ
وقت پر ملے گی۔ بعد میں خدا نے بچھڑا بنانے کے جرم میں قوم پر
ایک وبا نازل کی۔
ایک دن موسی نے خدا سے کہا کہ تو کہتا ہے کہ میں بنی اسرائیل
کی رہبری کروں لیکن تو نے نہیں بتایا کہ تو میرے ساتھ کس کو بھیجے
گا۔ خدا نے کہا کہ وہ خود انکے ساتھ جائے گا ۔ اب موسی کو خدا کو
دیکھنے کی خواہش ہوئی کہنے لگے اگر تو مجھ سے خوش ہے تو مجھے
اپنا جلال دکھا۔ خدا نے کہا کہ کوئی بھی انسان خدا کا چہرہ دیکھ کر
زندہ نہیں رہ سکتا ۔ لیکن موسی کی شدید خواہش پر خدا نے کہا
کہ وہ اپنا جلال دیکھائے گا لیکن موسی خدا کی پشت ہی دیکھ پائیں
گے چہرہ نہیں۔اس طرح موسی نے خدا کا دیدار کیا ۔ بنی اسرائیل نے
موسی کی قیادت میں لگ بھگ ایک سال کوہ سینا کے دامن میں گزارے
۔اس پہاڑ کو کوہ طور بھی کہتے ہیں ۔ یہیں انہیں ایک قوم کے طور
پر زندگی گزارنے کا تجربہ ہوا اور یہیں انکی خدا سے شناسائی ہوئی۔
خدا نے موسی کو کہا کہ وہ اب اس ملک کی جانب پیش قدمی کریں
جس کا وعدہ اس نے ان کے آباء و اجداد سے کیا ہے ۔ خدا انکے ساتھ
فرشتہ متعین کردے گا لیکن خود نہیں جائے گا کیونکہ وہ ایک سرکش
قوم ہیں کہ ایسا نہ ہو وہ انہیں راستے میں ہی فنا کرڈالے۔ یہیں
قوم نے عہد کا صندوق تیار کیا خدا نے اس کام کے لئے کاریگر بھی خود
ہی نامزد کیا۔ روایات ہیں کہ سفر کے دوران اس صندوق سے ایک
شعلہ نکلتا تھا جو سانپ ، بچھو اور دوسری موذی اشیا کو جلا کر
بھسم کردیتا تھا ۔ ایک اور مدراش کے مطابق یہ صندوق اپنے اٹھانے
والوں کو زمین سے کئی انچ اوپربلند کردیتا تھا۔ اس جادوئی صندوق نے
کنعان کی فتح کے دوران بنی اسرائیل کی بہت مدد کی ۔ اس صندوق
کی یہودی مذہب میں بہت روحانی اہمیت ہے۔ کہ یہ زمین پر خدا کا
مظہر تھا۔ اس کے ذریعے ہی پجاری اپنے اور اپنی قوم کے لئے معافی

[58](Exodus Chapter 32:28)
[59](Exodus Chapter 32:31)

طلب کرتے تھے۔خدا نے اسرائیل کے پورے سفر کے دوران ان گنت
انعامات سے نوازا۔ اس نے انہیں آسمان سے کھانا ، پانی ، تحفظ اور
رہنمائی فراہم کی ، لیکن بنی اسرائیل نے قدم قدم پر غلطیاں کیں۔
ان کی مسلسل نافرمانی نے خدا کو ناراض کیا اور اس نے انہیں چالیس
سال تک کے لئے صحرا میں بھٹکا دیا ۔ مصر یوں کی غلامی سے آزاد
ہونے پر خدا کا شکر بجا لانے کی بجائے وہ سرکشی ہی کرتے رہے۔ نہ
صرف قبیلے کے لوگ بلکہ موسی کے قریبی ساتھی بھی ضبط کھو
بیٹھے۔ جب موسیٰ نے ایک کوشتی عورت سے شادی کی تو مریم اور
ہارون نے ان پر سخت تنقید کی اور کہا ، کیا خدا صرف موسیٰ کے
ذریعے ہی کیوں بات کرتا ہے؟ اور ہمارے زریعے سے کیوں نہیں وہ
بولے ۔ خدا کو انکی یہ بات بہت ناگوار گزری۔ اس نے انہیں خیمہ
میں طلب کیا اور کہا کہ وہ خود کو اپنے نبیوں سے خواب میں باتیں
کرتا ہے، لیکن موسی کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ موسی خدا کا قابل
اعتماد ہے اور خدا اس سے روبرو باتیں کرتا ہے۔ اور موسی کو خدا کا
دیدار بھی نصیب ہوتا ہے۔ خدا نے دریافت کیا کہ انہیں موسی کی
برائی کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں آیا؟ اور خدا ناراض ہوکر چلا گیا ۔
خدا کے رخصت ہوتے ہی مریم کو ایک خوفناک بیماری نے آگھیرا ۔
انکی جلد سفید ہوگئی[60]۔ موسی کی خدا سے درخواست پر سات یوم
کے بعد وہ تندرست ہوئیں۔بائبل کے محققین کے مطابق بنی اسرائیل
کی سب سے بڑی غلطی یا سب سے بڑی حکم عدولی، کنعانیوں سے
جنگ سے انکار تھی۔ موسی نے خدا کے حکم پر جاسوس بھیجے۔کہ وہ
جاکر ملک کنعان کے شہروں اور باشندوں کی طاقت کا جائزہ لے کر
آئیں تاکہ ان سے لڑنے کی تیاری کی جا سکے۔جاسوس چالیس روز بعد
لوٹے۔ انہوں نے واپس آکر بتایا کہ کنعان میں یقینا دودھ اور شہد بہتا
ہے، لیکن اس کے باشندے بھی طاقتور ہیں اور شہروں میں بڑے بڑے
قلعے ہیں۔ بارہ جاسوسوں میں سے صرف یشوع اور قالب ایسے تھے
جنھوں نے واپس آکر بتایا کہ خدا کی مدد سے کنعانیوں کو مغلوب کیا
جا سکتا ہے۔ جاسوسوں کی رپورٹ سنتے ہی ہر طرف آہ و بکا
شروع ہو گئی۔[61] لوگ رات بھر روتے رہے کہ ایک زبردست فوج سے
لڑنے سے بہتر ہے کہ وہ واپس ہی لوٹ جائیں۔ موسی نے انہیں خدا
کی نوازشات اور معجزے گنوائے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ انکی
اس نا فرمانی پر خدا ناراض ہوا

[60](Numbers 12:1-12)
[61](Numbers 13-14)

اس بری نسل میں سے ایک بھی اس اچھی سرزمین کو نہیں دیکھ"
پائے گا ۔ جس کا میں نے وعدہ کیا "،خدا نے کہا۔ لیکن   اس حکم سے
دو لوگ مستثنی تھے ،جوشو اور قالب ۔ وہ دو جاسوس جنھوں نے
لوگوں کو کنعان پر چڑھائی کی ترغیب دی تھی۔ جب لوگوں نے یہ سنا
تو غمزدہ ہوگئے اور پھرسرکشی کر گزرے ۔ کسی بھی طور پر کنعان
میں داخل ہونے کی جستجو میں وہ قریبی چوٹی پر چڑھ دوڑے، لیکن
عمالیقی اور کنعانی ، آئے اور انہیں پیچھے دھکیل دیا۔صرف بنی
اسرائیل ہی نہیں خدا نے موسی کو بھی کنعان کی سرزمین میں
داخلے سے روک دیا۔ اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ پانی
حاصل کرنے کے لئے موسی نے خدا کے احکامات کے برعکس اپنے عصا
کو قوم کے سامنے دوبار چٹان پر مارا جبکہ انہیں چٹان سے بات کرنے
کا کہا گیا تھا۔ آخر جب وقت آیا تو موسی نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا
اور کہا کہ وہ کنعان میں داخل ہونے کو ہیں ۔ لیکن انہیں یاد رکھنا
چاہئے کہ اگر وہ خدا کے احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے تو خدا
انہیں کنعان سے بے دخل کردے گا انہوں نے لوگوں کو خبردار کیا کہ وہ
بت پرستی میں نہ پڑیں ۔ کیونکہ انکا خدا نہائت ہی غیرت مند ہے،
وہ انہیں تباہ کردے گا ۔ لیکن ساتھ ہیموسی نے کہا کہ انکا خدا بہت
رحم کرنے والا بھی ہے۔ اگر وہ اسے صدق دل سے پکاریں گے تو وہ انکی
مدد کرے گا اور انہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔ موسی کی رحلت سے پہلے
خدا نے انہیں   وعدہ کی گئی سرزمین کا ایک پہاڑ کی چوٹی سے
نظارہ کروایا اور کہا کہ یہ ہے۔ وہ ملک جس کا اس نے ابراہیم اسحاق
اور یعقوب سے وعدہ کیا۔ لیکن تم وہاں نہیں جاوگے[62]۔ موسی موآب
کی سرزمین میں فوت ہوئے۔ موسی کی وفات کے بعدجوشوا یہودیوں
کو کنعان لے گئے۔ دریائے اردن کو عبور کرنا بھی کسی معجزہ سے کم
نہ تھا۔ جوشوا کے حکم پر تمام لوگوں نے پہلے خود کو پاک کیا اپنے
کپڑے صاف کئے اور جنسی تعلق سے پرہیز کیا۔ اگلے روز تمام لوگ
صندوق کے آدھے میل پیچھے جمع ہوگئے ۔ لاوی کاہن صندوق کو جیسے
ہی دریائے اردن کے پاس لے گئے پانی سوکھ گیا۔ ویسے ہی جیسے
مصر سے نکلتے وقت سمندر کا پانی دو لخت ہوگیا تھا۔ کاہن صندوق
اٹھا کر دریا کے بیچوں بیچ رک گئے اور جب سب نے دریا پار کرلیا تو پھر
وہ بھی چل پڑے۔ اب وہ کنعان میں تھے۔

[62](Deuteronomy 34:4)

دودھ اور شہد کے دیس۔ کنعان میں

اگلی دو صدیوں کے دوران ، اسرائیلیوں نے زیادہ تر علاقے کو فتح کرلیا
،کچھ کسان بن گئے اور کچھ نے کاریگری سیکھ لی۔ انہوں نے خود کو
معاشی اور معاشرتی طور پر خوب مستحکم کیا ۔ جنگ کے بعد ،
اسرائیلی قبائل متحد ہوگئے ۔ اور متحدہ اسرائیل کے نام سے ایک
ریاست قائم کرلی ۔ جس پر بادشاہ ساؤل ،داؤد اور سلیمان نے
حکومت کی۔ داؤد کا دور اقتدار چالیس سال تھا ۔ ان کے بعد انکے
بیٹے سلیمان سلطنت کے وارث بنے ۔ سلیمان ،بنی اسرائیل کے سب
سے منفرد بادشاہ تھے ۔ بائبل کے مطابق وہ کم عمری میں ہی بادشاہ
بن گئے اور ا نہوں نے خدا سے فہم و بصیرت والا دل مانگا ۔ خدا کو
انکی دعا پسند آئی کہ انہوں نے درازیِ عمر، دولت اور دشمن کی
بربادی کی بجائے فہم و بصیرت مانگی تاکہ وہ انصاف کر سکیں ۔
خدا نے سلیمان کو خواب میں بتایا کہا کہ وہ انہیں ایسا عقلمند اور
سمجھنے والا دل دے گا کہ نہ پہلے کسی کا ہوا نہ بعد میں ہوگا۔
ساتھ ہی خدا و ہ بھی عطا کرے گا جو سلیمان نے نہیں مانگا ،یعنی
دولت اور عزت۔ اور وہ بھی ایسی کہ ہم عصروں میں کسی کے
پاس نہ ہو[63]۔خدا نے سلیمان کو کثرت سے حکمت ، شعور، اور قوت
امتیاز عطا کی تھی ۔ ان سے تین ہزار کہانیاں اور گیت منسوب ہیں۔
سلیما ن کی ریاست دولت مند ترین شمار کی جاتی ہے ۔ ان کو
سالانہ چھ سو چھیاسٹھ قنطار سونا وصول ہوتا تھا ۔ سوداگر تاجر اور
عرب بادشاہوں کا مالیہ اسکے علاوہ تھا ۔ سلیمان کے تمام برتن
سونے کے تھے ۔ کیونکہ سونا تھا ہی اتنا عام۔ ان کے پاس تجارتی
جہازوں کا ایک بحری بیڑہ تھا۔ ان کے پاس ایک ہزار چار سو رتھ اور
بارہ ہزار گھوڑے تھے ، ان کے دور میں اتنی فراوانی تھی کہ یروشلم
میں چاندی پتھروں کی مانند تھی۔ سلیمان نے خدا کی عبادت کے لئے
ایک عظیم الشان ہیکل تعمیرکیا ۔ خدا اس پر ان سے بہت خوش ہوا
۔ لیکن اس عظیم بادشاہ سے ایک غلطی ہوگئی۔ انہوں نے خدا کے
حکم کے برعکس مقامی عورتوں یعنی موآبی ، ادومی ، اور حتی
عورتوں کو دل دے بیٹھے۔ خدا نے ان عورتوں سے بنی اسرائیل کو شادی
کرنے سے منع کیا ہوا تھا کہ وہ بت پرست تھیں اور اسرائیلیوں کو بھی
بت پرستی پر مائل نہ کردیں ۔ وہی ہوا ۔ ان کی سات سو بیویوں
اور تین سو کنیزوں نے انہیں بہکا دیا دیا ۔ انہوں نے یروشلم کے
مشرقی جانب ایک پہاڑی پر موآب کے دیوتا کموس کے لئے اور

[63](1 Kings Chapter 3:7-15)

عمونیوں کے دیوتا مولک کے لئے ایک بلند مقام تعمیر کروایا جہاں ان
کی بیویاں عبادت کرتیں اور دیوتاؤوں کے لئے قربانیاں کرتیں۔
سلیمان خدا سے اتنے مخلص نہیں رہے جتنا کہ اتنے والد تھے۔ خدا نے
انکو دوبار تنبیہ کی کہ وہ دیوتاوں کو نہ پوجیں ۔ لیکن سلیمان سے
کوتاہی ہوئی۔ مسلسل نافرمانی سے خدا ناراض ہوا اور اس نے
سلیمان کی عالی شان سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ لیکن
اپنے فرمان بردار داؤد کی وجہ سے خدا نے سلیمان کو مہلت دی ۔
سلیمان چالیس سال تک اسرائیل کے بادشاہ کی حیثیت سے یروشلم
میں رہے۔ اور ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ سلیمان کی زندگی
اور حکمرانی کے کا تذکرہ بائبل (خاص طور پر کنگز کی پہلی کتاب کے
پہلے 11 ابواب اور تاریخ کی دوسری کتاب۔ کرونیکلز 2 ۔کے پہلے نو
ابواب) میں ملتا ہے۔ ان ذرائع کے مطابق داؤد نے بڑی مشکلات کے بعد
یہودیہ خاندان کی بنیاد رکھی اور اسرائیل کے تمام قبائل کو ایک بادشاہ
کے ماتحت کردیا۔ سلیمان کی والدہ باتھ شیبا تھیں ، جو داود سے
شادی سے پہلے انکے سپہ سالار اوریاہ کی بیوی تھیں ۔ انہیں
ریاستی امور میں ملکہ حاصل تھا ۔ اسی وجہ سے وہ اپنے بیٹے
سلیمان کوبادشاہ بنوانے میں کامیاب ہوگئیں حالاں کہ سلیمان دواؤد
کے بڑے بیٹے نہ تھے بلکہ بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ سلیمان تاریخ کے ان
مشہور ترین لوگوں میں سے ہیں جن کے قصے پوری دنیا میں
مشہورہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ وہ خدا کے نیک بندوں میں سے
تھے۔
قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں سلیمان کا مختصر ذکر موجود ہے۔
2:101, 4:163, 6:84, 21:78, 21:79, 21:81, 27:15-21, 34:12-14
قرآن بتاتا ہے کہ سلیمان کو پرندوں کی بولی سمجھنے کا فن آتا تھا ۔
اور وہ جنوں پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ انکی وفات بھی غیر معمولی
حالات میں ہوئی ۔ سورہ سبا کی آیت نمبر 34 کے مطابق سلیمان
عصا لے کے چلتے تھے اور جن ان کے ماتحت تھے ۔ ایک دن وہ عصا لے
کے کھڑے تھے کہ اسی حالت میں انکی رحلت ہو گئی اور وہ اسی طرح
کھڑے رہے ۔ جن و انس کسی کو نہ پتہ چلا کہ وہ اب دنیا میں نہیں
رہے۔ لوگوں کو اس وقت پتہ چلا کہ جب ان کا عصا گھن لگنے کے
باعث ڈھیر ہوگیا۔ قرآن بتاتا ہے کہ غیب کا علم جنوں کے پاس بھی
نہیں کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو انہیں سلیمان کی رحلت کا پتہ
چل جاتا۔اس زمانے میں فلسطین اپنے محل وقوع کی وجہ سے ایک

اہم تجارتی مرکز تھا۔ یہ ایک طرف تو یہ بر اعظم ایشیا اور افریقہ
کو جوڑتا تھا دوسری جانب یہ واحد علاقہ تھا۔ جہاں اہم بندرگاہیں
واقع تھیں۔
بتایا جاتا ہے کہ سلیمان نے سلطنت کو تجارتی طور پر بہت مستحکم
کیا۔ سلیمان کا ملکہ سبا سے ملاقات کا قصہ بھی بہت مشہور ہے ۔
سلیمان کی ملکہ صبا کی ریاست میں دلچسپی تجارت کی وجہ سے
تھی۔ سلیمان ملکہ کے ملک کی مصنوعات اور راستے درکار تھے۔
بائبل میں سلیمان اور ملکہ سبا کے درمیان رومان کا ذکر بھی ملتا ہے۔
کچھ محققین کا خیال ہے کہ ملکہ سبا سے سلیمان کا ایک بچہ بھی
ہوا۔

متحدہ ریاست اسرائیل کی تقسیم

سلمان کی رحلت کے بعد انکا بیٹا تخت پر بیٹھا۔انکے بیٹےرحبعام کے
دور میں ریاست، دو حصوں میں تقسیم ہوگئی [64]، شمال میں اسرائیل
بن گیا اور جنوب میں یہودا۔ ۔ انکے ایک عہدیدار ، جس نے انکے
خلاف بغاوت کی تھی اور مصر میں پناہ گزین تھا ، اس نے شمالی
ریاست میں حکومت قائم کرلی۔ سلیمان کے بیٹے نے اپنا مرکز یروشلم
میں ہی رکھا۔ دونوں ریاستیں ہی اندرونی خلفشار کا شکار رہیں
تاہم، اسرائیل سیاسی طور پر زیادہ غیر مستحکم رہا۔ سلیمان کی
رحلت کے بعد دس شمالی قبائل متحدہ سلطنت سے علیحدہ ہوگئے۔
انہوں نے اپنی ضروریات کے مطابق اپنا دارالحکومت اور مندر بنالئے ۔
اس اور اس کے بعد آنے والے اداوار کے مذہبی رہنماوں نے بائبل اور
دوسرے مقدس صحیفوں میں اپنی ضرورت کے مطابق ترامیم کیں ۔
رچرڈ اے فرائنڈ کی کتاب ڈگنگ تھرو بائبل کے مطابق ، سلیمان کی
وفات کے بعد راہبوں نے الہامی کتابوں میں اپنے خیالات اور ضروریات
کے مطابق ترامیم کیں۔ وہ خدا کو جیسا سمجھتے تھے انہوں نے بائبل
کو بھی ویسا ہی بنا دیا۔ سنہ 876 قبل از مسیح میں ایک فوجی سپہ
سالار عمری نے تخت پر قبضہ کر کے دارلحکومت سامریہ منتقل
کردیا۔ اسکی سمجھوتہ کرنے والی حکمت عملی کے باعث لوگوں نے
مشرکانہ طور طریقے اپنانا شروع کردئے۔ ملک میں توحید کا روائتی
تصور اس وقت مزید زبوں حالی کا شکار ہوا جب عمری کے بیٹے نے
ایک مشرکہ جازیبل سے شادی کرلی ۔ اب سرکاری سرپرستی میں بال
اور دوسرے دیوتاوں کی پرستش شروع ہوگئی۔ بعل ایک جھوٹا معبود

[64](1 Kings Chapter 11:34)

تھا ، جسے بجلی ، ہوا ، بارش پر قادر ماناجاتاتھی ۔یقین کیا جاتا تھا کہ
وہ کہ وہ انسانوں کو اولاد بھی دے سکتا ہے۔ اسرائیل میں کئی
پیغمبر آئے لیکن وہ ملک سے بت پرستی ختم نہ کر سکے۔ اور
یہودیوں کو بت پرستی کے اجتماعات کے دوران ہونے والے اشتہا
انگیز ناچ لبھاتے رہے۔ اس طرح کے اجتماعات آج کی دنیا میں بھی
ہوتے ہیں ۔اور خفیہ تنظیمیں مخلوط محفلیں منعقد کرواتی ہیں ۔
معلوم ہوتا ہے کہ ان اجتماعات کا تصور اسی تاریخی دور سے چلا آرہا
ہے۔ شمالی ریاست کی آزاد حیثیت اس وقت ختم ہوگئی جب
آشورین فوج نے 721 قبل از مسیح میں سامریہ پر چڑھائی کی اور
بدترین لوٹ مار کی ۔ ہزاروں افراد مارے گئے اور بچنے والوں نے
قریبی علاقوں میں پناہ لے لی۔ کچھ چین ہندوستان اور افغانستان پہنچ
گئے ۔ تاریخ میں انہیں دس گمشدہ قبائل کے نام سے بھی جانا جاتا
ہے۔ اس حملے کے ساتھ ہی شمالی ریاست کی خود مختار حیثیت ختم
ہو گئی،وقت گزرنے کے ساتھ ، جنوبی ریاست بھی زوال کا شکار
ہوگئی۔ اور لوگ بت پرستی میں پڑ گئے۔ سنہ 597قبل از میں
بابلیونیا کے بادشاہ ، نبو کد نضر کی فوج تین ماہ کے محاصرے کے بعد
مقدس شہر میں داخل ہوگئی اور ہیکل سلیمانی لوٹ لیا۔ نبو کد
نضر نے بادشاہ کے چچا کو بادشاہ مقرر کیا لیکن جلد ہی اس نے
بغاوت کردی۔ اس پر نبو کد نضر غضبناک ہوگیا اور اس نے شہر کی
اینٹ سے اینٹ بجادی۔ حالات اس قدر خراب ہوئے کہ کچھ لوگوں کو
انسانی گوشت کھانا پڑا۔ اس نے بادشاہ کو گرفتار کیا اور سزا کے طور
پر اسکے بیٹے کو اسکی آنکھوں کے سامنے ذبح کردیا [65]۔ فوج نے ہزاروں
افراد کو ہلاک کیا اور بہت سے لوگوں کو اسیر بنا کر بابلیا بھیج دیا۔
انہوں نے شہر کی عمارتوں اور عمارتوں کو منہدم کردیا اور ہیکل اور
محل کو جلایا۔ عہد کا افسانوی صندوق تب سے غائب ہے۔ اسرائیل کا
دوسرا سنہری دور اسوقت شروع ہوا جب فارس کا بادشاہ سائرس
اقتدار میں آیا۔ اس نے یہودیوں کو یروشلم واپس آنے کی اجازت دی
اور ہیکل سلیمانی کی از سر نو تعمیر کی۔ سنہ 398 قبل از مسیح
میں خدا کے ایک برگزیدہ بندے عزیر نے یروشلم میں دینی تعلیمات کا
آغاز کیا انہوں نے تمام یہودی مردوں کو اپنی کافر بیویوں کو طلاق
دینے کا حکم دیا مخلوط شادیوں پر پابندی لگا دی۔ انہوں نے سبت اور
غذائی قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا مطالبہ بھی کیا۔ انہوں
نے اپنی قوم سے عہد لیا کہ وہ صرف خدا کی عبادت کریں گے۔ عزیر

[65](2 Kings Chapter 25:7)

نے یروشلم کی تباہی کے دوران ضائع ہوئی موسی کی پانچ کتابوں کو دوبارہ مرتب کیا۔ سکندر اعظم کی موت کے بعدان کی سلطنت ان کے جرنیلوں میں تقسیم ہوگئی ۔ان کے جان نشیوں نے   اپنے مفتوحہ ممالک میں یونانی ثقافت کو فروغ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ مصر یا یہودا سے باہر کے علاقوں میں رہنے والے ، جنھیں منتشر یہودی کہا جاتا ہے ، نے یونانی نظریے ، زبان اور طرز زندگی اپنانا شروع کردیا اور ان کی آنے والی نسلیں اپنی اصل زبان عبرانی تک بھول گئیں۔ ان میں یہ عقیدہ فروغ پا گیا کہ سب قومیں ایک ہی خدا کو مانتی ہیں اور ایک ہی خدا کی مختلف ناموں سے عبادت کرتی ہیں۔ یونانی ثقافت کے زیر اثر مخلوط شادیاں پھر سے شروع ہو گئیں۔ ختنہ غائب ہوگیا۔لیکن یہودیوں کا ایک دوسرا گروہ بھی تھا ۔ اپنے اصل عقائد اور ثقافت پر قائم رہا۔ 175 بی سی میں ، اینٹیوکس چہارم بادشاہ بنا۔ تو اس نے اپنے ساتھ کچھ یہودی ملا لئے اور یونانی رسم و رواج اور نظریات کو فروغ دینے لگا۔ مذہبی تقریبات پر پابندی عائد کردی گئی اور تورات رکھنا جرم بن گیا تھا۔ مذہبی عقائد رکھنے والے یہودیوں نے ان احکامات کو خدا کی نافرمانی قرار دیا اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ ایک یہودی میتھی ایس اور انکے پانچ بیٹوں سے شروع ہونے والی یہ بغاوت بڑھتے بڑھتے پورے ملک میں پھیل گئی۔ مککیبی بغاوت کے نام سے جانی جانے والی یہ تحریک بالآخر عظیم مککیبی سلطنت کے قیام کا باعث بنی۔ شروع میں تو یہودیوں نے مذہبی تعلیمات کی پاسداری کی لیکن جلد ہی مادی آسائشوں نے مذہبی جوش و ولولے کی جگہ لے لی۔ سنہ 70 میں ، رومیوں نے دوسرا ہیکل بھی تباہ کردیا اور یہودیوں کو ایک بار پھر جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔ تقریبا 500 سال کے ظلم و ستم اور جلاوطنی کے بعد ، یہودی یروشلم میں دوبارہ اسوقت داخل ہوئے جب مسلمانوں کے بادشاہ عمر بن الخطاب نے قریب ساتویں صدی میں مقدس شہر فتح کیا۔[66]

عیسائی اور عقیدہ تثلیث

مسیح یہودی تھے۔ اور انکے تمام شاگرد بھی یہودی ہی تھے ۔ عیسائیت نے یہودیت سے ہی جنم لیا ۔ انگریزی میں مسیح کے لئے کرائسٹ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ اعتراف ہے کہ انکا ظہور   ابراہیم اسحاق اور یعقوب سے کئے گئے خدائی وعدے کی

[66](Hoyland, Robert G. page 128)

تکمیل ہے۔ وہ ایک یہودی عدالت تھی جس نے عیسیٰ کو سزائے موت کی سفارش کی اور رومی گورنر پونٹیوس پیلاٹ سے پھانسی کی درخواست کی[67]۔ اسکے بعد ہونے والے واقعات متنازعہ ہیں ۔ انجیل برنباس کے مطابق ، یسوع صلیب پر مصلوب نہیں ہوئے ، بلکہ یہ یہودا تھا۔ جب یہودا نے عیسیٰ کو دھوکہ دے کر گرفتار کروادیا تو فرشتے آئے اور کھڑکی سے یسوع کو آسمان پر لے گئے۔ صحیفہ میکہا گیا ہے کہ یہودا کمرے میں داخل ہوتے ہی عیسیٰ کا ہمشکل بن گیا۔ اور رومیوں نے اسے 34 یا 35 بی سی میں مصلوب کر دیا ۔ برنباس بائبل کے باب 70 میں ایک واقعہ درج ہے کہ یسوع ناراض ہو ئے جب ایک شاگرد پیٹر نے انہیں خدا کا بیٹا کہا اور واضح کیا کہ خدا نے تمام لوگوں کو مٹی کے ٹکڑے سے پیدا کیا[68]۔ تاہم ، 200 اے ڈی کے بعد میتھیو ، مارک ، لوقا اور جان کی انجیلوں پر نیا عہد نامہ تشکیل دیا گیا ۔ عہد نامہ میں خدا کے بارے میں سے رخی تفہیم کا بھی ذکر کیا گیا تھا لیکن بعد میں کلیسیا کے پیشواوں نے تثلیث کا نظریہ وضع کرلیا ۔ جس کے مطابق خدا ایک ہے ، لیکن باپ ، بیٹا (یسوع مسیح) ، اور روح القدس پر مشتمل ہے خدا کا بیٹا جملہ بائبل میں نہیں تھا ، لیکن بعد میں اپنایا گیا تھا۔

کیا بائبل الہامی کتاب ہے؟ اعتراضات اور انکے ممکنہ جوابات

موجودہ دور کی تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود ،آج بھی بائبل ہی وہ واحد زریعہ ہے جو ابراہیم کی زندگی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کرتا ہے۔جدید دنیا جب بائبل کے واقعات کی سائنسی توجیہ نہیں دے پائی اور تاریخی شواہد ڈھونڈنے میں ناکام رہی تو اس نے عہد نامہ میں درج واقعات کو افسانوی قرار دے دیا۔ اکثر لوگ بڑی دلیری سے بائیبل پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں ۔ خاص طور لادینیت پسند ، یا سیکولر جو خود کا جدید کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ مقدس کتابوں پر ہونے والی تنقید کی ایک وجہ یہ ہے کہ کئی جگہ وہ اپنی ہی بات کی نفی کرتی نظر آتی ہیں۔

توحید ابراہیمی مذاہب کی بنیاد ہے۔ خدا نے ابراہیم کو ایک خدا کا پیغام دیا ۔ ایک خدا جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ لیکن عہد نامہ میں کئی باتیں ایسی لکھی ہیں جو اس بنیادی تصور کے ہی خلاف ہیں مثلا عبرانی بائبل جسے ایک مستند صحیفہ سمجھا جاتا ہے۔اسکی پہلی

---

[67](Mark 14:53–65, Matthew 26:57–68, Luke 22:63–71, and John 18:12–24)
[68](Ragg, Lonsdale and Laura.)

کتاب پیدائش کے باب 6 میں خدا کے بیٹوں کا ذکر ملتا ہے۔ اسی
باب میں ہے کہ خدا نے انسانوں کو پیدا کرنے پر توبہ کی۔یا دوسرے
تراجم کے مطابق خدا نے افسوس کیا ۔ باب 2 آیت 2 ہمیں بتاتی ہے
کہ خدا نے چھ دن میں دنیاتخلیق کی اور ساتویں روز آرام کیا۔بیٹے،
افسوس ، توبہ، آرام، یہ سب انسانی فعل ہیں اور ایک طاقتور خدا
کے تصور کے منافی ہیں جو سب سے بڑا اور قادر مطلق ہے ، یہ اس
تصور سے بھی متصادم ہے جو بائبل کی دوسری آیات میں ملتا ہے۔
کتاب پیدائش کا پہلا باب ہی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ خدا اتنا طاقتور ہے
کہ وہ کہتا ہے ہو جا اور ہو جاتا ہے ۔ مثلا اس نے روشنی کا کہا اور
روشنی ہوگئی۔ کہا اور آسمان اور دوسری چیزیں وجود میں آگئیں
امریکی فوج کے ریٹائرڈ بریگیڈیئر جنرل اور یہودی علوم کے ماہر ڈاکٹر
اسرائیل ڈرازین کی تحقیق کے مطابق زمانہ قدیم میں یہودی بہت سے
خداؤں کے وجود پر یقین رکھتے تھے[69]۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ بہت سے
معبود ہیں لیکن انہیں صرف یاوہ کی ہی عبادت کرنی چاہئے۔ یہ
تصور بائبل کی بہت ساری آیات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ دس احکامات
میں ، خدا نے اسرائیلیوں سے کہا ہے کہ وہ صرف خدا کی عبادت کریں
، جس نے اسرائیلیوں کو مصر سے نکلنےمیں مدد تھی۔ بائبل میں خدا
یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں بلکہ کہتا ہے میں تمھارا خدا ہوں۔ اس
سے ایسا تاثر ابھرتا ہے کہ خدا تو کئی ہیں لیکن قوم اسرائیل کا خدا
یاوہ ہے۔
متعدد کتب کے مصنف ڈاکٹر اسرائیل ڈرازین ایک سو کے قریب آیات کا
حوالہ دیتے ہیں جو تصور توحید یعنی ایک خدا کے تصور سے متصادم
ہیں۔ دنیا کے بہت سے قدیم مذاہب میں کئی دیوتاوں اور خدا کی
شوری کا تصور قدیم ہے۔ یونانی داستانوں میں ، کمتر خداوں اور
دیوتاؤں کا تصور بھی موجود ہے۔ دیوتا خدا کے بیٹے تھے۔ یونانیوں اور
یہاں تک کہ رومیوں کے ہاں بھی بارہ خداوں کا تصور ملتا ہے۔ یعقوب
کی خدا سے کشتی یہودیوں کے اعتقاد پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان
ہے۔ صرف یہودیت ہی نہیں بلکہ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث بھی غور
طلب ہے۔ عقیدہ تثلیث کے مطابق خدا ایک ہے ، لیکن تین لوگوں پر
مشتمل ہے ۔ باپ ، بیٹا (یسوع مسیح) ، اور روح القدس۔ اسلام میں
عقیدہ توحید بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو خدا کے ساتھ
شریک کرنا اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے۔جس کا کفارہ نہیں۔

[69](Drazin, Israel)

قرآن کہتا ہے کہ اللہ ہر گناہ کو معاف کرسکتا ہے سوائے خدا کے
ساتھ کسی کو شریک ٹھرانے کے۔
یہودی اصرار کرتے ہیں کہ وہ خدا کی منتخب قوم ہیں ، لہذا انہیں
دنیا پر حکمرانی کا حق حاصل ہے لیکن بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ جب
موسیٰ خدا سے احکامات لینے چالیس دن کے لئے پہاڑ پر گئے ، تو
انکی غیر موجودگی میں اسرائیلیوں نے سونے کا بچھڑا تیار کیا اور اس
کو پوجنے لگے۔ وہ متعدد بار موسی کے بھی خلاف ہوگئے ۔ باب 2
میں قرآن ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ خدا گرمی میں بنی اسرائیل پر بادلوں
کا سایہ کر دیتا تھا اور آسمان سے عمدہ خوارک مہیا کرتا تھا ۔ لیکن
لوگوں نے خدا کا شکر بجا لانے کی بجائے مٹی سے اگی سبزیوں کھیرا ،
لہسن اور دال اور پیاز کا تقاضا کیا جس سے خدا ناراض ہوا۔ خدا نے
اگرچہ انکا مطالبہ پورا کردیا لیکن انکو ذلت اور غربت میں ڈال دیا۔
جب خدا نے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مذاق اڑایا ،
پوچھنے لگے گائے کس رنگ کی ہو۔کچھ نے سبت کے احکامات کی
خلاف ورزی کی تو بعض نے تورات کو تبدیل کردیا۔ کچھ دین سے ہی
پھر گئے ۔ منافق ہوگئے۔ اگر یہودیت ایک توحید پسند مذہب ہے تو
ایسا لگتا ہے بائبل اصل حالت میں نہیں بلکہ اس میں بڑے پیمانے پر
ردو بدل کردیا گیا ہے۔ بہت سے محققین کا ماننا کہ کہ بائبل کا متن
مختلف ادوار میں اس دور کی سیاسی اور معاشرتی تقاضوں کے
مطابق ڈھالا گیا ۔ اور اس میں مذہبی پیشواوں نے وقتا فوقتا ترامیم
کیں۔بائبل کی اصطلاح یونانی لفظ بِبیلیہ سے آئی ہے ، جس کا معنی
کتابیں ہے ۔ بائبل کتابوں ، یا مذہبی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے ،
جسے خدا کے کہے الفاظ مانا جاتا ہے۔ زمانے قدیم سے بائیبل سینہ بہ
سینہ منتقل ہوتی رہی۔ پہلی بائبل پہلی صدی قبل ازمسیح میں
لکھی گئی۔ سکندر کی مہمات ، روم کے عروج ، یروشلم کی تباہی ،
اور دوسرے تاریخی ادوار کے دوران اس میں تحریف جاری رہی۔
مختلف ثقافتوں کے بہت سے لوگوں نے بائبل لکھی اور مرتب کی ، جن
میں سے بیشتر نامعلوم ہیں۔ پہلی بائبل ہاتھ سے لکھی گئی تھی لیکن
ان نسخوں میں سے آج کوئی دستیاب نہیں۔ سب سے زیادہ مستند
سمجھی جانے والی عبرانی بائبل یا تاناکہ تین کتابوں توریت ، نیویم ،
اور کیتوویم پر مشتمل ہے ۔بائبل کی پہلی پانچ کتابوں کو توریت یا
موسی کی پانچ کتابیں کہا جاتا ہے ۔
تورایت کی پانچ کتابوں میں کتاب پیدائش ، خروج ، احبار ، گنتی اور
استثنا شامل ہیں ۔بتایا جاتا ہے کہ موسیٰ نے پانچوں کتابیں الہام

الہی کے تحت لکھیں ، یہ خدا کا کلام تھا جو موسیٰ نے لکھا ۔ لیکن ،
اگر موسی نے بائبل لکھی تو ، وہ اپنی موت کے بعد پیش آنے والے
واقعات کیسے لکھ سکتے ہیں ۔ استثنی 34.10 نے ان الفاظ میں
موسی کی وفات بیان کرتی ہے۔ موسیٰ کو موآب کی سرزمین میں
وادی میں دفن کیا گیا۔ آج تک کسی کو ان کی تدفین کی جگہ کا علم
نہیں ہے۔ بائبل میں بہت تضادات ہیں۔ ایک طرف ، اس کا کہنا ہے
کہ ابراہیم نڈر اور سچے تھے۔ انہوں نے جھوٹے خداؤں کو تسلیم کرنے
سے انکار کیا ، یہاں تک کہ جب طاقتور بادشاہ نمرود نے انہیں بھٹی
میں پھینک دیا تو بھی وہ متزلزل نہیں ہوئے ۔ لیکن ، بعد میں ، جب وہ
کنعان میں قحط سے بچنے کے لئے مصر جاتے ہیں تو فرعون اور اس
کے عملے سے جھوٹ بولتے ہیں کہ سارہ ان کی بہن ہیں ۔ ہوسکتا
ہے کہ ہم ان قوانین کے بارے میں نہیں جانتے جو خدا نے ابراہیم کو
دیئے تھے ، لیکن ہم موسی کی شریعت سے واقف ہیں ۔پرانے عہد نامے
کے 613 قوانین زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ ایک قاری
کے لئے سمجھنا مشکل ہے کہ ایک برگزیدہ شخصیت ربقہ یا ربیکا نے
اپنے شوہر اور اپنے بیٹے کو کیوں دھوکہ دیا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ
اسحاق نے یعقوب کو اپنا جانشین بنا دیا ۔اپنا روحانی اور دنیوی مال
و متاع سب دے دیا لیکن اس جان نشینی کے فورا بعد ہی انہیں اپنے
ملک سے ہی فرار ہونا پڑا ۔ وہ چودہ سال اپنے ماموں کے جانوروں
کی رکھوالی کرتے رہے۔
غور کریں تو پرومسڈ لینڈ یا وعدہ کی گئی سر زمین۔ جہاں دودھ اور
شہد بہتا ہوگا کا پورا تصور ہی دیو مالائی داستان یا پھر مبالغہ آرائی
پر مبنی نظر آتا ہے۔ ابراہیم اتنا طویل سفر کرکے کنعان پہنچتے ہیں
تو دودھ اور شہد کی جگہ انہیں قحط ملتا ہے قحط اس قدر شدید
ہوتا ہے کہ انہیں اناج کے لئے مصر جانا پڑتا ہے۔ ابراہیم کے بعد یعقوب
کو بھی دودھ اور شہد نصیب نہیں ہوتا ۔ قحط سے بچنے کے لئے پہلے
وہ اپنے بچے مصر بھیجتے ہیں اور پھر انکا سارا کا سارا کنبہ ہی مصر
ہجرت کر جاتا ہے ۔پھر خدا یعقوب کو کہتا ہے کہ مصر جاو میں
تمھاری نسل بڑھا دوں گا ۔ تمہیں عظیم قوم بناوں گا مگر یہ طاقتور
قوم مصر یوں سے کوڑے کھاتی ہے اور اف تک نہیں کرتی۔ اسی طرح
پوری بائبل میں ابراہیم اور انکی اولاد کی مکمل تفصیل تو موجود ہے
مگر ابراہیم کے دوسرے بیٹے اسماعیل کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔
بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ ابراہیم 86 سال کے تھے جب حاجرہ نے
اسماعیل کو جنم دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ حاجرہ سے فرشتے یا خدا نے

ہمکلام ہو کر وعدہ کیا کہ ان کا بیٹا ایک عظیم قوم کا باپ ہوگا۔
خدا نے ابراہیم سے بھی وعدہ کیا کہ وہ اسماعیل کو برکت دے گا اور
انہیں بہت اولاد عطا کرے گا ، جن میں سے 12 بادشاہ ہوں گے۔ ہم
جانتے ہیں کہ حاجرہ اور اسماعیل فاران کے بیابان میں آباد ہوگئے۔
اور انکی والدہ نے انکی شادی ایک مصری لڑکی سے کردی ۔ اس کے
بعد بائبل خاموش ہے۔ اسماعیل کی زندگی کیسے گزر ی ابراہیم سے
انکا کب کب تعلق قائم ہوا کچھ معلوم نہیں۔ابراہیم کی وفات پر
اسماعیل کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی اسحاق کے ساتھ مل کر
ابراہیم کی تدفین کی ۔ ابراہیم کی آخری رسومات میں اسماعیل کی
شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ انکا تعلق اپنے خاندان سے برقرا ر رہا۔
وہ رابطے میں تھے تو سینکڑوں میل دور واقع اپنے گھر سے کنعان وقت
پر پہونچ گئے اور اپنے والد کی تدفین میں شرکت کی۔یہی نہیں بلکہ
عہد نامہ میں خدا موسی سے کہتا ہے کہ وہ ابراہیم ، اسحاق اور
یعقوب کا خدا ہے تو اسماعیل کا ذکر کیوں نہیں کرتا۔ شائد یہ بھول
بائبل کے مختلف ادوار کے مصنفین سے ہوئی ۔ جنہوں نے غالبا
اسماعیل کے تذکرے کو محض اسلئے مٹا دیا کہ یہودی اور عیسائی
نبوت کو اسحاق کے خاندان میں رکھنا چاہتے تھے۔ اگر اسماعیل کو انکا
مقام دیا جاتا تو محمد کو قانونی حیثیت مل جاتی ہے ، جو یہودی اور
عیسائی مذہبی پیشواوں کے مفادات کے خلاف ہے۔ لیکن اس بات کو
بھی امکان موجود ہے کہ ہو سکتا ہے خدا نے اسماعیل کا تذکرہ
یہودیوں یا عیسائیوں سے نہ کیا ہو کہ اسماعیل کی ایک علیحدہ قوم
تھی۔ ہمارے پاس کتاب مقدس میں ترمیم کے شواہد تو موجود ہیں
لیکن بدقسمتی سے ہم یہ نہیں جانتے کہ بائبل میں لکھی کون سی بات
درست ہے اور کونسی ترمیم شدہ۔اگر ہم مان لیں کہ ابراہیم نے
مصر میں غلط بیانی کی یا ربیکا نے واقعی اپنے خاوند اور بیٹے کو
دھوکہ دیا تو پھر ہمیں ماننا پڑے گا ۔ کہ ابراہیم کا رب سب سے زیادہ
معاف کرنے والا ہے۔ وہ انسانی خطائیں معاف کردیتا ہے۔ لیکن اگر
ابراہیم کا رب معاف کرنے والا ہے تو اس نے موسی کو معاف کیوں
نہیں کیا جب ان سے ایک معمولی غلطی ہوئی کہ وہ پہاڑ کو پانی
جاری کرنے کا زبانی حکم دینے کی بجائے اس پر اپنا عصا مار بیٹھے۔
موسی وہ خاص پیغمبر تھے جن سے خدا ہم کلام ہوتا تھا۔ اور جنہیں
خدا نے اپنا خاص آدمی کہا۔ موسی نے بنی اسرائیل کے ساتھ چالیس
سال بیابانوں کا مشکل ترین سفر کیا ۔انکی تربیت کی۔ خدا کے ہر
حکم کو بجا لائے۔کہا جاتا ہے کہ دنیا کے خاتمے کے قریب عیسی دنیا

میں واپس آئیں گے اور مقدس صحیفے کی اصل کتاب برآمد کریں گے۔
شاید اسوقت ہمیں ان سوالوں کے جواب ملیں

قرآن میں ابراہیم اور انکی اولاد کا تذکرہ

قرآن میں ابراہیم کا ذکر ستر بار ہوا ہے ۔ قرآن ابراہیم کو مسلمان، حنیفہ کعبہ کا بانیہ محمد کا مثالی پیش رو اور اسلام کا جد امجد بیان کرتا ہے۔ قرآن کے مطابق ابراہیم خدا کے دوست تھے۔ وہ خدا کے فرماں براد اور نیک انسان تھے ۔ وہ کسی طور بھی بت پرست نہیں تھے ۔بائبل اور قرآن میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ بائبل اولاد ابراہیم میں تخصیص کرتی ہے خاص طور پر اسماعیل کے حوالے سے جبکہ قرآن ابراہیم اور انکی اولاد کو برابر عزت دیتا ہے۔ قرآن نے پورا ایک باب یوسف کے لئے مختص کیاہے۔ انکی کہانی نہائت دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہے۔موسی کا ذکر چونتیس جگہوں پر آتا ہے ۔ اسی طرح طالوت داود سلیمان ، یونس ، عزیر اور دوسرے کئی انبیا کا ذکر ملتا ہے۔ بائبل اور قرآن میں کچھ بنیادی فرق ہیں مثلا بائبل میں خدا کبھی ایک انسانی کردار میں نظر آتا ہے جیسے یعقوب خدا سے کشتی کرتے ہیں اور پھر اس پر غالب بھی آجاتے ہیں ۔ بائبل کے برعکس قرآن ہمیں ایک طاقتورخدا کا تصور پیش کرتا ہے ۔اور پھر پوری کتاب میں اسی انداز کو برقرار رکھتا ہے ۔ خدا سب جانتا ہے ۔ وہ دلوں ، آسمانوں اور زمین کے بھید سے واقف ہے۔ خدا کہتا ہے ہو جا اور ہو جاتا۔ پورے قرآن میں یہی ٹون ملتی ہے۔

اسلام

ساتویں صدی کے آغاز میں ،کوئی زیرک ترین شخص بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ عرب کے قلب میں ایک نیا مذہب جنم لے گا۔ کسی کو شائبہ بھی نہیں تھا کہ ایک نیا عقیدہ دنیا کے وسیع خطوں کو ایک نئی شکل دے گا ، اور قدیم تہذیبوں کو تبدیل رکھ کے دےگا[70]۔ مسلمانوں نے مختصر سے وقت میں نصف دنیا پر حکومت قائم کرلی ۔ انہوں نے اس سرزمین کو بھی فتح کرلیا جو یہودیوں کے مطابق خدا نے انہیں ہمیشہ کے لئے عطا کی تھی۔ یروشلم پر مسلمانوں کی فتح اسرائیل کی منتخب قوم ہونے کے دعوی پر ایک بڑا سوالیہ نشان تھا۔ شاید مسلم

[70](Williams, Henry Smith. page 10)

فتوحات اسماعیل کی اولاد میں سے بارہ بادشاہ ہونے کی پیشن گوئی کا حصہ تھا لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ساتویں صدی سے بیسویں صدی تک سینکڑوں نہیں تو درجنوں ایسے قد آور مسلمان بادشاہ گزرے جنہوں نے اپنے دور حکومت میں سلطنت کو بام عروج پر پہنچا دیا، انہوں نے نہ صرف عالمی طاقتوں کو مات دی بلکہ ایسے علاقے بھی فتح کر لئے جو دوسری قوموں کی میراث سمجھے جاتے تھے۔

قریش۔ کعبہ کے متولی

قدیم تحریروں کے مطابق عرب کا مطلب صحرا ہے۔ معلوم نہیں خانہ کعبہ کس سن میں تعمیر ہوا یا اس دھرتی کو مقدس سب سے پہلے کب سمجھا گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ کعبہ جورہم قبائیل کے زیرتسلط تھا۔ جورہم خانہ بدوش تھے اور شائد سارا سال مکہ میں رہتے بھی نہیں تھے۔ پانچویں یا چھٹی صدی میں کعبہ کا کنٹرول جورہم سے خوزہ قبائیل کو منتقل ہوگیا۔[71]

کچھ عرصہ بعد کنانہ قبیلے کے کچھ لوگ کعبہ کے قریب آکر بس گئے اورقریش نام کی ایک بستی سی بنالی۔ کنانہ کے آباد ہونے سے پہلے ہی کعبہ اور اس کے اطراف کے علاقے کو متبرک جانا جاتا تھا اس کے گردونواح میں خون بہانا منع تھا۔ کعبہ کے گرد آباد ہونے کے بعد قریش کعبہ کے متولی بن گئے۔ کعبہ اس وقت تک ایک چوکور گھر تک ہی محدودو تھا ۔اب قریش نے تجارت شروع کردی ۔ اور اپنے قافلوں کو دور دور بھیجنا شروع کیا ، مال تجارت لے کر وہ غزہ ، یروشلم ، فرات ، اور یمن تک جانے لگے۔ چھٹی صدی کے آخر میں ، ممکنہ طور پر بازنطینی اور فارسی سلطنتوں کے مابین جنگوں کی وجہ سے انکا تسلط جنوبی عرب اور بحیرہ روم کے علاقوں تک جا پہنچا۔ اور وہ بہت خوشحال ہوگئے۔ چھٹی صدی کے اختتام تک قریش ایک غیر معمولی مقام حاصل کر چکے تھے۔ اگرچہ وہ کبھی بھی کوئی باقاعدہ سیاسی شکل اختیار نہیں کرپائے لیکن مورخین کہتے ہیں کہ قدیم روم اور وینس کی طرح ان میں وراثتی دانشمندی پائی جاتی تھی[72]۔ انکی خوراک اور رہن سہن روایتی بدووں سے بہتر تھا ۔قبائیلی لڑائی جھگڑوں میں نہ پڑنے کی وجہ سے ان کی تعداد نسبتا زیادہ تھی ۔ عرب معاشرے میں کسی قبیلے کی عزت کا دارومدار اسکی عددی برتری پر ہوتا تھا۔ انکی اس لئے بھی تکریم تھی کہ وہ اپنی خوشحالی کی وجہ سے مہمانوں کو سیر ہوکر کھانا کھلاتے۔ عیسائیت عرب کے

[71] (Watt, W. Montgomery)
[72] (Williams, Henry Smith)

متعدد حصوں کا مقبول مذہب تھا ، عراق ، میسوپوٹیمیا ، بحرین اور
فاران کے صحرا کے مختلف عرب قبائل عیسائی تھے
تاہم ، عرب میں بت پرستی کا زور تھا۔ عرب ایک خدا کو تو مانتے تھے
لیکن ان میں سے کچھ بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ وہ خدا کی بیٹیوں
کی بھی پرستش کرتے تھے۔ کچھ سیاروں اور ستاروں کو پوجتے تھے۔
ہر قبیلے کے پاس انفرادی بت تھے ۔ حبل ، اور لات ، دو بڑےعوامی بت
تھے جن کے نام کے نذرانے چڑھائے جاتے اور جن کے نام پر قربانی کی
جاتی، لیکن کسی بھی مندر یا بت خانے کی وہ حیثیت نہیں تھی جو
خانہ کعبہ کو حاصل تھی۔ اور جس کی بالادستی ہر کوئی تسلیم کرتا
تھا ۔ یہاں آتش پرست بھی نذرانے بھیجتے ، یہودی بھی اس مقام کو
متبرک مانتے۔۔ ایک دفعہ قریبی ریاست یمن میں ایک نیا فرمان روا
آگیا ، وہ کٹر عیسائی تھا ، اس نے آتے ہی اپنے علاقۓ میں کلیسا اور
گرجا گھر تعمیر کئے ، لیکن اسکی کسی عمارت کو وہ شہرت نہ ملی
جو کعبہ کی تھی ۔ پھر اوپر تلے کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ اس کو
لگا کہ کعبہ کو ختم کئے بغیر اس کے کلیسا اور گرجا گھر بے رونق ہی
رہیں گے۔[73] اس نے محمد کی ولادت کے سال یا اس سے ذرا پہلے اپنے
تمام لاؤ لشکر کے ساتھ مکے پر چڑھائی کردی ۔اسکی فوج میں ستر
لاکھ لوگ تھے اور سینکڑوں ہاتھی تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ جیسے ہی
کعبہ کو گرانے کی نیت سے داخل ہوا اس کی فوج پر ننھے ننھے پرندوں
نے حملہ کردیا ، ان پرندوں کی چونچوں میں باریک کنکر تھے۔ یہ باریک
کنکر جب ہاتھیوں کو لگتے تو وہ بوکھلا کرالٹے قدموں چل پڑتے ، اس
طرح چند ہی لمحوں میں ان دیو قامت درندوں نے اپنی ہی فوج کو
روند ڈالا۔ اس واقعۓ نے کعبہ کے وقار میں بے پناہ اضافہ کیا۔اب ہر
کوئی اسے خدا کا گھر جانتا تھا ایسا گھر جس کی حفاظت خدا خود کرتا
ہے۔ یہ کعبہ کا تقدس ہی تھا کہ قریش کو کئی طرح کے مذہبی
اختیارات حاصل تھے

زمزم کی دریافت

محمد کے دادا عبدالمطلب 497 میں پیدا ہوئے ، انکے والد کا نام ہاشم
تھا۔ جب یمن کے بادشاہ ابرہہ نے کعبہ پر چڑھائی کی تو اسوقت وہ
ایک کڑیل جوان تھے۔ ابرہہ کی فوج کو دیکھ کر قریش نے کعبہ کا
علاقہ خالی کردیا لیکن عبدالمطلب ڈٹے رہے اور وہیں بیٹھ گئے[74] ،
کہنے لگے خدا کی قسم ، میں خدا کے مقدس احاطے کو نہیں چھوڑوں

[73](Anthony, Mamar Ibn Rāshid_ Sean W. page 283)(Guillaume, A. page 26)
[74](Anthony, Sean W. page 3)

گائے پھر انہوں نے خدا کو مخاطب کر کے کہا کہ ہر شخص اپنے گھر
کی خود حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرمائے ابرہہ
کی فوج آئی اور خود اپنے ہی ہاتھیوں کے ذریعے برباد ہو کر چلی گئی
مگر عبدالمطلب بیٹھے رہے۔ خدا کے گھر کا احترام کرنے پر قریش
عبدالمطلب کی بے پایاں عزت کرنے لگے۔ ایک رات عبدالمطلب نے ایک
خواب دیکھا۔کوئی انہیں زمزم کھودنے کا حکم دے رہا تھا۔ بہت غور
کرنے پر بھی جب انہیں مطلب سمجھ نہ آیا تو انہوں نے دعا کی کہ
خدا ان پر خواب واضح کردے۔ اب کی بار انہیں جو خواب نظر آیا وہ
بہت واضح تھا۔ کوئی انہیں کہہ رہا تھا کہ زمزم کا کنواں کھودو۔ جو
کہ اندرونی اعضا اور خون کے درمیان پوشیدہ ہے۔ جہاں کوا کھوجتا
ہے۔ قربان گاہ کے قریب ۔ یہ خواب دیکھ کر عبدالمطلب کعبہ کے
پاس چلے گئے اور مشاہدہ کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ایک گائے اپنے
قصاب سے آزاد ہوکر بھاگ نکلی ۔ اس کے جسم سے خون جاری تھا۔
وہ بھاگتے ہوئے کعبہ کے قریب پہنچی اور وہیں ڈھیر ہو گئی۔ اسکے
تعاقب میں قصائی بھی پہنچ گیا ، اس نے گائے کو اسی جگہ کاٹنا
شروع کردیا۔ اس نے اپنا کام ختم کیا اور گوشت لے کر چلا گیا۔اب
ایک کوا آیا اور گائے کی باقیات کھوجنے لگا۔ خواب کی تمام نشانیاں
پوری ہوچکی تھیں ۔ عبدالمطلب نے اسی جگہ کھدائی شروع کردی
۔ قریش آئے اور ان سے پوچھنے لگے کہ وہ کعبہ کے قریب کیوں
کھدائی کر رہے ہیں۔ عبد المطلب نے جواب دیا ،کہ وہ کنواں کھود
رہے ہیں اور اگر کسی نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو وہ سختی
سے پیش آئیں گے۔ ان کے مرتبے کے پیش نظر کوئی انہیں روکنے کی
جرات تو نہ کرسکا لیکن زبانی طور پر کئی نے بد تمیزی کی۔ انہوں
نے سب سے بے پرواہ اپنا کام جاری رکھا۔ کچھ ہی کھدائی کی ہوگی
کہ انہیں زمین میں دفن دو سنہری خنجر نما تلواریں ملیں۔ جب
قریش نے انہیں تلواریں نکالتے دیکھا تو اپنا حصہ طلب کرنے لگے۔ یہ
تلواریں خدا کے گھر کی ہیں ۔ انہوں نے کہا اور سب خاموش ہوگئے ۔
وہ کھودتے رہے۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ انہوں نے کنوؤیں کی
ضروری تعمیر کے بعد اوپر ایک حودی سی بنادی ۔ جس کو ان کے
بیٹوں نے پانی سے بھر دیا۔ قریش نے حسد اور جلن میں رات کو وہ
حودی توڑ دی۔ عبدالمطلب نے حودی دوبارہ بنائی اور قریش نے رات
میں توڑ دی ۔ عبدالمطلب جب بار بار کی توڑ پھوڑ سے بے زار ہوگئے
تو انہوں نے دعا کی ۔ انہیں خواب میں بتایا گیا کہ وہ منادی کروادیں
کہ وہ کسی کو بھی اس کنویں کے پانی سے طہارت نہیں کرنے دیں گے

۔ لیکن جو چاہے اس کنوؤیں سے پانی پی سکتا ہے ۔ عبد المطلب قریش کے پاس گئے اور انہیں اپنا خواب سنایا، قریش ڈر گئے اور پھر کسی نے زمزم سے چھیڑ چھاڑ نہ کی۔ محمد کے سوانح نگار ابو محمد عبد الملک (ابن ہشام) اپنی کتاب سیرت ابن ہشام میں زمزم کی ملکیت کے حوالے سے قریش اور عبدالمطلب کے مابین ایک تنازعہ بیان کرتے ہیں، جس کا فیصلہ عبدالمطلب کے حق میں طے ہوا[75]۔ اس واقعہ کے بعد ، عبدالمطلب نے متعدد خواتین سے شادی کی ، اور ان کے دس بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک بار انہوں نے خدا سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے ایک بیٹے کو خدا کے راستے میں قربان کریں گے۔جب قرعہ ڈالا توہر بار انکے محبوب ترین بیٹے عبداللہ کا نام نکلا ۔ جب لوگوں کو پتہ چلا تو انہوں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا، کہتے ہیں اپنے بیٹے کے متبادل کے طور پر انہوں نے سو اونٹ قربان کر ڈالے۔ التبریٰ کی کتاب التاریخ الرسول والملک کے مطابق ، عبدالمطلب نے ابراہیم کے بیٹے اسماعیل کا کنواں زمزم دریافت کیا ، اور اس نے دو سنہری تلواریں نکالیں جو اس کنوویں میں دفن تھیں انہوں نے ان تلواروں کو سونے کی پلیٹ کے طور پر کعبہ کے دروازوں پر لٹکا دیا ۔ یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبہ کو مزین کیا گیا۔ کچھ تاریخی حوالوں کے مطابق جورہم قبیلہ نے ابراہیم کی بیوی حاجرہ اور انکے بیٹے اسماعیل کو پناہ دی تھی۔ بعد میں اسماعیل نے اسی قبیلہ کی خاتون رالہ بنت مداد سے شادی کی۔

مسلمان مورخین نے محمد کے آباؤ اجداد کی تفصیل فراہم کی ہے ، شجرہ بھی دیا ہے ۔ لیکن تاریخ دان ڈبلیو مونٹگمری واٹ کا خیال ہے کہ اسمٰعیل سے لے کر عبد اللہ تک کے شجرے میں کچھ ادوارموجود نہیں ۔اسی طرح زمینی حقائق اس مسلم عقیدے کی تائید نہیں کرتے ہیں کہ زمزم پیاسے اسماعیل کے پیر رگڑنے سے جاری ہوا۔ حاجرہ ابراہیم کے ساتھ کنعان میں مقیم تھیں جب سارہ کے کہنے پر ابراہیم نے انہیں گھر سے رخصت کیا، محدود کھانے اور پانی کے ساتھ انہوں نے کوئی ہزار کلومیٹر کا سفرپیدل کیسے طے کیا۔ یہ اپنی جگہ پر ایک سوال ہے

اگر مان لیں کہ زمزم اسماعیل کےپاؤں رگڑنے سے ہی جاری ہوا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بعد آنے والی نسلوں نے اتنا متبرک اور اہم پانی کا مآخذ کیوں ترک کردیا۔ تاریخ دانوں کو مزید تحقیق کر کے اس راز سے پردہ اٹھانا چاہئے۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک اختلاف قربانی کے حوالے سے بھی ہے ۔ بائیبل کہتی ہے ابراہیم نے اپنے بیٹے

[75](Ibn Hisham, Abdus-Salam M Harun page 16)

اسحاق کو قربانی کے لئے پیش کیا ۔ جبکہ مسلمانوں کا ماننا ہے کہ وہ
اسماعیل تھے ۔ قرآن میں اس واقعہ کا ذکر تو ہے لیکن اسماعیل کا
نام نہیں لیا گیا

پیغمبر اسلام محمد 570-632

ولادت

بائبل کے مطابق ربیکا ، اور راخیل کو خواب میں بتایا گیا کہ وہ کچھ
غیر معمولی مردوں کو جنم دیں گی ۔بائیبل کے مطابق حاجرہ کو یہ
خوش خبری براہ راست گفتگو کے دوران دی گئی۔ خدا نے ابراہیم ،
اسحاق اور اسماعیل کا نام منتخب کیا ۔ محمد کے سیرت نگار ہمیں
بتاتے ہیں کہ خدا نے محمد کی والدہ ، آمنہ کو بھی خواب میں
بشارت دی۔ "تم قوم کے آقا کو جنم دینے جا رہی ہو ۔ اس کی
پیدائش کے بعد کہنا، میں اس کے لئے پناہ مانگتی ہوں ہر حاسد کے
شرسے ۔ اور بچے کا نام محمد رکھنا"، انہیں بتایا گیا[76]۔ ایک اور خواب
میں آمنہ نے دیکھا کہ انکے وجود سے ایک روشنی خارج ہورہی ہے ۔
جس سے انہیں شام کے قلعے نظر آنے لگے۔

نبی کی ابتدائی زندگی

مغربی اسکالرز محمد کو ایک مذہبی ، معاشرتی ، اور سیاسی رہنما
اور بانی اسلام قرار دیتے ہیں جبکہ مسلم زرائع انہیں ایک نبی مانتے
ہیں جنھیں آدم ، ابراہیم ، موسیٰ ، عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کی دی
گئی توحیدی تعلیمات کی تبلیغ اور تصدیق کے لئے بھیجا گیا تھا۔ محمد
کے والد عبد اللہ قریش کے وجیہ مردوں میں سے تھے۔ انہوں نے آمنہ
بنت وہاب سے شادی کی ۔ ایک بار ان کے والد عبدالمطلب نے
کھجوروں کی تجارت کے لئے انہیں یثرب سے باہر بھیجا اور اس سفر
کے دوران ان کا انتقال ہوگیا۔ عبد اللہ کی وفات کے بعد محمد کی
ولادت ہوئی ۔ وہ اپنے دادا عبدالمطلب کی تحویل میں چلے گئے۔
انہوں نے اپنے پوتے کو دودھ پلانے کے لئے ایک خاتون مقرر کردیں۔ جن
کا نام حلیمہ تھا۔ محمد جب چلنے لگے تو انکی رضائی والدہ نے انکی
دیکھ بھال اپنی بیٹی اور محمد کی دودھ شریک بہن کے سپرد کردی۔
ایک بار وہ روتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آئی۔ اے ماں! میں نے ابھی
دیکھا کہ مرد میرے بھائی کو لے گئے اور اس کا پیٹ پھٹ گیا۔حلیمہ
دوڑتی ہوئی باہر گئیں تو دیکھا محمد کا رنگ سفید تھا۔ لیکن وہ تنہا

[76](Harun, Abdus Salaam m)

تھے۔ اس واقعے سے حلیمہ پریشان ہوگئیں اور آمنہ کے پاس دوڑیں ۔ لیکن آمنہ نے انہیں تسلی دی کہ جب محمد انکی کوکھ میں تھے۔ انہوں نے غیر معمولی خواب دیکھے۔ محمد نے پیدا ہوتے ہی ہاتھوں پر ٹیک لگا کر سجدہ کیا اورآسمان کی جانب دیکھا[77]۔ آمنہ یہ سن کر مطمئن ہو کر لوٹ گئیں۔ کچھ ہی عرصے بعد آمنہ کا بھی انتقال ہو گیا، اور محمد یتیم ہوگئے ۔ وہ ابھی کم عمر ہی تھے کہ انکے دادا بھی رحلت پاگئے ۔ اب محمد اپنے چچا کی تحویل میں چلے گئے۔ ان کے والد کے حقیقی بھائی ابو طالب اب ان کے سرپرست تھے۔ محمد جب بلوغت کو پہنچے تو چچا انہیں اپنے ساتھ ایک تجارتی سفر پر لے گئے محمد کو دیکھ کر ایک ربی نے ابو طالب کو خبردار کیا کہ وہ آئندہ محمد کو شام نہ لائیں کیونکہ یہ نوجوان انکا دشمن ہے۔ اور اہل شام اسے مار ڈالیں گے۔محمد کی نوجوانی میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ وہ مکہ میں امین کے نام سے مشہور ہوگئے ۔ایک اہم واقعہ تو کعبہ میں پتھر نصب کرنے کا تھا۔ ایک دفعہ ایک خاتون نے آگ جلائی تو غلطی سے کعبہ کے کپڑے کو لگ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے شعلوں نے کعبہ کے پورے غلاف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ آگ تو بجھا لی گئی لیکن عمارت کمزور ہوگئی۔ سب کو نظر آرہا تھا لیکن کوئی بھی ڈر کے مارے کعبہ کو منہدم کر کے نئی عمارت بنانے کو تیار نہ تھا ۔کعبہ خدا کا گھر تھا کوئی کیسے اسے گراتا ۔ عرب میں کون تھا جو ابرہہ کے ہاتھیوں کی فوج کی درگت سے واقف نہ ہو۔ایسے میں ولید ابن مغیرہ نے ہمت کی ۔ وہ کعبہ کی چھت پر یہ کہتے چڑھ گئے ۔ کہ خدایا ہم صرف اس گھر کی از سر نو تعمیر کرنا چاہتے ہیں انہوں نے چھت کے ایک حصے کو جب منہدم کرلیا تو باقی لوگوں نے بھی ہمت کی۔ کعبہ کی عمارت تعمیر کرنے کے بعد جب آخری ایک قیمتی پتھر نصب کرنے کی باری آئی تو سب جھگڑنے لگے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے ۔ جب کسی نتیجے پر نہ پہونچ سکے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب جو کوئی بھی پہلا شخص وہاں آئے گا وہ اس سے فیصلہ کروائیں گے۔اب وہ انتظار کرنے لگے کہ اتنی دیر میں محمد وہاں پہنچ گئے ۔ انہوں نے جب سارا ماجرہ سنا تو ایک چادر منگوائی پتھر کو اس میں رکھا اور تمام لوگوں سے کہا کہ وہ چادر پکڑ کر اس مقام تک لے جائیں جہاں پتھر نصب ہونا ہے۔ وہاں پہنچ کر محمد نے اپنے ہاتھوں سے مقدس پتھر نصب کیا۔ اس واقعے کے بعد سے محمد کو امین کا لقب دے دیا گیا۔ پھر لوگ ان سے جانوروں کو

[77](The Expeditions -An Early Biography of Muḥammad by Maʿmar ibn Rāshid page 7)

ذبح کرنے سے پہلے دعا کا کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ایسا ہوا کہ علاقے
میں ان سے دعا کروائے بغیر کوئی قصائی اپنا اونٹ حلال نہیں کرتا تھا۔
اس واقعۂ کی تاریخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

محمد کی خدیجہ سے شادی

جب محمد جوان ہو گئے تو خدیجہ بنت خویلد نے انکی خدمات حاصل
کرلیں۔ خدیجہ قریش کی ایک نامور اورمالدار خاتون تھیں۔ اور لوگ
انکی بہت عزت کرتے تھے ۔ خدیجہ نے سامان تجارت دے کر محمد کو
حبشہ کی ایک منڈی کی طرف روانہ کیا ۔ انہوں نے ایک خادم بھی
محمد کے ساتھ کردیا۔ راستے میں جب محمد ایک جگہ رکے تو ایک
درویش نے خادم سے پوچھا کہ انکا ساتھی کون ہے۔ محمد کے بارے میں
سن کر وہ بولا کہ اس جگہ نبی کے علاوہ کوئی نہیں رک سکتا۔
محمد کے سوانح نگار طبریؒ کے مطابق سفر میں غلام نے دیکھا کہ دو
فرشتے محمد پر سایہ کئے ہوئے ہیں ۔حبشہ پہنچ کر محمد نے خدیجہ
کا مال دوگنی قیمت پر فروخت کیا ، اور واپس آکر تمام رقم ان کے
حوالے کردی۔ خدیجہ نے جب غلام سے سفر کے واقعات سنے تو انہیں
شادی کا پیغام بھیج دیا۔ تاہم ایک اور تاریخ دان ابن راشد کہتے ہیں کہ
محمد کی خدیجہ سے شادی ایک شادی کرانے والی خاتون کے ذریعے
سے ہوئی۔ شادی کے وقت محمد کی عمر تقریبا پچیس سال جبکہ
خدیجہ کی چالیس سال تھی۔ محمد سے خدیجہ نے چار بیٹیوں رقیہ ،
زینب، فاطمہ اور ام کلثوم کو جنم دیا ۔ قاسم بھی انہی سے پیدا
ہوئے۔

محمد کا نبوت کا سفر

محمد کی نبوت کا سفر مکے کے ایک غار سے شروع ہوا۔ اس وقت
انکی عمر چالیس سال چھ ماہ اور بارہ دن تھی۔ وہ 10 اگست 610
کا دن تھا جب جبرائیل نے انہیں نبوت کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔
محمد ، آپ خدا کے رسول ہیںجبرائیل نے کہا اور وہ گھبرا کر وہ اپنے
گھٹنوں کے بل گرگئے[78]، اور کانپتے ہوئے کندھوں کے ساتھ رینگنے لگے۔
انہیں شاعر یا دیوانے کبھی پسند نہیں تھے ۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے
تھے کہ دوبارہ صدا آئی ۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں
جبرائیل ہوں۔ انہوں نے آواز کا مآخذ تلاش کرنے کو ادھرِ ادھرِ نظر
دوڑائی۔ تو جبرائیل انہیں زمین و آسمان کے درمیان معلق ایک تخت پر
بیٹھے نظر آئے۔[79]

[78](Watt, The History of al-Tabari (Ta'rikh al-rusul wa'l-muluk) vol 6,)
[79](Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl)

انہوں نے نظریں چرانے کی کوشش کی ۔ لیکن وہ جہاں دیکھتے ۔ ہر طرف انہیں جبرائیل ہی نظر آتے۔ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑے رہے۔ یہاں تک ان کو تلاش کرتا ہوا ایک شخص آیا اور انہیں کھڑا دیکھ کر مطمئن ہوکر چلا گیا۔ لیکن وہ اپنی جگہ پر ہی جامد رہے۔یہ ایک خلاف معمول واقعہ تھا ۔ انہیں سچے خواب تو کئی بار نظرآئے تھے۔ لیکن ایسا خوفزدہ کرنے والا واقعہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ان کے خواب تو اتنے دلکش اور مسحور کن ہوتے تھے کہ انہیں تنہائی عزیز ہو گئی تھی۔وہ غار حرا میں تنہا کئی کئی دن عبادت کرتے رہتے۔ اس دن بھی ، وہ معمول کے مطابق غار حرا آئے تھے۔ کہ جبرائیل نظر آگئے۔ کافی دیر بعد انہوں نے کسی طرح اپنی ہمت مجتمع کی اور گھر پہنچے۔ انکی شریک حیات گھر پر ہی تھیں۔ مجھے ڈھانپ دو[80]۔ انہوں نے خدیجہ سے کہا ۔جب طبیعت بحال ہوئی تو انہوں نے سارا ماجرہ اپنی زوجہ سے کہہ ڈالا ۔خدیجہ نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ یہ تو ایک نیک شگون ہے، وہ محمد کو اپنے کزن ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ ایک عمر رسیدہ شخص تھے ۔ وہ عیسائی تھے اور عربی میں انجیل پڑھتے تھے۔ تم نے کیا دیکھا ۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے کہا ۔ ورقہ کو نظر نہیں آتا تھا۔ محمد کے واقعات سن کر انہوں نے گواہی دی کہ محمد کی ملاقات جبرائیل سے ہوئی ہے۔ جوخدا کے احکامات لے کر موسی کے پاس آتے تھے[81]۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت لوگ ا نہیں مسترد کردیں گے وہ انکی حمائت کریں گے۔ کیا لوگ مجھے مسترد کردیں گے محمد نے حیرانگی سے پوچھا ورقہ نے جواب دیا کہ جو بھی محمد سے ملتا جلتا پیغام لے کر آیا لوگ اس کے خلاف ہو گئے۔ محمد کی حمائت کی خواہش ورقہ کے دل ہی میں رہ گئی کہ چند روز بعد ہی انکا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد محمد پر اعتماد ہوگئے اور غار حرا زیادہ تواتر سے جانے لگے، جہاں انہوں نے اس مذہب کے بارے میں سیکھا ۔جسے انہوں نے قائم کرنا تھا۔انہیں سب سے پہلا حکم وحدانیت کا دیا گیا ۔ کہ خدا ایک ہے۔ دوسرا حکم کسی بھی شبیہ یا بت کو مسترد کردینے کا تھا۔ یہ دونوں وہی احکامات ہیں جو موسی کو دئے گئے ۔ لیکن محمد کا تیسرا حکم پہلے نبیوں سے مختلف تھا۔ ہم نے دیکھا یہودیوں کو پاکی ناپاکی کا بتا یا گیا تھا ۔ وہ غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے کپڑے دھو کر پاک کرتے تھے ۔ کسی اہم مشن پر جانے سے پہلے بھی وہ نہا کر صاف کپڑے پہنتے تھے۔ موسی جب پہلی بار خدا سے ہمکلام ہوئے تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنے جوتے اتار

[80](Sahih al-Bukhari 4953 : Book 65, Hadith 475)
[81](Sahih al-Bukhari 3392 Book 60, Hadith 66)

کہ بڑھیں کہ مقدس جگہ ہے۔ محمد کو ایک تو پاک ہونے کے لئے وضو
کا بتایا گیا ۔ دوسرا انہیں نماز سکھائی گئی۔ جبرائیل نے انہیں وضو
کرکے نماز پڑھنے کی عملی تربیت دی۔ محمد نے گھر آکر یہ طریقہ
خدیجہ کو سکھایا ۔ وہ انکے پیچھے نماز پڑھتی تھیں۔ شائد یہی وجہ
ہے کہ جب محمد نے اپنی نبوت کا بتایا تو خدیجہ نے فورا گواہی دی ۔
خدیجہ کے بعد محمد کے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب اور پھر انکے
آزادکردہ غلام زید بن حارثہ نے گواہی دی۔ جلد ہی ایماندار تاجر ابوبکر
اور طاقتور قبیلہ امیہ کے عثمان بن عفان بھی انکے پیروکاروں میں
شامل ہوگئے۔

سفر اسراء - معراج

یہ نبوت کے ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ محمد رات کعبہ میں گزارا کرتے
تھے ۔ اس رات بھی وہ وہیں موجود تھے جب جبرائیل اپنے ایک ساتھی
فرشتے کے ساتھ آئے[82]۔ جبرائیل نے اپنے ساتھی یا ساتھیوں کی مدد سے
محمد کو آب زم زم کے کنوویں کے پاس لٹا دیا ۔ پہلے انکا سینہ چاک
کیا ۔ پھر انکے اعضا باہر نکال کر انہیں زمزم سے دھویا اور پھر انہیں
واپس انکے سینے میں رکھ دیا ۔ اب انہیں ایک سواری پیش کی گئی ۔
سفید رنگ کا یہ جانور گھوڑے سے چھوٹا لیکن خچر سے بڑا تھا۔ براق
ایک جست میں انسانی نگاہ جتنا فاصلہ طے کرلیتا تھا۔ جلد ہی آپ
یروشلم پہنچ گئے ۔ وہاں آپ نے براق کو باندھا اور دو رکعت نمازا دا
کی جب آپ فارغ ہوئے تو جبرائیل نے آپکو دو جگ پیش کئے ۔ ایک میں
دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔آپ نے دودھ والے برتن کا انتخاب
کیا ۔ آپ نے قدرتی چیز کا انتخاب کیا جبرائیل بولے ۔[83] یہاں سے آپ
کا عرش کا سفر شروع ہوا۔ آپ کی پیغمبروں سے ملاقات ہوئی۔ آپ
کا تعارف آدم ، ابراہیم ، ہارون ، ادریس اور موسی سے ہوا ۔ سب نے
آپکو خوش آمدید کہا۔ موسی کا چہرہ سرخی مائیل تھا اوروہ لمبے
اور دبلے پتلے تھے۔[84] عیسی ابن مریم درمیانے قد کے تھے اور انکے بال
گہری رنگت کے تھے انکے چہرے سے ایسا لگتا تھا کہ وہ جیسے ابھی
غسل کرکے آئے ہوں۔ ان کے سر سے پانی ٹپکتا محسوس ہوتا تھا ۔
جبکہ پانی تھا نہیں[85]۔ جبرائیل نے انہیں سات آسمانوں کی سیر
کروائی ۔ جنت دوزخ دکھائی ۔ اور انہیں اس درخت تک لے گئے جس کے
آگےکوئی جاندار نہیں جا سکتا ۔ یعنی سدرہ المنتہا۔ خدا نےا نہیں

---
[82](Sahih al-Bukhari 7517, Vol. 9, Book 93, Hadith 608)
[83](al-Nasā'ī, Abū `Abd ar-Raḥmān Aḥmad ibn Shu`ayb ibn Alī ibn Sīnān)
[84](Sahih al-Bukhari 3395, 3396)
[85](The Life of Muhammad, A Translation of Sirat Rasul Allah by Ibn Ishaq page 184)

پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ واپسی کے سفر میں موسی ملے تو
انہوں نے محمد کو مشورہ دیا کہ واپس جاکر نمازوں میں کمی کروائیں
کہ امت کے لئے اسے پورا کرنا مشکل ہوگا۔ اے خدا ، برائے کرم ہمارا
بوجھ ہلکا کریں کیونکہ میرے پیروکار ایسا نہیں کرسکتے ، انہوں نے
اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ خدا نے کہا کہ اس کے کہے الفاظ تبدیل نہیں
ہوتے ۔ پانچ نمازیں ہی پڑھیں لیکن ثواب پچاس کا پائیں[86]۔سفر ختم
ہونے پر محمد نے اپنے آپ کو مقدس مسجد میں پایا۔اس سفر کے بعد
محمد کی جلد خوشبودار ہوگئی ۔ وہ خوشبو اتنی سحر انگیز تھی کہ
ان کے ساتھی ان کی جلد سے اپنی جلد رگڑتے تھے اور وہ مہکنے لگتی
تھی[87]۔ جب محمد نے لوگوں کو اس واقعے کے بارے میں بتایا تو کسی
کو یقین نہیں آیا ، کہ کوئی ایک ہی رات میں یروشلم گیا وہاں نماز
پڑھی اور اسی رات واپس آگیا۔ کچھ تو اسلام سے ہی متنفر ہوگئے۔
کچھ لوگ ابوبکر کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ تمھارا نبی کیا کہتا
ہے۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے جب سنا تو پوچھا کیا یہ محمد نے کہا جب
لوگوں نے اقرار کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر محمد نےکہا ہے تو یقینا
سچ ہوگا اس دن سے ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا[88]۔ بعد کے ادوار میں
محمد کے اس سفر پر مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا ، وہ الجھنے لگے
کہ یہ روحانی سفر تھا یا جسمانی۔ مبصرین کا ماننا ہے کہ سفر کی
نوعیت پر توانائیاں ضائع کرنے کی بجائے مسلمانوں کو اس سفر کے
پیغام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مکہ میں تبلیغ

محمد پر وحی نازل ہوتی رہی۔ کبھی فرشتہ آدمی کے روپ میں آکر
ان سے بات کرتا اور کبھی کان میں گھنٹی سی بجنے لگتی یہ الہام کی
سب سے مشکل قسم تھی[89]۔ ان کے ماتھے پر شدید سردی میں بھی
پسینے آجاتا تھا۔ رمضان کی راتوں میں جبرائیل انہیں ہر رات قرآن
کی تعلیم دیتے تھے ، ان دنوں وہ بہت فیاض ہو جاتے[90]۔ ماضی کے
انبیاء کی طرح محمد میں ایک جوش اور غیر معمولی توانائی تھی[91]۔
ان کی باتوں میں اثر تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنا پیغام اپنے قریبی
رشتے داروں اور دوستوں تک اپنا پیغام پہنچایا۔ پھر چوتھے سال سے

[86](The History of al-tabari, Muhammad at Mecca, Volume VI, (Ta'rikh al-rusul wa 'l-muluk) page 80)
[87](Montgomery page 80)
[88](The Life of Muhammad_ A Translation of Sirat Rasul Allah by Ibn Ishaq page 183)
[89](Sahih al-Bukhari Book 1, Hadith 2)
[90](Sahih Bukhari, Vol. 1, Book 1, Hadith 5)
[91](The Historians' History of the World, Volume VIII, Parthians, Sassanids, and Arabs page 115)

انہوں نے کھلے عام تبلیغ شروع کردی۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے قبیلے کے لوگوں قریش کو مخاطب کیا۔ پہلے تو قریش نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا لیکن جب محمد نے انکے جھوٹے خداؤں کی مذمت کی تو وہ اشتعال میں آگئے ۔ انہیں لگا کہ بتوں کو مسترد کر کے محمد نے انکے مفادات پر حملہ کیا ہے۔ جو انہیں کعبے کے متولی کی حیثیت سے حاصل تھے ۔ کیوں کہ کعبے میں بے شمار بت تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی ۔ جن پر قیمتی چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ جب محمد نے قریش کو جمع کر کے کہا کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے ۔ انہیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا ۔ اچھے اعمال کے بدلے جنت ملے گی اور برے اعمال کے بدلے جہنم ۔انکا یہ کہنا تھا کہ انکے چچا ابولہب نے انکو مارنے کے لئے ایک پتھر اٹھا لیا۔ اسوقت تو رشتے داروں نے انہیں بچالیا لیکن وقت کے ساتھ قریش کی نفرت اور مخالفت بڑھتی گئی۔ ابوحکم ، جسے محمد ابوجہل (یعنی جاہل کے والد) کہتے تھے اور ابو سفیان ، محمد اور انکے دین کے سب سے بڑے دشمن بن گئے۔ ان کے چچا ابو طالب کی فراہم کردہ حفاظت کی وجہ سے قریش محمد کو تو کوئی گزند نہیں پہنچا پائے لیکن ا نکے پیروکاروں کے ساتھ بدسلوکی شروع کردی۔ ان پر جسمانی تشدد تک کیا گیا۔ جب قریش کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئیں تو محمد کے تقریبا اسی ساتھی بشمول عثمان بن عفان کے دوسرے ملک ہجرت کر گئے۔[92] قریش نے فورا انکے پیچھے اپنے سفیر روانہ کئے، انہوں نے جا کر ابے سینا یا حبشہ کے بادشاہ کو قیمتی تحائف دئے اور پناہ گزینوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ نجاشی نے ان کے دلائل سننے کے بعد محمد کے ساتھیوں کو انکے حوالے کرنے سے انکار کردیا اور انہیں اپنی مملکت میں باضابطہ پناہ عطا کی۔ نجاشی کو لگا کہ کعبے کے بت پرستوں کے مقابلے میں محمد اور انکے ساتھی حق پر ہیں۔ محمد نے اپنا مشن جاری رکھا اور اگلے کئی سال تک ، انہوں نے اپنے مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے سخت محنت کی۔وہ جگہ جگہ پھرے اور اپنے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ شروع میں انکے ساتھیوں کی تعداد بہت کم تھی ۔ تاہم ان شروع کے لوگوں نے آگے چل کر دین کی ترویج میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔مسلم دنیا کے طاقتور ترین خلیفہ عمر شروع میں اسلام کے شدید مخالف تھے۔ وہ محمد کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے ۔ کہ راستے میں کسی نے کہا میاں پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو تمھاری بہن اور بہنوئی محمد کے پیروکار بن گئے ہیں[93]۔ یہ سننا تھا

[92](The History of Al-Tabari Muhammad at Mecca page 98)
[93](as-Sallabi page 52)

کہ عمر غضبناک ہوگئے ۔ بہن کے گھر پہنچے تو دیکھا وہ قرآن پڑھ
رہی ہیں ۔ یہ دیکھ کر انہیں مزید غصہ آیا ۔ انکو اتنی زور سے مارا کہ
خون جاری ہوگیا ۔ بہن کا خون دیکھ کر عمر ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور پوچھا
کہ وہ کیا پڑھ رہی ہیں ، بہن نے جھٹ سے سورہ طہٰ کی آیات
سامنے رکھ دیں ، عمر نے پڑھا تو بولے یہ تو انتہائی اعلیٰ کلام ہے ۔
بہنوئی سے کہامکہ محمد کے پاس لے چلو میں انکا دین قبول کرنا چاہتا
ہوں ۔ بہنوئی نے مسکرا کر کہا ۔ کہ محمد نے کل ہی دعا کی تھی
کہ خدا   عمر اور ابو جہل کو مسلمان کردے تاکہ دین کو استحکام
حاصل ہو[94] ۔عمر بن الخطاب ایک قوی الجثہ ، زبردست طاقت اور
ہمت کے حامل شخص تھے۔ وہ چھبیس سال کے تھے جب انہوں نے
اسلام قبول کیا۔ عمر اور حمزہ کے ایمان لانے سے محمد اور انکے
ساتھی تو بہت مستحکم ہوگئے۔ لیکن قریش ڈر گئے۔جب ان سے کچھ
نہ بن پڑا تو انہوں نے محمد اور انکے ساتھیوں کا بائیکاٹ کردیا۔ انہوں
نے عہد کیا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو نہ تو کچھ بیچیں گے
نہ ان سے کچھ خریدیں گے ، نہ انکی خواتین سے شادی کریں گے نہ
انہیں اپنی خواتین دیں گے[95]۔ یہ بہت سخت بائیکاٹ تھا اس سے
محمد اور انکا کنبہ شعب ابی طالب کی ایک تنگ گھاٹی میں قید ہوگیا۔
انکا شہر سے ہر قسم کا رابطہ کٹ گیا ۔ یہ پابندی تین سال تک جاری
رہی ۔سنہ 619 میں محمد مکہ لوٹ آئے لیکن آتے ہی انکو دو بڑے
صدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے انکے پیارے چچا کا انتقال ہوا اور پھر
انکی زوجہ وفات پاگئیں۔ چچا کی وفات نے انہیں نئے خطرے سے
دوچار کردیا۔ انکے چچا نے انہیں حفاظت دی ہوئی تھی۔ وفات کے بعد
ابو لہب قبیلے کے سربراہ بن گئے اور انہوں نے وہ تحفظ واپس لے لیا۔
اب انہیں کوئی بھی گزند پہنچا سکتا تھا اور اس کو خون بہا بھی نہ
ادا کرنا پڑتا۔ چچا کی وفات سے تحفظ ختم ہوا تو زوجہ کی وفات سے
وہ تنہا ہوگئے۔ خدیجہ کا محمد کی زندگی پر بہت گہرا اثر تھا وہ
اپنے شوہر کی وفادار ساتھی تھیں[96]۔ انہوں نے محمد کی اس وقت
حوصلہ افزائی کی جب لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا ۔ وہ اپنے شوہر کی
مونس و غم خوار تھیں۔ خدیجہ کی وفات کے بعد بھی محمد انکا بڑی
محبت سے تذکرہ کرتے۔ قربانی ہوتی تو خدیجہ کی سہیلیوں کو گوشت
بھجواتے۔پیارے چچا اور شریک حیات کے انتقال پر محمد غمزدہ توہوئے

[94](The Life of Muhammad, A Translation of Ishaq's Sirat Rasol Allah page 197)
[95](The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca Volume VI, page 105)
[96](Sahih Muslim 2435 Book 44, Hadith 108) (Sahih al-Bukhari 3432, Vol. 4, Book 55, Hadith 642)

لیکن انہوں نے اپنا مشن جاری رکھا۔ دن کے اجالے میں اور رات کی
تاریکی میں وہ لوگوں کو خدا کی جانب بلاتے رہے۔ میں خدا کا رسول
ہوں ، آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہ بناو[97]۔ انہوں نے سب کو دعوت دی لیکن کم نے ہی
انکے پیغام پر لبیک کہا۔ وہ کوئی دس سال مکہ میں رہے۔ لیکن ان کے
پیروکاروں کی تعداد سینکڑوں میں ہی رہی۔ محمد کو کامیابی اس
وقت ملنا شروع ہوئی جب   یثرب   کے چند لوگوں نے اسلام قبول
کرلیا ۔ اسوقت مدینہ کو یثرب کہا جاتا تھا

اہل مدینہ کا قبول اسلام

محمد کی تبلیغ سے متاثر ہوکر مدینہ سے حج کے لئے آئے چھ افراد نے
اسلام قبول کرلیا۔ یہ خزرج قبیلہ کے لوگ تھے۔ ان لوگوں نے واپس
جاکر اسلام کو اپنی سرزمین میں متعارف کروایا[98]۔ اگلے سال وہ اپنے
ساتھ اوس قبیلہ کے کچھ لوگ لے آئے ۔ انہوں نے محمد سے عہد کیا کہ
وہ بت پرستی چھوڑ دیں گے۔ اگلے سال یہ لوگ اپنے ساتھ پچھتر مزید
لوگ لے آئے ۔ جنہوں نے نہ صرف اسلام قبول کر لیا بلکہ انہوں نے
وعدہ کیا کہ وہ محمد کی حفاظت اپنے کسی قریبی عزیز کی طرح
کریں گے[99]۔ مکہ سے کوئی پونے تین سو میل دور ، یثرب ، ایک
بالکل مختلف جگہ تھی۔ ایک زرخیز نخلستان میں واقع یہ وادی کبھی
یہودیوں کے زیر تسلط تھی ۔ لیکن پھر اوس اور خزرج   کے قبیلے زور
پکڑ نے لگے۔ قبائیل کی آپسی جنگوں کی وجہ سے شہر میں ہمہ
وقت ایک تناو کا ماحول رہتا تھا۔ کچھ سال پہلے ہی دو قبیلوں کے
درمیان ایک شدید جنگ ہوئی تھی۔ مسلسل جنگوں کی وجہ سے
زندگی اور معیشیت دونوں بری طرح متاثر ہوئے تھے
مدینے والوں کو امن قائم کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی خدمات
درکارتھیں جو مقامی نہ ہو لیکن اس کی شہرت ایسی ہو کہ سب
اسکی بات تسلیم کریں۔ انہوں نے سوچا کہ محمد سے زیادہ بہتر
ثالث کون ہو سکتا ہے۔ جو اپنی دیانتداری اور صداقت کے لئے مشہور
ہو۔ مدینے والوں نے مشورہ کی اور محمد کو بطور ثالث مدینہ مدعو
کرلیا، جب قریش کو پتہ چلا کہ محمد نے اپنے قبیلے کے باہر ایک
دوسرے قبیلے میں اور اپنے شہر سے باہر ایک دوسرے شہر میں اپنا
سکہ جما دیا ہے تو انہوں نے محمد کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ

---

[97](TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca)
[98](TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca page 125-126)
[99](TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca page 130) (The Life of Muhamamd translation of Ishaq's Sirat Rasol Allah page 198-202)

اس معاملے کو ہمیشہ کے لئے حل کرلیں[100]۔انہوں نے ہر قبیلے سے
نامور اورطاقت ور لوگ منتخب کئے کہ وہ جاکے محمد کو قتل
کردیں ۔ ہر قبیلے سے لوگ اسلئے لئے گئے تاکہ محمد کے خون بہا کی
رقم کسی ایک کو نہ دینی پڑے بلکہ تمام قبائیل میں برابر تقسیم ہو
جائے[101] ۔وہ ابھی منصوبہ ہی بنا رہے تھے کہ جبرائیل نے محمد کو
اس سازش سے آگاہ کردیا۔ آج کی رات اپنے بستر پر نہ گزاریں انہوں
نے محمد کو مشورہ دیا۔ محمد نے اپنے بستر پر اپنے کزن علی ابن
طالب کو سلایا اورخاموشی سے نکل گئے اور قاتلوں کی فوج کو کانوں
کان خبر نہ ہوئی۔ نہ ہی انہیں پتہ چل سکا جو محمد کے مکان پر
پہرہ دے رہے تھے۔ وہ تو منتظر تھے کہ رات بھیگے تو گھس کر انکو
قتل کردیں
کہتے ہیں کہ مکان سے نکلتے وقت محمد نے سورہ یسین کی پہلی نو
آیات کی تلاوت کی ۔اور مٹی اچھالی تھی جس سے دشمن انہیں نہیں
دیکھ پایا۔ محمد نے گھر سے نکل کر غار ثور میں پناہ لی۔ جلد ہی
ابوبکر ان کے پاس پہنچ گئے۔ ادھر قریش علی کو محمد کے بستر پر
پاکر سٹپٹا گئے۔ جب علی نے محمد کے بارے میں نہیں بتایا تو وہ تشدد
پر اتر آئے انہیں کچھ دیر حراست میں رکھا لیکن پھر چھوڑ دیا[102]۔ اگلے
تین دن محمد اور ابوبکر نے غار میں گزارے۔ قریش نے اعلان کردیا کہ
جو کوئی محمد کے بارے میں اطلاع دے گا اسے سو مادہ اونٹ کا انعام
دیا جائے گا۔ کچھ نے انعام کے لالچ میں محمد کو ڈھونڈنے کی کوشش
کی لیکن ناکام رہے۔ تین روز بعد محمد ابو بکر کے ساتھ اونٹوں پر
مدینے ہجرت کر گئے۔ وہ چوبیس ستمبر سنہ 622 کو مدینے پہنچ
گئے۔ ہجرت کے وقت محمد کی عمر 53 سال تھی۔ جلد ہی انکے
ساتھی بھی مدینے پہنچ گئے

محمد کی یثرب آمد ۔ ریاست مدینہ کی بنیاد- 622

یثرب یا مدینے آمد پہنچ کر محمد نے ثالث کی حیثیت سے اپنے فرائض
انجام دینا شروع کردئے۔ رسموں رواجوں میں جکڑے ، فرسودہ نظام
پر قائم عرب معاشرے سے قدیم تنازعات کو ختم کردینا ایک نہائت
کٹھن کام تھا اس کے لئے وسیع پیمانے پر اصطلاحات کی ضرورت تھی۔
عرب ابراہیم کے زمانے سے ہی خانہ بدوش ہیں۔ وہ جولائی سے

[100] (TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca page 140)
[101](TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca page 142)
[102](TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca page 144)

ستمبر تک چار مہینے اپنے قبائلی علاقوں کے کنوؤں کے گرد گزارتے[103] ۔ لیکن اکتوبر کی پہلی بارش کے ساتھ ہی وہ سبز چراگاہوں کی جانب روانہ ہوجاتے۔ بددوں کی زندگی بہت سادہ تھی ۔بکری یا اونٹ کے بالوں سے بنے ایک خیمے میں ایک پورا خاندان رہتا تھا۔ ایک قبیلہ متعدد خاندانوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ بالغ مرد اپنے سربراہ کا انتخاب کرتے اور سردار ان پر قدیم رسم و رواج کے مطابق حکومت کرتے.

قبائیلی اپنی نسل پر بہت ناز کرتے۔ اپنی نسل کو خالص رکھنے کے لئے وہ شادیاں بھی اپنو ں میں ہی کرتے ۔ قبائیل کے درمیان نہ ختم ہونے والی جنگیں جاری رہتیں۔ کنویں ، بھیڑ ، اونٹ اور چراگاہوں کے قبضے کے لئے ان میں ہمیشہ سخت مقابلہ رہتا ۔ عرب کسی کی برتری تسلیم نہیں کرتے تھے[104] ۔ اگر کسی ایک قبیلہ کی فرد سے کوئی قتل ہوجاتا تو دشمنی نسلوں چلتی رہتی۔ عرب میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور جان کے بدلے جان کا قانون تھا لیکن چونکہ وہ کسی کی برتری تسلیم ہی نہیں کرتے تھے ، اس لئے بدلہ لینے کے بعد بھی امن نہیں ہوتا تھا ۔ ایک قتل کے بدلے کئی قتل ہوجاتے اور بدلہ لینے کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا۔ مکے میں تو بدلے کا قانون قریش کے حلم ،صبر اور خوش حالی کے باعث کامیاب تھا لیکن مدینے میں جو کہ نخلستان میں بکھری ہوئی آبادیوں کا مجموعہ تھا۔ یہ نظام بری طرح ناکام تھا۔ محمد نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مدینے میں بڑے پیمانے پر معاشرت اصلاحات نافذ کر کے پورے معاشرے کے تانے بانے کو ہی یکسر تبدیل کردیا۔ انہوں نے قانون بنا دیا کہ کسی جرم کی سزا جرم کے برابر ہوگی۔ تاہم جرم کو مکمل طور پر معاف کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی[105]۔ غربت کی وجہ سے لڑکیوں کو قتل کرنے کا رواج تھا۔

قرآن نے اسے ایک بہت بڑا گناہ قرار دے کر اسے منسوخ کردیا ۔ اور لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کی فراہمی کے لئے خدا پر بھروسہ رکھیں ۔ نئے قوانین میں زمین کے حقوق ، وراثت اور تمام معاشرتی امور کھول کر بیان کردئے گئے۔ اسلام سے پہلے شادی کا مختلف تصور تھا۔خواتین شادی کے بعد اپنے خاندانی گھر میں ہی رہ سکتی تھیں اور ان کے شوہر ان سے وہیں ملنے آتے۔ کئی قبیلوں میں رواج تھا کہ ایک عورت کے ایک وقت میں کئی شوہر ہوتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ شادی کے بعد بھی شوہر دوسری عورتوں

---

[103](J.J.Saunders page 3)
[104](M. Watt page 263)
[105](Quran 5:45)

سے تعلقات رکھتا اور بیوی کو بھی اجنبی مرد ملنے آتے رہتے[106]۔ ایسی مثالیں بھی تھیں کہ ایک شخص نے چار عورتوں سے شادی کی ۔ جس کے پہلے ہی دو یا تین شوہر موجود تھے۔ دو بہنوں سے شادی تو عام سی بات تھی۔ محمد نے نکاح کا ایک جامع نظام متعارف کروایا۔ جس میں شادی و طلاق کے واضح قواعد و ضوابط موجود تھے۔ نئے قانون میں ماں ، سوتیلی ماں ، بیٹی ، بہن سوتیلی بہن ، خالہ ، پھوپھی، بھائی کی بہن کی بیٹی ، اور بیوی کی ماں سے شادی ممنوع قرار دے دی گئی۔ رضاعی ماں کو حقیقی والدہ اور دودھ شریک بہن بھائیوں کو حقیقی بہن بھائی کے برابر قرار دے دیا گیا۔ اسلام سے پہلے عورت جائیداد کی مالک نہیں ہوسکتی تھیں نئے قوانین کے تحت عورت کو جائیداد رکھنے کی اجازت مل گئی۔ وراثت میں بھی عورت کا حصہ متعین کردیا گیا۔ نئے ضوابط میں غلامی کی حوصلہ شکنی کی گئی ۔ مسلمانوں میں امت اور بھائی چارے کے تصور نے ایک مسلمان کے لئے کسی دوسرے مسلمان کو غلام بنانا نا ممکن بنا دیا۔ محمد نے صرف قوانین ہی وضع نہیں کئے بلکہ ان پر عمل درآمد بھی کروایا ۔ امیر غریب اپنے اور غیر قانو ن کی نظر میں سب برابر تھے۔ محمد کہا کرتے تھے کہ اگر انکی لاڈلی بیٹی فاطمہ سے بھی چوری کا جرم سرزد ہوگیا تو انکے بھی ہاتھ کٹیں گے۔ اسلامی عقیدے کی بنیاد خدا پر پختہ یقین ہے ۔ اس عقیدے میں عبادت حسن سلوک ، حق یا دوسرے لفظوں میں اپنے امور کی درست طور پر بجا آوری شامل ہیں۔ اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ وحدانیت اسلام کی بنیاد ہے ۔ کہ صرف اللہ (صرف) کی عبادت کی جائے اور یقین رکھا جائے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں، محمد کو کو آخری نبی مانا جائے۔ اسلام کے بقیہ اجزا میں نماز ، زکوہ ، روزہ اور حج شامل ہیں[107]۔ اسلام میں خدا کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے ۔ نوے فیصد اسلام کا تعلق خدا اور اس کے احکامات سے ہے۔ وہی ایک سچا خدا ہے۔ اور قادر مطلق ہے[108]۔ اسلامی عقیدے کے مطابق قرآن اللہ کا کلام ہے جو جبرئیل کے ذریعے محمد تک پہنچا ۔ اس کا ہر ہر لفظ سچا اور حرف الہی ہے۔ محمد کی مدینے موجودگی کے ثمرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ خزرج اور اوس کے دیرینے دشمن محمد کے زیر اثر کیا آئے کہ انکی دشمنی محبت اور بھائی چارے میں تبدیل ہوگئی۔ مدینے میں محمد کا سب سے بڑا کارنامہ ایک اسلامی معاشرے اور مسلم امت کا قیام تھا۔ اس

[106](Muhammad at Medina page 272)
[107](Riyad as-Salihin 1271, Book 10, Hadith 1)
[108](Sahih Muslim 16b, Book 1, Hadith 19)

امت کی بنیاد مذہب پر تھی نہ کہ پرانے رسم و رواج کے تحت کسی
خونی یا قبائیلی رشتے پر[109] مختلف قبیلوں اور قومیتوں کے لوگ اس
نئے معاشرے میں یک جان دو قالب بن گئے، اس عظیم اسلامی معاشرے
کی بنیاد مساوات پرتھی۔ آخری خطبے میں ، محمد نے اسلامی
معاشرے کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا اے لوگو! واقعی ، ایک ہی
خدا ہے۔ اور سب آدم کی اولاد ہیں۔ خبردار ، کوئی عرب غیر عرب سے
اور کوئی غیر عرب ،عرب سے افضل نہیں ۔ کوئی سفید فام ،سیاہ
فام سے اور سیاہ فام سفید فام سے بہتر نہیں ۔ حقیقی برتری صرف
پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے۔ محمد نے اپنے اس آخری خطبے میں پرانے
انتقام ختم کرنے اور سود کو ختم کرنے کا بھی اعلان کیا ۔ اب
مسلمانوں نے صرف اصل رقم ہی ادا یا طلب کرنی تھی، محمد نے
بیویوں سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھنے
کی تاکید کی، انہوں نے مسلمانوں کا یک دوسرے کا بھائی قرار
دیا ۔"میں نے تم میں اللہ کی کتاب چھوڑی ہے ، اور اگر تم اس پر
قائم رہو گے تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے"، محمد نے اپنی امت کو
نصیحت کی۔ کچھ کہتے ہیں کہ محمد نے اپنے اہل و عیال کا بھی ذکر
کیا تھا۔ پھر بھی یہ بات غور طلب ہے۔ محمد نے کسی روحانی پیشوا یا
کسی جانشین کی بجائے مسلمانوں کو قرآن سے جڑا رہنے کی تلقین
کی۔
محمد کے آخری خطبے کے بعد ، آیت 5: 3 نازل ہوئی جس میں دین کے
مکمل ہونے کا اعلان کردیا گیا
تاریخ دان حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں کہ اعلی ترین اقدار کا پرچار
تو بہت سے لوگوں نے کیا لیکن تاریخ میں محمد وہ واحد شخص نظر
آتے ہیں جنھوں نے اپنے بیان کئے اصولوں پر ایک ریاست کی بنیاد رکھ
دی۔ انگریزتاریخ دان ایچ جی ویلس محمد کے بہت بڑے ناقد ہیں ،
لیکن محمد کے آخری خطبے پر رائے زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ
محمد وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے انسانی تاریخ میں پہلی بار اپنے
خطبات میں بیان کئے اعلی اصولوں کی بنیاد پر مدینے کامعاشرہ قائم
کردیا[110]۔ مفکرین کی رائے میں عرب کی پوری تبدیلی کے پیچھے
صرف ایک شخص کارفرما تھا۔جب وہ مدینے میں تھے تو صبر سے ہر
تنقید یہاں تک کہ تشدد بھی برداشت کرتے تھے لیکن جب مدینے پہنچتے
ہیں تو ایک جنگجو کا روپ دھار لیتے ہیں۔ یہ بات درست ہے۔ لیکن
اس کی وجہ یہ ہے کہ مکے میں اسلام ابھی نوزائیدہ حالت میں تھا۔

[109](Muhamamd at Medina page 267)
[110](Wells, H. G. page 269)

محمد نے دس سال کے قریب لوگوں کو نئے مذہب کے لئے تیار کیا لیکن جب وہ مدینے پہنچے تو انہیں جنگ کرنے کا حکم ہوا اسی قرآنی حکم پر انہوں نے جنگیں شروع کیں۔محمد کے فوجی کیریئر کا آغاز غزوہ بدر سے ہوا ، ان کے دور میں انیس جنگیں ہوئیں جن میں سے انہوں نے آٹھ میں شرکت کی جن کے نام یہ ہیں ۔ بدر ، احد ، الاحزاب ، المرائسی ، قداد ، خیبر ، فتح مکہ اور حنین۔محمد کا ایک اور کارنامہ اپنے لوگوں میں بے لوثی پیدا کرنا تھا ان میں محنت کی عادت ڈالنا تھا۔ محمد نے انکی ایسی تربیت کی کہ انہوں نے اپنی ذات سے بالا ہوکر اپنے ہر عمل کو خدا کی خوشنودی کے لئے وقف کردیا، اس تربیت کے ثمر ہمیں بعد کی مسلم سلطنتوں میں نظر آتے ہیں ۔ جب مسلم سائنسدانوں نے دنیا میں سائنسی علوم کی بنیاد رکھی۔ وہ   فن حرب، کاروبار، اور فنون لطیفہ میں اسوقت عروج پر تھے جب یورپ سمیت پوری دنیا جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہودیوں کو   کئی طرح کے   مخفی علوم پر عبور تھا ۔ وہ قبالہ جانتے تھے ، مستقبل کا حال معلوم کرلیتے تھے ، لیکن اس سب کے باوجود یہودی تاریخ میں کم ہی خوچ حال ہوئے ورنہ زیادہ وقت تو وہ معتوب ہی رہے ۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسے علم نہ تھے ہاں ان کی عمل پسندی تھی۔ ان کا شوق تھا کہ انہوں نے محنت سے علوم سیکھے ۔یہ محمد کی عمل پسندی تھی کہ انہوں نے نہ صرف اپنے لوگوں کو جسمانی طور پر جنگ کے لئے تیار کیا بلکہ انکے ذہنوں کی نشوونما بھی اس طرح کی کہ انکے لئے خدا کی راہ میں جان دینا سب سے بڑا اعزاز بن گیا۔ محمد نے اپنی امت کے ہر فرد کو پابند کیا کہ وہ جنگ میں حصہ لے جو عمر رسیدہ ہو وہ مالی طور پر مدد کرکے جنگ میں شریک ہو۔ محمد اکثر کہا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے بغیر ہی مر گیا ، اور اس کو کبھی جہاد کی خواہش نہیں ہوئی ، تو وہ ایک منافق کی موت سے مر گیا۔

جہاد

مسلمانوں کا جذبہ جہاد طلوع اسلام سے ہی غیر مسلموں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ معروف مغربی تاریخ دان ہنری ولز اسمتھ نے اپنی حیرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ دنیا کی تاریخ میں مسلمانوں کی جنگی کارکردگی کی مثال نہیں ملتی ۔ ان میں ایک ایسا جنون سرائت کرگیا تھا کہ وہ انتہائی خوف ناک حالات کو بھی حقیر جانتے

مشکل ترین حالات میں بھی نہ گھبراتے ۔ جنگیں ان کے لئے ضیافت تھیں ۔ اور جنگ کے خطرات ان کے لئے کھیل ، مسلمانوں کی اس شجاعت کے پیچھے ان کا پختہ ایمان تھا ، انہیں یقین تھا کہ جنگ کے دوران مرنے سے وہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام کے حقدار بن جائیں گے۔۔ جہاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ پورے دل سے کام کرنا۔ یا پوری دلجمعی سے کام کرنا ۔پوری دلجمعی کا انگریزی ترجمہ ہول ہارٹڈلی ہوگا ۔ یہ وہی لفظ ہے۔ جو خدا نے ابراہیم کے ساتھ اپنا پہلا عہد کرتے وقت استعمال کیا تھا۔ جہاد کا ایک اور مطلب اخلاص یا کوشش ہے۔۔کچھ اسکالرز کے نزدیک جہاد کا مطلب ہے۔ پوری تونائی اور قابلیت کے ساتھ دشمن سے لڑنا ہے۔ [111]۔ اسلام میں جہاد کی مختلف شکلیں بیان کی گئیں ہیں۔ کسی مرد کے لئے بہترین جہاد یہ کہ کہ خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے اسکا خون بہے۔ یا اسکا گھوڑازخمی ہو۔ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی جہاد کے زمرے میں آتا ہے۔ [112]۔ خواتین کے لئے سب سے بہترین جہاد حج مبرور کو قرار دیا جاتا ہے۔[113]۔ اسلام کے جذبہ جہا د کو مزید سمجھنے کے لئے زیل میں جنگ مؤتہ کا احوال درج ہے۔۔ یہ مسلمانوں اور بازنطینی فوج کے مابین پہلا معرکہ تھا۔

جنگ مؤتہ

ستمبر 629 ، ماآن شام

ستمبر کا ایک خوشگوار دن تھا کوئی تین ہزار کےقریب مرد ایک کھلے میدان میں کسی سنجیدہ گفتگو میں مشغول تھے[114]۔بظاہر وہ مقامی معلوم نہیں ہوتے تھے ۔ ان کی چال ڈھال بتا تی تھی کہ وہ عرب تھے۔۔ اگر وہ عرب تھے تو ایک بہت طویل سفر کر کے وہاں پہنچے ہوں گے ۔ لیکن ان کے چہروں پر تھکن کا شائبہ تک نہ تھا۔ یہ بدو سرحدی قبائیل سے اپنے ساتھی کی موت کا بدلہ لینے آئے تھے۔۔ لیکن جب یہ مآن کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہاں بازنطینی فوج کا ایک بڑا لشکر موجود ہے۔۔ اب و شش و پنج میں تھے کہ کیا کریں ۔ اتنی مختصر تعداد میں وہ کسی بڑی فوج سے نہیں لڑ سکتے تھے۔۔ لیکن واپس جانا بھی خارج از امکان تھا۔ یہ انکی خود

[111](Arnold, Sir Thomas)
[112](Sunan Abi Dawud 4344, Book 38, Hadith 4330)
[113](Sahih al-Bukhari 1520, Vol. 2, Book 26, Hadith 595)
[114](The History of al-Tabari, Victory of Islam, VOLUME VIII page 152)

مختاری اور قبائیلی انا کا مسئلہ تھا۔ دشمن نے عرب رسم و رواج کی سراسر خلاف ورزی کرتے ہوئے دو مسلمان ایلچیوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل کردیا تھا۔ ان کا بدلہ لینا واجب تھا۔ محمد نے شام کے سرحدوں پر واقع ایک قبیلے میں اسلام کے پندرہ رسول بھیجے تھے۔ لیکن کفار نے چودہ ایلچی قتل کردئیے۔ اور ایک کوچھوڑ دیا کہ وہ واپس جاکر اپنے لوگوں کو ساتھیوں کے انجام سے آگاہ کرے۔ پھر ایک اور واقعہ ہو گیا۔ البلقہ کے گورنر نے ایک اور ایلچی کو قتل کردیا۔ الحارث بن عمیر الزیدی ، فلسطین جا رہے تھے کہ جب شراحبیل بن عمرو الغسانی نے انہیں مؤتہ نامی جگہ پر روکا۔ شراحبیل بازنطینی شہنشاہ کا قریبی حلیف تھا۔ جب حارث نے بتایا کہ وہ ایک ایلچی ہے اور محمد کا پیغام لے کرفلسطین جارہا ہے تو اسے لگا کہ عربوں نے ایک نئے مذہب کی تبلیغ کے لئے ان کے علاقے میں آکر ایک ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ اس نے فورا سفیر کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔ عرب رسم و رواج میں کسی سفیر ایلچی یا نمائندے کو قتل نہیں کیا جاتا تھا[115]۔ شراحبیل نے یہ انتہائی قدم علاقے کی سیاسی صورتحال کے پیش نظر اٹھا یا تھا۔ سنہ 622 میں ، جب محمد مدینے میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ رہے تھے ، اس وقت بحیرہ روم کی دنیا کی دو بڑی طاقتیں ، بازنطینی اور ساسانی ، ایک طویل جنگ کے آخری مرحلے میں داخل ہو رہی تھیں۔ ساسانانی (ایرانی) آتش پرست تھے جبکہ بازنطینی (گریکو رومن) آرتھوڈوکس عیسائی تھے۔ بازنطینی فاتح تھے ۔ ان کا مذہب دنیا میں تیزی سے دنیا کا مقبول ترین مذہب بن گیا۔ اسی
[116]سال خسرو کو اس کے بیٹے نے معزول کر کے قتل کردیا۔
جولائی 629 میں ، ہرکولیس اور ایرانی کمانڈر شہربراز میں معاہدہ طے پا گیا کہ ایرانی مقبوضہ بازنطینی علاقوں سے فوج واپس بلالیں گے۔ اپنے علاقے کو واپس اپنے تسلط میں لینے کے لئے بازنطینی شہنشاہ نے یروشلم کے دورے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی فوج نے اس اہم دورے سے مہینوں پہلے ہی پورے راستے کی حفاظت شروع کردی۔ مؤتہ اور ملحقہ علاقوں میں بھی سپاہی پہنچ گئیں۔ ادھر مسلم فوج بھی علاقے میں پہونچ گئی۔ جب سرحدی لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ فورا اپنے اتحادی بازنطینیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ایک بڑے دشمن کو سامنے پاکر بدووتذبذب میں پڑ گئے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار زید بن حارثہ ایک غلام اور محمد کے منہ بولے بیٹے تھے ۔ انہیں تیر اندازی میں کچھ مہارت تھی۔ انہوں نے کچھ چھوٹی قبائلی جنگوں میں حصہ

[115](Gil, Moshe page 22)
[116](Kaegi, Walter E. page 66)

بھی لیا تھا ، لیکن انھیں کبھی کسی باقاعدہ فوج سے لڑنے کا کوئی
تجربہ نہیں تھا۔ ان کے ساتھی بھی انہی جیسے تھے۔ وہ دبلے پتلے
جسموں کے مالک تھے ۔ لیکن عرب قبائیلی ہونے کی وجہ سے ان میں
جرات اور حوصلہ بہت تھا ۔ پھر انکے نئے مذہب نے انکی خصوصیات کو
دوچند کردیا تھا لیکن اس سب کے باوجود وہ ناتجربہ کار تھے۔ اگلے روز
وہ دوبارہ جمع ہوئے ۔ نئی اطلاع آئی تھی ۔ خبر ملی تھی کہ
ہرکولیس قریب ہی موجود ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر
ہے۔[117] اس کی فوج میں سرحدی علاقوں کے عیسائی عرب جنگجو
بھی شامل ہیں۔ تین ہزار لوگ ایک لاکھ سپاہ کا مقابلہ نہیں
کرسکتے۔ یہ انہیں بھی معلوم تھا ۔ لیکن اگر کمک کےانتظار میں وہ
بیٹھے رہتے تو تاثر جاتا کہ مسلمان ڈرپوک ہیں۔ قبائلی ہونے کے ناطے
وہ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے لیکن بزدلی کا طعنہ نہیں۔ ابھی
[118]بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص بڑے عزم سے کھڑا ہوا۔
آپ لوگ اپنے گھروں سے شہادت کی تمنا لئے نکلے ہیں ۔ اور اب اسی
سے گھبرا رہے ہیں ۔ مرد تعداد یا ہتھیار سے نہیں لڑتا بلکہ وہ ایمان
کی طاقت سے جنگ لڑتا ہے۔اگر ہم جنگ لڑتے ہیں تو اسکے دو نتیجے
ہوں گے یا فتح یا پھر شہادت۔ یہ ابن رواحہ تھے ۔ شاعر اور اس فوج
کے تیسرے سپہ سالار۔انکی پرجوش تقریر کا سب پر بہت اثر ہوا ۔
جو رواحہ نے کہا وہ سب کو معلوم تھا۔ لیکن رواحہ کی تقرسے انکا
تذبذب ختم ہوگیا۔ ابن رواحہ نے بالکل درست کہا ہے۔ ایک بولا اور پھر
ہر طرف سے ایسی ہی آوازیں آنے لگیں۔ وہ سب اپنے گھوڑوں پر
سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے ۔ وادی تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی۔
وہ مشرق (جدید جارڈن) میں بلقہ ضلع کے سرحدی علاقے کے قریب
تھے کہ انہیں بازنطینی فوج نظر آگئی۔مناسب جگہ کی تلاش میں
مسلمان کمانڈر نے اپنا جتھہ مؤتہ کی جانب موڑ لیا۔ بازنطینی فوج نے
انکا پیچھا کیا۔ مسلمان ایک مناسب جگہ پر رکے اور لڑنے کی تیاری
کرنے لگے۔ مسلم کمانڈر زید نے مرکز اور دو بازو وں کی صورت میں
اپنی فوج کو تعینات کیا۔انہوں نے قطبہ بن قتادہ کو دائیں طرف کی
کمان سونپی ، جبکہ عبایا بن مالک کو بائیں جانب کی ۔ زید خوش
قسمت تھے کہ دشمن کی قوت ایک لاکھ نہیں تھی ، جیسا کہ بتایا گیا
تھا ، لیکن پھر بھی ، وہ ان سے کم از کم پانچ گنا زیادہ تھے۔ یہ ایک
وسیع میدان تھا ، جو آج کے گاؤں مؤتہ کے مشرق کی طرف تقریبا ایک
میل تک پھیلا ہوا تھا۔ ملک بن زفیلہ کی قیادت میں ، عیسائی عربوں

[117](The Battles of the Prophet)
[118](The History of al-Tabari, Victory of Islam, VOLUME VIII page 154)

نے اپنی فوج ایک جتھے کی صورت میں تشکیل دی۔ جنگ شروع
ہوئی ، تو دونوں نے ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے شروع کردئے۔
عیسائی تجربہ کار پیشہ ور فوجی تھے ، لیکن دشمن کی کم تعداد نے
انہیں بے پرواہ کردیا تھا۔ مسلمان بغیر کسی حکمت عملی کے بس لڑ
رہے تھے۔ جلد ہی مسلمان کمانڈر دشمن کے ایک وار سے جانبر نہ
ہوسکے۔ وہ غیر ملکی سرزمین پر جنگ کے دوران شہید ہونے والے
پہلے مسلم فوجی تھے۔ ان کے شہید ہوتے ہی جعفر ابن طالب نے
کمان سنبھال لی۔ فوج کی تشکیل دیتے وقت محمد نے اختیارات واضح
کردئے تھے ۔ زید بن حارثہ کمانڈر تھے اور انکے بعد جعفر تھے ۔ ان
دونوں کے شہید ہوجانے کی صورت میں رواحہ نے قیادت سنبھالنی
تھی۔ زید کے بعد علی کے بڑے بھائی جعفر بن ابی طالب نےقیادت
سنبھالی ۔انہوں نے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا ۔ مگر کچھ
ہی دیر میں ایک رومی سپاہی نے ان پر عقب سے حملہ کیا اور انکا
دائیں بازو کاٹ ڈالا۔جعفر نے علم گرنے نہیں دیا ۔ اور فورا دوسرے
ہاتھ میں لے لیا
جلد ہی انکا دوسرا بازو بھی کٹ گیا۔ جعفر کے اب دونوں بازو نہیں
تھے ۔ وہ بچے کھچے جسم کے ساتھ کسی طرح علم بلند رکھنے کی
کوشش کر رہے تھے کہ ایسے میں ایک فوجی نے ان کے سر پر میخ کا
ایک زور دار وار کیا ۔ وہ جانبر نہ ہو سکے۔بعد میں انکے ساتھیوں نے
انکے جسم پر پچاس زخم گنے[119]۔ ان کی شہادت کے ساتھ ہی علم
گرگیا ۔ دوسرے مسلم کمانڈر کی ہلاکت سے مسلم سپاہ کے حوصلے
پست ہونا شروع ہوگئے۔ اب قیادت ابن رواحہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ
اپنی شاعری سے سپاہ کا حوصلہ بلند کرنے لگے۔ لیکن شاعری دلوں
کو پگھلاتی ہے، تلواروں کو نہیں ۔ جلد ہی ایک تلوار نے شاعر کی
مترنم آواز کو ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا۔ تین کمانڈروں کے گرنے
کے بعد سپاہ میں بے چینی فطری تھی۔ کچھ جان بچانے لڑائی کے
مقام سے بھاگ کر قریبی میدان میں چلے گئے۔دوسرے بہت سے
گروہوں میں تقسیم ہوکر غیر منظم سی مزاحمت کرتے رہے۔ اس
صورتحال سے عیسائی بھی تذبذب میں پڑ گئے اور ایک آسان فتح کا
موقع گنوا دیا۔ ایسے میں ایک آدمی اٹھا اور اس نےمسلمانوں کو اپنا
کمانڈر منتخب کرنے کا مشورہ دیا۔ ثابت بن ارقم کے اصرار پر کچھ
لوگ خالد بن ولید گرد جمع ہو گئے اور ان سے کمان سنبھالنے کی
درخواست کی۔ خالد تجربہ کار کمانڈر تھے لیکن وہ نئے نئے مسلمان

[119](Sahih al-Bukhari 4260 Vol. 5, Book 59, Hadith 560)

ہوئے تھے۔ کچھ پس و پیش کے بعد انہوں نے ذمہ داری قبول کرلی۔
خالد جیسے کمانڈر کو یقینی شکست نظر آرہی تھی[120]۔ ان سے پہلے
کے تینوں سپہ سالاروں نے کسی حکمت عملی کی بجائے جوش کا
مظاہرہ کیا تھا۔ خالد نے سب سے پہلے تو اپنی فوج کو منظم کیا۔ اب
ان کے سامنے تین راستے تھے۔۔ اگر وہ پیچھے ہٹتے تو اس کا مطلب
یقینی شکست تھا ۔ اور شکست کی تمام تر ذمہ داری انکے کندھوں پر
آن پڑتی۔دشمن کی تعداد کی وجہ سے دفاعی حکمت عملی بھی کچھ
کارگر نہ ہوتی ۔ مختصر سی فوج آخر کب تک ایک بڑے لشکر کا
مقابلہ کرتی ۔ انہوں نے ایک تیسرا راستہ اختیار کیا اور پوری قوت
سے دشمن پر اچانکسے حملہ کردیا۔ ایک تجربہ کار کمانڈر کے آنے سے
مسلمان دستوں میں اعتماد بحال ہوا تھا ۔ انہوں نے خالد کے حکم پر
اپنی پوری قوت سے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ بازنطینی بوکھلا گئے ۔
اب دست بدست لڑائی شروع ہو گئی ۔ ایسی ہی ایک دست بدست
لڑائی میں دائیں بازو کے مسلمان سپہ سالار قطبہ نے عیسائی فوج کے
ایک کمانڈر ملک کو قتل کر ڈالا ۔ اپنے سپہ سالار کو ایک نا تجربہ کار
بدوو کے ہاتھوں مرتا دیکھ کر بازنطینی فوج کے حوصلے پست ہوگئے۔۔
مگر اس کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے آسمان پر پہنچادئے۔۔ عیسائی
وقت حاصل کرنے کے لئے پیچھے ہٹ گئے ، اسوقت تک مسلم کمانڈر
خالد بن ولید اپنی نو تلواریں دشمن پر توڑ چکے تھے[121]۔ خالد نے مسلم
سپاہ کو روک دیا اور بازنطینی فوج کو پیچھے ہٹنے دیا ۔ اب وہ آمنے
سامنے تو تھے لیکن ایک دوسرے کی پہنچ سے باہر تھے۔۔ اگلا مرحلہ
مسلمانوں کے حق میں ختم ہوا ۔ اس دور کے بعد دونوں افواج پیچھے
ہٹ گئیں ، خالد اپنی فوج کو لے کر واپس لوٹ آئے۔ مؤتہ کی جنگ کو
مغرب مسلمانوں کی شکست فاش کہتا ہے۔ لیکن یہ بات حقائق کے
منافی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ فاتح فوج مفتوح فوج کو لوٹ لیتی تھی
اور غلام بنا لیتی تھی۔ خالد کی فوج کا واپس مدینے پہونچ جانا یہ بتاتا
ہے کہ اگر خالد کی فوج مؤتہ کے میدان میں فاتح نہیں ہوئی تو کم از
کم مفتوح بھی نہیں ہوئی تھی۔مؤتہ کی جنگ مسلمانوں کے لئے کئی
لحاظ سے اہم تھی ایک تو یہ انکا ایک عالمی طاقت سے پہلا ٹکراو تھا
دوسرا اس جنگ کے نتیجے میں انہیں خالد بن ولید جیسا قابل کمانڈر ملا
جس نے آگے چل کر آدھی دنیا فتح کی۔ انہوں نے فلسطین اور دیگر
بہت سی اہم مسلم معرکوں میں شرکت کی اور فتح پائی۔ ابھی خالد
دشمن سرزمین پر ہی تھے کہ محمد نے اپنے لوگوں کو جمع کیا اور

[120](A.I.Akram)
[121](Sahih al-Bukhari 4266,Vol. 5, Book 59, Hadith 56)

بتادیا کہ موتہ میں کیا حالات پیش آئے۔ انہوں نے کہا کہ زید ، جعفر اور
ابن رواحہ کی شہادت کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک نے پرچم
بلند کیا ، اور اللہ نے انہیں فتح دی[122]۔ اس دن کے بعد خالد کا نام سیف
اللہ پڑ گیا ، کیا دشمن کیا دوست وہ اسی نام سے پکارے اور پہچانے
جانے لگے۔ مسلمان سپہ سالار کے طور پر خالد نے بازنطینی رومن
سلطنت ، ساسانی ، فارسی سلطنت ، اور عرب باغی قبائل کی فوجوں
کے خلاف اکتالیس بڑی جنگیں لڑیں۔ اور ایک بھی نہیں ہاری ،میدان
جنگ میں شادت کی شدید خواہش کے باوجود اللہ کی تلوار میدان جنگ
میں کبھی نہیں گری۔ اور انکی وفات بستر پر ہوئی

پیغمبر اسلام کی رحلت

محمد کی وفات مسلمانوں کے لئے ایک مشکل وقت تھا ۔ محمد کی
رحلت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ کئی نے اسلام ترک
کردیا، ہر طرف سے بغاوت کی خبریں آنے لگیں[123]۔ محمد کی
مضبوط شخصیت کی وجہ سے قبائل جو پرانی دشمنیاں ترک کر بیٹھے
تھے وہ دوبارہ سر اٹھانے لگیں، پھر مسلیمہ اور دوسرے منافق تھے
جنھوں نے محمد کی زندگی میں ہی اپنی نبوت کا اعلان کردیا تھا اور
محمد سے انکی نبوت میں شراکت داری کے خواہاں تھے۔ اس وقت ایک
ایسی قیادت کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو تقسیم نہ ہونے دے۔
جس دن محمد کی رحلت ہوئی اسی دن یثرب کے کچھ مقامی قبیلے
اپنے سردار کا انتخاب کرنے کو جمع ہوگئے۔ کہ مکے سے آنے والے محمد
کے ساتھی خود ہی اپنا سردار چن لیں گے۔ عمر اور ابوبکر تک یہ
اطلاع پہنچی تو وہ فورا اس جگہ پہنچ گئے۔ تمام لوگ ایک چوپال میں
جمع تھے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی بولے کہ انہوں نے اجنبیوں کو پناہ دی ہے
اب سردار انہی میں سے ہوگا[124]
عمر نے کچھ کہنا چاہا لیکن ابو بکر نے اشارے سے انہیں روک دیا، ابو
بکر نے پہلے تو مدینے والوں یعنی انصار کی مہمان نوازی کی تعریف
کی ، اور پھر کہا کہ قریش کبھی کسی غیر قریش کی سرداری تسلیم
نہیں کریں گے بات چیت اس نہج پر آگئی کہ ابو بکر نے انصار کے
سامنے عمر اورعبیدہ میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرنے کی تجویز
پیش کردی۔ انصار ابو بکر سے خوب واقف تھے۔ وہ محمد کی بیماری

[122](Sahih al-Bukhari 3757 Vol. 5, Book 57, Hadith 102)
[123](The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids page 146)
[124](Muir, Sir William page 3-5)

کے دوران ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھتے رہے تھے انہوں نے ابو بکر کے تجویز کردہ ناموں کی بجائے ابو بکر کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ محمد کے کزن علی ابن طالب اور محمد کے ساتھی زبیر نے ابو بکر کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا ۔ کچھ تحریروں میں ملتا ہے کہ محمد نے اپنے وصال سے پہلے علی کو اپنا جان نشین مقرر کردیا تھا، لیکن تاریخ میں اس کے ثبوت نہیں ملتے ۔ کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ اموی دور حکومت میں تاریخ سے علی کی جان نشینی کی بات حذف کردی گئی تھی ۔تاریخ کے اوراق میں ہمیں اس بات کے مستند ثبوت نہیں ملے۔ لیکن ابو بکر کی خلافت سے شیعہ سننی کی بنیاد پڑ گئی ۔ مؤرخین کے خیال میں اسلامی دنیا کی یہ پہلی سیاسی تقسیم تھی۔ مبصرین حیران ہیں کہ مسلمان جو ایک عالمی طاقت بن کر ابھرے ، چودہ سو سالوں میں بھی اس اختلاف کو نہیں دور کرپائے ۔ کچھ کے خیال میں اسکی وجہ حکمرانوں اور مذہبی پیشواوں کے سیاسی اور ذاتی مفادات ہیں ۔

خلیفہ ابوبکر 632-634

ابوبکر کسی شک و شبہ سے پاک پختہ عقائد کے آدمی تھے۔ تمام عمر انہوں نے محمد کی زبان سے نکلی ہر بات پر یقین کیا ۔[125] خلیفہ بنتے ہی انہوں نے سب سے پہلے فوج کو شام بھیجنے کا حکم دیا۔ محمد نے اپنی موت سے چند ہفتے قبل ہی اس مہم کا حکم دیا تھا۔ یہ مہم تین سال قبل مؤتہ میں مسلمانوں کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تشکیل دی گئی تھی۔ اس مہم کے سپہ سالار زید بن حارثہ کے نوجوان بیٹے اسامہ تھے۔ جب انہوں نے محمد کی بیماری کے بارے میں سنا تو خیمہ زن ہوگئے۔ خلیفہ بنتے ہی ابو بکر انہ اسامہ کو بلواکر علم انکے ہاتھ میں تھما دیا ۔ یہ اشارہ تھا کہ وہ ہی سپہ سالار ہیں۔ لوگوں کی اکثریت کا خیال تھا کہ فوج کو ابھی روانہ نہ کرناچاہئے۔ کیونکہ محمد کی وفات سے داخلی اور خارجی مسائل پیدا ہوگئے تھے ۔ فوج جائے گی ، میرے آقا کی زبان سے نکلا ہر ہر لفظ پورا ہوگا ۔ ابو بکر نے قطعیت کے ساتھ کہا ۔ لوگوں کو نوجوان اسامہ کی قیادت پر بھی تحفظات تھے ۔ عمر نے انکا ذکر کیا تو ابو بکر نے ناراضگی سے کہا ۔ خدا کا نبی کسی کو سپہ سالار مقرر کرے اور میں اسے برخاست کردوں، اور اسکی جگہ کسی اور کو تعینات کردوں، ابو بکر کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ عمر خاموشی سے جا کر فوج کی صفوں میں شامل

[125](Outline of History page 269)

ہو گئے۔ ابو بکر پیدل چل کر فوج کو رخصت کرنے آئے ۔ اپنے خطاب میں انہوں نے سپاہ کو تلقین کی۔ کہ وہ کبھی بے وفائی کے مرتکب نہ ہوں۔ کسی بچے، عورت یا بوڑھے کو قتل نہ کریں۔ کسی پھل دار درخت کونقصان نہ پہونچائیں۔ خوراک کے علاوہ کسی جانور کو نہ ماریں۔ اور جب انہیں سادھو اوردرویش ملیں تو وہ انکو انکے حال پر چھوڑ دیں[126]۔ ابو بکر نے اسامہ کو کہا کہ وہ عمر کو مکہ ہی میں چھوڑ جائیں کہ انکی ضرورت ہے۔ ابو بکر کے اشارے پر فوج نعرے بلند کرتی روانہ ہوگئی۔ کوئی دوماہ بعد اسامہ کی فوج مال غنیمت سے لدی پھدی واپس پہنچی۔ اس فتح سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے۔ اسامہ کو رخصت کرنے کے بعد ابوبکر اب باغی قبائل کی جانب متوجہ ہوئے۔ محمد کی وفات کے بعد کچھ قبیلے زکوۃ دینے سے منکر ہوگئے تھے[127]۔ کچھ مکہ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اور پھر جھوٹے نبی تھے جو زور پکڑ رہے تھے[128]۔ ابو بکر نے ان سب کے خلاف مہمات روانہ کیں۔ ایک مہم میں انہوں نے پینتالیس سو کی فوج دے کر خالد بن ولید کو روانہ کیا۔ خالد نے تمام باغیوں کی بیخ کنی کی اور مسلیمہ اور دوسرے کئی طاقتور قبیلوں سے تعلق رکھنے والے جھوٹے نبیوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔گھر کے معاملات درست کر کے ان ابو بکر نے ہمسایوں پر توجہ دی۔ عرب عیسائی قبائل ، اور غسان کے یہودی قبائل طویل عرصے سے مسلمانوں کے لئے پریشانی کا سبب بن رہے تھے۔ پڑوسی ریاستوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے انہوں نے خالد کی قیادت میں ایک فوج عراق یا بابیلیونیا میں بھیجی۔ ابوبکر کے دور میں ہونے والی فوجی مہمات دنیا کی تاریخ کے سب سے زیادہ شاندار مہمات مانی جاتی ہیں۔ مدینہ یکدم دنیا کی عمدہ ترین سپاہ کا گڑھ بن گیا تھا۔ خالد دنیا کے ایک عظیم سپہ سالار بن کے ابھرے تھے۔ وہ جہاں بھی گئے فاتح کی حیثیت سے لوٹے۔ یہ خالد ہی تھے کہ جنھوں نے دریائے یرموک کے کنارے ہرکولیس کی فوج کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑی۔عرب فوجوں نے بازنطینی فوجوں پر شام میں اور فارسیوں کے شہر حرا پر بیک وقت دھاوا بولا۔ مسلمان فوج جہاں کہیں بھی گئی اس نے تین مطالبے کئے۔ خدا پر ایمان لے آؤ اور ہمارے ساتھی بن جاؤ۔ یا جزیہ(ٹیکس) دو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عرب جہاں بھی گئے ، انہیں مقامی آبادی کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ زرخیز علاقوں کے رہنے والوں کو اس

---

[126](The History of al-Tabari Volume X, The Conquest of Arabia)
[127](The History of al-Tabari, Volume X, The Conquest of Arabia page XIII)
[128](Ibn Hisham: Vol. 2 page 600)

بات سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ وہ بازنطینی فوج کو ٹیکس دیں یا عربوں کو ۔ لیکن عرب پھر بھی باقی قوموں سے بہتر تھے ۔ وہ صاف ستھرے لوگ تھے۔ وہ انصاف پسند تھے اور باقی قوموں کے مقابلے میں اعلی ظرف کے حامل تھے۔ انکی یہی خصوصیات تھیں کہ عرب عیسائی انکے ساتھ شامل ہوگئے ۔ کئی یہودی قبائل نے بھی عیسائیوں کی تقلید کی۔ اسی طرح مغرب میں بھی عرب معاشرتی انقلاب لے آئے۔ یہاں اسلام اتنی تیزی سے مقبول ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف پھیل گیا ۔ چند ہی سالوں میں محمد کا لگایا بیج کسی کی بھی توقع سے زیادہ پھلنے پھولنے لگا۔ ابو بکر کے دور اقتدار میں مسلمانوں نے شام کا زیادہ تر حصہ اور میسوپوٹیما کا علاقہ فتح کرلیا۔ قدیسیہ کی جنگ کے بعد پرشیا کی قدیم سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ فلسطین اور مصر کسی جدو جہد کے بغیر مسلمانوں کی جھولی میں آن گرے۔ ابو بکر نے اپنے دو سالہ دور اقتدار میں قریبا ایک درجن بڑی مہمات تشکیل دیں

خلیفہ عمر 634-644

عمر مکہ مکرمہ کے رہائشی تھے اور اونٹ چرانے والے تھے[129]۔ ان کے دس سالہ دور اقتدار میں عرب ریاست ایک عالمی طاقت میں تبدیل ہوگئی ۔ مغربی مؤرخین بتاتے ہیں کہ عمر کے دور حکومت میں مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر، قصبے اور قلعے فتح کئے ۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں چودہ سو مساجد تعمیر کیں[130]۔ لیکن دنیا کے اس طاقتور بادشاہ کا اپنا طرز زندگی حیران کن حد تک سادہ تھا۔ اس عظیم فرماں روا کا نہ تو کوئی ذاتی گھر تھا نہ کوئی دربار۔ وہ یا تو مسجد میں ہوتے تھے یا پھر شہر کی گلیوں میں۔ دنیا کی عظیم سلطنتوں کے سفیر ان سے سڑکوں ،چوراہوں پر ملاقاتیں کرتے تھے۔ ان کی ایک جھونپڑی تھی جس کے دروازے نہیں تھے۔ خلافت کے آخری دور میں انہوں نے مسجد کی سیڑھیوں پر سو نا شروع کردیا تھا۔ عمر جیسے بادشاہ کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ عمر کا دور حکومت ایک دیومالائی داستان کی طرح لگتا ہے ۔ کوئی گھڑی ہوئی کہانی ۔ کیا کوئی انسان اس حد تک بے لوث ہو سکتا ہے؟ لیکن جب ہم مغرب اور اسوقت کی ہمسایہ ریاستوں میں لکھی گئی تحریریں پڑھتے ہیں تو ہمیں یقین کرنا پڑتا ہے کہ ایک ایسا بھی بادشاہ دنیا

[129](The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs page 150)
[130](The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs page 151)

میں گزرا ہے جو موٹے جو کی روٹی ،اپنے ساتھیوں کے ساتھ بانٹ کر
کھاتے تھے انکے کپڑے کسی بھی عام آدمی کے کپڑوں سے بہتر نہ ہوتے
تھے ۔ایک بار کسی نے انہیں بہتر کپڑے پہننے کا مشورہ دیا تو اسے
جھڑک دیا۔ میں اپنے خدا کو اپنے عمل سے راضی کرنا بہتر سمجھتا
ہوں بجائے اس کے کہ میں لوگوں کو اپنے عمدہ لباس سے مرعوب کرتا
پھروں۔ ایک دفعہ ان کے جرنیلوں نے انہیں سونے اور قیمتی پتھروں سے
مزین ایک نایاب تحفہ دیا ۔ انہوں نے اس کے ٹکڑے کروا کر اپنے
سپاہیوں میں تقسیم کردیا۔ لیکن بطور خلیفہ اس بدو کے دور اندیش
فیصلے، عوامی فلاح کے منصوبے اور جنگی حکمت عملی ، انکی سادہ
زاتی زندگی کے بالکل برعکس تھے[131]۔ عمر نے قدیم شہروں قاہرہ
کوفہ اور بصرہ کو جدید بنادیا۔ جس وقت بصرہ کو جدت دی جارہی
تھی عمر نے آبپاشی اور پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے دریائے
ٹگرس سے نو میل طویل ایک نہر نکالی۔ مشہور زمانہ سوئز کینال کا
منصوبہ بھی عمر کے دور میں ہی سوچا گیا تھا لیکن مکمل نہ ہوسکا۔
یروشلم کا ڈوم آف راک (قبۃ الصخرا) بھی انہی کے حکم پر تعمیر
ہوا۔ انہوں نے مدینہ میں واقع مسجد نبوی کی تزئین آرائش کی اور
اسے وسعت دی۔ اپنی تیزی سے پھیلتی سلطنت کو قابو میں رکھنے کے
لئے کے لئے عمر نے ایک سیاسی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ انہوں نے کئی
انتظامی اصطلاحات کیں اور عوام دوست پالیسیاں متعارف کروائیں۔
انہوں نے مفتوحہ علاقوں پر حکومتی گرفت قائم رکھنے کے لئے متعدد
کئی وزارتیں اور محکمے شروع کئے، اور مردم شماری کروائی۔ وہ
پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے مختلف ریاستوں کے ساتھ ہونے والی خط و
کتابت کا باضابطہ ریکارڈ رکھ کر دفتر خارجہ کی بنیاد رکھی ۔شہروں
میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے پولیس بھی عمر نے ہی متعارف
کروائی۔ عمر نے ضروت مند غریبیوں ، بیواووں اور اپاہجوں کے لئے
بیت المال بنایا جو مذہب کی تخصیص کئے بغیر مسلم و غیر مسلم
سب کی معاونت کرتا تھا ۔ انکے بعد آنے والی امیہ اور عباسی خلافت
نے بھی بیت المال کو جاری رکھا۔ عمر نے بچوں اور عمر رسیدہ افراد
کے لئے بھی ایک فلاحی منصوبہ چلایا ۔ عمر نے بنجر زمینیں آباد کاری
کے لئے دینا شروع کردیں۔ عمر نے ہی ہجری کیلنڈرکی بنیاد ڈالی ۔
اس سے پہلے عرب میں کسی اہم واقعے کے حوالے سے سال گنا جاتا
تھا۔ وہ عمر ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے حکومتی اہلکاروں کے
احتساب کےلئے ایک محکمہ شروع کیا۔ اس محکمہ میں درج ہونے والی

[131](The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs page 167)

شکایات کی سنوائی وہ خود کرتے تھے۔ عمر کے کام کے اوقات بڑے دلچسپ تھے ۔ وہ اور انکا عملہ ہمہ وقت دستیاب ہوتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ آج کا کام کل پر ڈالنے سے کام جمع ہوجاتا ہے۔ اور کبھی مکمل نہیں ہوپاتا[132]۔ عمر اسلام قبول کرنے سے پہلے غصیلے مشہور تھے ، اسلام قبول کرنے کے بعد انکا غصہ تو کم ہوگیا لیکن انتظامی امور میں وہ انتہائی سخت ہی رہے۔ ۔ انکے ہاتھ میں ایک بید ہوتا تھا جسے وہ اپنے کسی بھی افسر پر استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے مشہور تھا کہ عمر کا بید کسی سورما کی تلوار سے زیادہ مہلک ہے۔ ایک دفعہ ان کی نظر ایک بوڑھے فقیر پر پڑگئی۔ آپ نے غصے میں اسکا ہاتھ مروڑ دیا ۔ ا نہوں نے اس سے پوچھا کہ ہو کون ہے۔ اور بھیک کیوں مانگ رہا ہے۔ جب فقیر نے کہا کہ وہ ایک یہودی ہے۔ اور اپنا پیٹ پالنے اور جزیہ دینے کے لئے بھیک مانگ رہا ہے۔ تو عمر بہت نادم ہوئے ۔ اسے گھر لے گئے کچھ رقم دی اور بیت المال کے سربراہ کو بلالیا۔ ہم نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ پہلے اس سے جزئی لیتے رہے۔ اور جب یہ کام کرنے کے قابل نہ رہا تو اسے ہم نے چھوڑ دیا ، عمر کے حکم پر اس بوڑھے۔ اور اس جیسے ہر عمر رسیدہ کا جزیہ معاف کردیا گیا۔ اور بیت المال سے انکی مدد کی جانے لگی[133]۔
عمر نے مسلمانوں کے لئے ایک فوجی دیوان بنایا ۔ انہوں نے لوگوں کی اسلام کے لئے خدمت کے اعتبار سے سالانہ وظیفہ جاری کیا[134] ۔ اس دیوان میں امہات المومنین یعنی بنی کی بیگمات کو سب سے مقدم رکھا
انہیں دس ہزار درہم جاری کئے گئے۔انہوں نے عائشہ کو دوہزار درہم زیادہ دینے کا ارادہ کیا کہ محمد ان سے بہت محبت کرتے تھے لیکن عائشہ نے انکار کردیا۔ [135]مہاجرین اور انصار کو اوسطا پانچ ہزار درہم دئے گئے۔ اس ملٹری رجسٹر میں ایک عام سپاہی کو پانچ سو سے چھ سو کے درمیان رقم کا حقدار ٹھرایا گیا جبکہ بچون اور خواتین کو بشمول غیر مسلموں کے دو سے پانچ سو ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ عمر انتہائی عملی آدمی تھے ۔ وہ تجارت کو بہت پسند کرتے اور اپنے لوگوں کو تاکید کرتے کہ اپنی توانائیاں تجارت میں صرف کریں اور با عزت زندگی گزاریں۔ ایک دفعہ وہ ایک بازار گئے اور جب کسی مسلمان تاجر کو وہاں نہ دیکھا تو سخت ناراض ہوئے۔ کسی نے کہا کہ

[132](Umar ibn al-Khattab, His life and Times Volume 2, page 79)
[133](Umar Ibn al-Khattab, his Life and Times Volume 1, page 205)
[134](Hitti, Philip K. page 172)
[135] (Friedmann, Yohanan page 202)

جنگوں میں ملنے والے مال غنیمت کی وجہ سے انہیں کام کرنے کی
ضرورت نہیں رہی تو وہ بولے مال جلد ختم ہوجائے گا اور اگر وہ کام
نہیں کریں گے تو انہیں غیر مسلموں کی غلامی کرنا پڑے گی۔ انہوں
نے ہمیشہ لوگوں کو سخت محنت کرنے کی تاکید کی اور انہیں ہنر
سیکھنے کی ترغیب دی۔ وہ کہتے تھے کہ کوئی معمولی کام کرنا بھی
بھیک مانگنے سے افضل ہے۔ عظیم خلیفہ اپنے لوگوں کو کہتے تھے کہ
وہ کسی ایک پیشہ میں تین بار کوشش کریں اگر نا کام رہیں تو کوئی
اور کام دیکھیں ۔ عمر نے مارکیٹوں کو باقاعدہ کیا اور اور ذخیرہ
اندوزی ممنوع کردی۔ یہ انکی تجارت سے محبت تھی کہ وہ غیر
مسلم تاجروں کو اپنا مہمان کہ کر انکی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔
عمر کے فیصلے عوامی نوعیت کے ہوتے تھے۔ انہوں نے رات کا گشت
شروع کیا۔ ایک رات وہ گشت پر تھے جب ایک عورت کو تکلیف سے
کراہتے سنا۔ وہ تنہائی کی وجہ سے پریشان تھی ۔ اس کی تکلیف
محسوس کرتے ہوئے عمر نے اسے کچھ کپڑے اور رقم بھیجوائی اور
حکم دیا کہ اسکے شوہر کو میدان جنگ سے فوری واپس بلوایا جائے ۔
ایک اور روائت کے مطابق ، وہ اپنی بیٹی کے پاس گئے اور ان سے پوچھا
کہ ایک عورت شوہر کے بغیر کتنے دن گزار سکتی ہے۔ ان کی بیٹی نے
کہا کہ ایک یا دو ماہ، لیکن چار ماہ بعد وہ اپنا صبر کھو بیٹھے گی۔
بیٹی کے اس مشورہ پر ، عمر نے حکم دے دیا کہ چار ماہ سے زیادہ
فوجیوں کو گھر سے دور نہ رکھاجائے۔ یہ عمر کی سختی تھی کہ بے
مثال فتوحات کے باوجود ان کی فوج عام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک
سے پیش آتی۔ عمر کی قوی خواہش تھی کہ وہ راہ خدا میں مریں۔
وہ دو موتوں کی تمنا کرتے ایک اللہ کی خاطر جہاد کرتے ہوئے ۔ یا پھر
کہ وہ اونٹ پر سوار ہوکر تجارت کے نکلے ہوئے ہوں۔ عمر کے دور
حکومت کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ
عمر کے اکثر فیصلوں کے پیچھے ایک طاقت ور کابینہ تھی۔ علی ابن
طالب اور دوسرے جید صحابی انکے مشیر تھے ۔عمر کے دس سالہ
لازوال اور بے مثال دور اقتدار میں انکے دو فیصلوں پر ناقدین بہت تنقید
کرتے ہیں۔ عظیم سپہ سالار خالد بن ولید کو انکے عروج پر معزول
کرنے اور الیگزنڈریہ یا سکندریہ کے ایک بیش قیمت کتب خانے کو آگ
لگا کر ضائع کرنے پر عمر کو آڑے ہاتھوں لیا جاتا ہے۔ مورخین خالد بن
ولید کی معزولی کے پیچھے کئی محرکات بیان کرتے ہیں ۔ خالد بن ولید
بہت فیاض تھے اور لوگوں میں اپنی دولت لٹاتے تھے ۔ ایک ایسے ہی
موقع پر انہوں نے اپنی شان میں قصیدہ پڑھنے والے ایک شاعر کو

خطیریر رقم سے نواز دیا۔ اس سے پہلے خالد ایک حمام میں تھکاوٹ
اتارنے کے لئے شراب کا محلول جسم پر ملنے پر عمر کی سرزنش سن
چکے تھے۔ خطیر رقم شاعر کو دینے کے الزم میں عمر نے اس عظیم
فاتح کا باقاعدہ کورٹ مارشل کروایا ۔ ایک عوامی اجتماع میں ان
کے ہاتھ باندھے گئے ۔اور انکی خوب تضحیک ہوئی۔ ہاتھ باندھنے والے
جید صحابی اور مؤذن بلال حبشی تھے۔ اسوقت جنگ سے پہلے جرنیل
دو بدو لڑائی یعنی ڈوئیل لڑا کرتے تھے ۔ جر نیل ہونے کے ناطے خالد کا
مقابلہ بھی جرنیلوں سپہ سالاروں سے ہوتا ، اور وہ خطیر رقم جیتتے۔۔
تاہم عمر کا اصرار تھا کہ وہ رقم کہاں سے آئی جو انہوں نے شاعر کو
دی۔ مورخین کہتے ہیں کہ عمر نے خالد کو اس لئے معزول کیا کہ
مسلمان جنگی کامیابیوں کو خالد کا مرہون منت سمجھنے لگے تھے۔
مغربی مؤرخین کے خیال میں عمر نے خالد کی کامیابیوں اور انکی
عوام میں مقبولیت کے حسد میں انہیں معزول کیا۔ یہ خالد بن ولید
کی عظمت تھی کہ سپہ سالار کے عہدے سے معزول ہو کر وہ ایک
سپاہی کے طور پر جنگوں میں شریک ہوئے۔آج ہمیں وہ مستند اور
غیر جانبدار ذرائع حاصل نہیں کہ ہم تحقیق کر سکیں کہ عمر نے خالد
کو حسد میں معزول کیا یا کسی ٹھوس وجہ کی بناء پر۔ہو سکتا ہے۔
عمر سے غلطی ہوئی ہو لیکن ان کی زندگی دیکھ کر سخت ترین
ناقد بھی سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ ایسے انسان کے بارے میں کیا لکھے
جس نے اپنی ذات کوخدا کی خوشنودی کے لئے وقف کردیا ہو ۔ عمر پر
دوسرا الزام ایک عظیم لائبریری کو جلا دینے کا عائد کیا جاتا ہے۔جید
تاریخ دانوں کا مرتب کردہ انسائیکلو پیڈیا ہسٹورینز ہسٹری آف دی
ورلڈ لکھتا ہے۔ عمر پر اسلام نافذ کرنے کا جنون اس حد تک تھا کہ
اس کے حکم پر قدیم نایاب کتب کا ذخیرہ شہر کے چار ہزار عوامی
غسل خانوں کی بھٹیوں میں جلا دیا گیا ۔ چھ ماہ تک نادر کتب
بھٹیوں میں بطور ایندھن استعمال ہوتی رہیں ۔ یہ ایک علم اور فنون
لطیفہ کو ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔جدید مورخین ایسی کسی بھی
لائبریری کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ اسکالرز کا خیال ہے کہ وہ
جولیس سیزر تھے جنہوں نے 48 بی سی میں ایک عظیم لائبریری کو
جلایا۔ بعدازاں ، شہنشاہ تھیوڈوسیس نے ایک اور ذیلی کتب خانہ تباہ
کیا ۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اسکندریہ میں اس وقت سرے سے کوئی
لائبریری تھی ہی نہیں جب عربوں نے اسے فتح کیا۔ اس کہانی کو
گھڑنے کے لئے ایک روائت بنائی گئی کہ عمر نے کہا کہ ان کتابوں کو

جلادو کہ ہمارے پاس قرآن ہے۔ اور ہمیں کسی اورکتاب کی ضرورت نہیں ۔
فلپ کے ہٹی نے اپنی کتاب ، ہسٹری آف عربزمیں عمر پر لگائے گئے الزام کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیتے ہیں[136]۔ خلیفہ عمر کے حکم پر ، اسکندریہ کی لائبریری کی کتب کو چھ مہینے عوامی غسل خانوں میں جلانے کی کہانی ، ان کہانیوں میں سے ہے جو افسانے کے طور پر تو بہت اچھی لگتی ہیں لیکن تاریخ کو مسخ کردیتی ہیں۔ عمر کو ایک خارجی نے شہید کیا ۔ محمد کی زوجہ عائشہ کی اجازت سے انہیں محمد کے قریب دفن کیا گیا۔

خلیفہ عثمان 644-656

تیسرے خلیفہ عثمان نےدوسرے خلیفہ عمر کی جنگجوانہ پالیسیوں کو جاری رکھا۔ ان کے دور حکومت میں مسلمانوں نے پورے ایران کو فتح کرلیا ۔ انکی سلطنت انڈیا کی سرحدوں تک پھیل گئی لیکن وہ اپنے پیش رو مسلمان حکمرانوں کے مقابلے میں بہت نرم مزاج کے تھے اور فطرتا کسی کو انکار نہیں کرتے تھے۔ نتیجے میں کئی نااہل اہم عہدوں پر تعینات ہو گئے ۔ نئی گروہ بندیاں ہوں شروع ہو گئیں ، ہر صوبے نے اپنے نئے گورنر کا تقاضا شروع کردیا۔ نئے خلیفہ کا مطالبہ زور پکڑنے لگا۔ اسی اثنا میں مصری فوج نے اچانک مدینے کی طرف چڑھائی کردی۔ وہ فوری اصلاحات چاہتے تھے ۔ ان سے وعدہ کیا گیا کہ جلد ہی ان کے مطالبوں پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ وہ لوٹ گئے لیکن اگلے سال پھر آگئے ۔ اس بار انکے ساتھ بصرے اور کوفے کی فوج بھی تھی۔ انکو ایک دفعہ پھر وعدوں پر رخصت کردیا گیا لیکن جب وہ واپس جارہے تھے انہیں معلوم ہوا کہ خلیفہ کے ایک معتمد خاص نے انکے خلاف سخت کاروائی کے احکامات جاری کئے ہیں۔ وہ الٹے قدموں واپس لوٹ آئے اور اس معتمد خاص کے سر کا مطالبہ کرنے لگے۔ جب انہیں انکار کیا گیا تو انہوں نے عثمان کو ہی شہید کرڈالا۔ جس وقت فوج مدینے کی جانب چڑھائی کر رہی تھی اس وقت انکے مشیروں نے انہیں اپنی حفاظت کے لئے دستے مقرر کرنے کا مشورہ دیا لیکن عثمان نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ محمد نے انہیں اپنے ساتھ جنت میں روزہ افطار کرنے کی دعوت دی ہے۔

[136](Hitti, Philip K. page 166)

خلیفہ علی ابن ابی طالب 656-661

علی ابن ابی طالب محمد کے چچا زاد بھائی ، داماد ، اور ایک قریبی
ساتھی تھے وہ اسلام قبول کرنے والے پہلے مرد تھے ۔ علی نے تقریبا
تمام مہمات میں حصہ لیا۔ انہوں نے تنہا ہی جنگ بدر میں دشمن کے
ایک تہائی سے زیادہ افراد کو ہلاک کیا اور یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے
قتل کی نگرانی کی۔ اپنی غیر معمولی بہادری کی وجہ سے ، محمد نے
ان کا نام اسداللہ (خدا کا شیر) رکھا تھا ۔ علی کو کعبہ کے اندر موجود
بتوں اور دیگر قبیلوں کے بتوں کو بھی توڑنے کا کام دیا گیا۔ علی کا
سب سے اہم کارنامہ توحید کے پیغام اور تصور کو عام کرنے کی
کوششیں تھی۔ محمد نے انہیں اسلام کی تبلیغ کے لئے یمن اور
دوسری اہم جگہوں پر بھیجا ، اسلام کے ابتدائی دنوں سے ہی علی
ایک مرکزی شخصیت رہے۔ پہلے اور دوسرے خلیفہ کی حکومتوں کے
پیچھے بھی بطور مشیر علی کا ہی دماغ تھا۔ عمر نے فوجی رجسٹر
تیار کرتے ہوئے علی کے مشورے پر عمل درآمد کیا۔ علی کے مشورے پر
ہی عمر نے یروشلم کا سفر کیا۔ یہ ان کی صلاحیتوں پر اعتماد تھا کہ
یروشلم روانہ ہوتے وقت عمر نے علی کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔یہ
عمر اور علی کے قریبی تعلقات تھے کہ علی نے اپنی دختر ام کلثوم کی
شادی عمر سے کی ۔[137] عمر کے دور حکومت میں علی مدینہ کے قاضی
(چیف جج) بھی مقرر رہے۔تاریخ میں ایک واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ
محمد کی رحلت کے بعد انکی بیٹی فاطمہ نے خلیفہ ابو بکر سے باغ
فدک کی زمین کا مطالبہ کی جو محمد انہیں اپنی زندگی میں ہی
عطیہ کر گئے تھے۔ لیکن ابو بکر نے یہ کہ کر انکار کردیا کہ محمد نے
اپنی زندگی میں کہ دیا تھا کہ نبی کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔
محمد کی وفات کے بعد اب یہ زمین مسلمانوں کی ملکیت ہے۔[138] جب
فاطمہ نے اصرار کیا کہ محمد نے انہیں زمین تحفہ میں دی تھی تو
ابوبکر نے گواہ طلب کئے۔ فاطمہ ناراض ہوگئی اور ان سے بات کرنا
چھوڑ دی۔ کچھ ذرائع کے مطابق ، علی نے اپنی بیوی ، فاطمہ کی
وفات تک ، ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی۔اپنے دور حکومت میں عمر
نے محمد کی مدینہ میں موجود املاک علی اور عباس کو دے دیں ،
لیکن انہوں نے خیبر اور فدک کی جائیدادیں اپنی ہی تحویل میں رکھیں
کہ محمدنے ان جائیدادوں کو خرچ اور فوری ضرورت کے لئے مختص کیا
ہوا تھا[139]

[137](Translated by Gautier H. A.Juynboll page 109)
[138](Sahih al-Bukhari 3092, 3093 Vol. 4, Book 53, Hadith 325)
[139](Sahih al-Bukhari 3092, 3093 Vol. 4, Book 53, Hadith 325)

پہلی خانہ جنگی

انگریز مصنفین ہمیں بتاتے ہیں کہ علی نے اپنی حکومت کا آغاز بیت المال کی تمام دولت ضرورت مندوں میں تقسیم کرکے اور صوبوں کے تمام گورنروں کو معزول کر کے کیا[140]۔ انکے مشیروں نے انہیں گورنروں کو ممعزول کرنے سے روکا تھا لیکن انکا جواب تھا کہ وہ کسی ناانصافی اور بدعنوانی میں شریک کار نہیں بننا چاہتے۔

خلیفہ عثمان کے زمانے سے ہی قبائلی سیاست میں ایک بغاوت پک رہی تھی۔ انکے قتل کے ساتھ ہی پھٹ پڑی۔ علی نے جن عہدہ داروں کو برخاست کیا تھا ان میں کئی لوگ بہت اثر و رسوخ کے حامل تھے۔ ابو سفیان کے بیٹے معاویہ بھی معزول ہونے والوں میں شامل تھے ۔ ابو سفیان مشرکین مکہ کے سرداروں میں سے تھے۔ وہ دیر سے مسلمان ہوئے ، فتح مکہ کے بعد ، محمد نےابو سفیان کے بیٹے معاویہ کو اپنا ذاتی سیکرٹری مقرر کر لیا۔ خلیفہ عمر کے دور میں وہ شام میں اہم عہدے پر فائز رہے۔ اور اس اہم صوبے پر طویل عرصے تک حکومت کر تے رہے۔ خلیفہ عثمان کے قریبی رشتے دار ہونے کے ناطے عثمان کی شہا دت پر انہوں نے اعلان کیا کہ وہ عثمان کے وارث ہیں اور انکے قتل کا بدلہ لیں گے۔ محمد کے کچھ پرانے ساتھیوں نے بھی جنہوں نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی ان کے ساتھ مل گئے۔ اسی اثنا میں کچھ نے محمد کی زوجہ عائشہ کو قائل کرلیا کہ چونکہ علی ،عثمان کے قاتل قبیلہ کے خلاف کاروائی کرنے سے گریزکر رہے ہیں ، انہیں علی کے خلاف جنگ کرنی چاہئے۔ عائشہ نے فوج کی بذات خود قیادت کی ۔ عائشہ کا لشکر بڑ اتھا لیکن اس میں زیادہ تر ناتجربہ کار لوگ تھے۔ علی کی فوج محض بیس ہزار پر مشتمل تھی لیکن تمام چنے ہوئے لوگ تھے۔ علی کی فوج نے جلد ہی باغیوں پر قابو پالیا

جب عائشہ کو علی کے سامنے لایا گیا تو علی بہت مؤدبانہ انداز میں پیش آئے انہوں نے عائشہ کو مشورہ دیا کہ وہ سیاسی معاملات سے خود کودور رکھیں۔ علی نے اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ عائشہ کو مدینہ روانہ کردیا۔ اب علی کی توجہ شام کی طرف ہوئی معاویہ نے علی کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اپنی تحریک میں وزن ڈالنے کو وہ عثمان کی خون آلودہ قمیض لے کر سڑکوں پر پھرتے تھے یہ عمل عوامی جذبات کو بھڑکانے کے لئے کافی تھا۔ تیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے عہد کیا کہ وہ جب تک عثمان کی موت کا

---
[140](The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs page 170)

بدلہ نہیں لیتے تب تک پانی نہیں پئیں گے۔ دونو ں مسلم فوجیں صفین کے قریب آمنے سامنے آگئیں ۔ نوے روز تک کسی نے بھی جنگ نہیں چھیڑی۔ ایسے میں تین خارجیوں نے علی ،معاویہ اور عمرو کو بیک وقت قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے ایک دن کا انتخاب کیا کہ جس میں تینوں کو نشانہ بنایا جانا تھا۔ لیکن اس دن عمرو نکلے ہی نہیں ۔ معاویہ کو فقط چند زخم آئے جبکہ علی پر حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ علی کی شہادت کے وقت عمر تریسٹھ سال تھی۔ وہ کوفہ میں مدفون ہیں۔علی کی شہادت کے بعد انکے بیٹے حسین نے معاویہ کے بیٹے یزید کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اہل کوفہ نے حسین کو اموی حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے لئے مدعو کیا۔ حسین اپنے اہل خانہ اور قریبی رشتے داروں کے ساتھ کوفہ کی جانب چل پڑے ۔ ایراق کے گورنر کو جب معلوم ہوا تو اس نے یزید کے ایما پر چار ہزار فوجی بھیجے جنہوں نے نواسہ رسول کا گھیراؤ لیا ۔ حسین کے گرفتاری دینے سے انکار پر فوج نے انہیں شہید کرکے ان کا سر یزید کو بھیج دیا[141]۔ اس واقعہ پر مسلم دنیا میں کہرام مچ گیا اور لوگ اموی خلافت کے خلاف ہوگئے۔ اس واقعۂ نے ایک طاقتور شیعہ تحریک کو جنم دیا۔ اس واقعۂ پر شیعہ اور سننی دونوں بہت حساس ہیں ۔ مسلمانوں کی تاریخ مسلمانوں نے ہی رقم کی ہے۔مغربی ماہرین بھی ان ہی کی بنیاد پر تاریخ لکھتے ہیں ۔ لیکن محمد کی رحلت کے بعد رونما ہونے والے کئی واقعات پر شیعہ اور سننی میں اختلاف ہے۔ کچھ کتب کو شیعہ نہیں مانتے اور کچھ کو سننی تسلیم نہیں کرتے ۔ اس لئے کوئی غیر جانبدار رائے قائم کرنا مشکل ہے ۔ غیر جانبدار رہنے کے لئے درج بالا واقعات مغربی محقیقن کی تحریروں سے لئے گئے ہیں۔

مبصرین کے مطابق علی اور معاویہ کے درمیان جنگ سے مسلم امہ شیعہ اور سنی میں تقسیم ہوگئی۔ شیعہ علی کو ایک خاص مرتبہ دیتے ہیں ۔ اور بعض معاملات میں انہیں محمد سے بھی افضل مانتے ہیں ۔ انکے خیال میں خلافت علی کا حق تھا جو ابوبکر ، علی اور عثمان نے غصب کیا اس لئے وہ علی کو دوسرا خلیفہ مانتے ہیں ۔ سنی علی کو کوئی خاص مرتبہ نہیں دیتے لیکن اس بات کو تسلیم کرتے ہیں [142]کہ حسین کی شہادت مسلم تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

[141](Madelung, Wilferd)

[142](The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids page 273)

اموی خلافت 661-750

علی کی شہادت کے بعد معاویہ نے شام اور مصر میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا وہ کوفہ گئے اور لوگوں سے بیعت حاصل کرلی، انہوں نے اپنا دارلخلافہ مدینہ سے دمشق منتقل کرلیا اور اموی خلافت کی بنیاد رکھی

معاویہ وہ پہلے عرب فرمان روا تھے جن کا نام سکوں ۔ اور تحریروں میں نظر آنے لگے انکی تمام تر فتوحات کے باوجود مسلم تاریخ دان متفق ہیں کہ معاویہ نے مسلمانوں کا طرز حکمرانی تبدیل کردیا۔ مدینہ کے خلیفہ ابو بکر عمر اور عثمان عوام سے انصاف سے پیش آتے اور اچھا برتاو کرتے۔ لیکن معاویہ نے بازنطینی اور ایرانی حکمرانوں کا طرز اپنا لیا۔ انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جان نشین نامزد کر کے ورا ثتی نظام کی داغ بیل ڈالی اور خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کردیا[143]۔ وہ پہلے مسلمان خلیفہ تھے جس نے حفاظتی دستے رکھا۔ ان کے آگے اہلکار چلا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں عوام پر گرفت رکھنے کے لئے بڑی تعداد میں غیر مسلم اپنی حکومت میں شامل کرلئے۔ اموی خلافت 661 سے 750 تک قائم رہی ۔ اس دور میں مسلمانوں نے بخارا اور سمرقند فتح کئے اور سندھ تک پھیل گئے۔ مسلم فتوحات سے ایک ایسا دور شروع ہوا جس نے اسلام کو مشرق کا غالب مذہب بنا دیا۔ اسلامی فتوحات سے عیسائیت ، آتش پرستی ۔ یہودیت اور دوسرے قدیم مذاہب معدوم ہونے لگے۔ اسلام قریب مشرق کا غالب مذہب بن گیا اور پوری دنیا میں پھیل گیا۔ سنہ 651 میں ساسانی سلطنت تحلیل ہو گئی ۔ بازنطینی سلطنت کسی طرح قائم رہی لیکن مخدوش حالت میں[144]۔ بازنطینی بادشاہ طویل عرصے تک خلافت کے حریف رہے۔ اموی بادشاہوں کی منفی شہرت آٹھویں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں تبدیل ہوگئی، ان کی اصلاحات کے باعث سننی انہیں مجدد اور اسلام کے چھٹے خلیفہ قرار دیتے ہیں[145]۔ عمر بن عبدالعزیز کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے ۔ وہ عمر بن الخطاب کے پڑ پوتے تھے ۔ اسلام کی تبلیغ کے لئے انہوں نے افریقہ سمیت دورسے کئی ممالک میں وفود بھیجے۔ انہوں نے نئے مسلمان ہونے والوں کو ٹیکس کی مکمل چھوٹ دی۔ مسلمان تاریخ دانوں کے مطابق انہوں نے پہلی مرتبہ احادیث کو

---

[143](T. W. Arnold page 22)

[144](Donner, Fred M. page 46)

[145](Hoyland, In God’s Path: The Arab Conquests and the Creation of an Islamic Empire, page 199)

مرتب کیا ہے اور وہ تمام احادیث جو سیاسی طور پر شامل کردی گئی
تھیں انہیں جانچنے کے بعد مسترد کردیا ہےمثال کے طور پر قریبا چھ
لاکھ احادیث میں سے صرف چار ہزار احادیث مکمل جانچ پڑتال کے
بعد بخاری میں شامل کی گئیں۔ عمر کے نقش قدم پر خلیفہ ثانی نے
ایران، خراسان اور شمالی افریقہ میں کئی ترقیاتی منصوبے شروع
کئے ، نہریں ، سڑکیں ، دواخانے اور سرائے تعمیر کیں
قریبا اڑھائی سالہ دور حکومت کے بعد عمر ثانی انتالیس کی عمر میں
ہی وفات پاگئے ۔ بتایا جاتا ہے کہ انہیں زہر دیا گیا تھا ۔[146] انہوں نے
اپنے قاتل کو اسلامی قانون کے مطابق خون بہا لے کر معاف کردیا اور
خون بہا سے حاصل ہونے والی رقم عوام کی فلاح کے لئے خزانے میں
جمع کروادی ۔ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت انکے پاس اتنے پیسے نہیں
نکلے کہ انکی آخری رسومات ادا کی جا سکیں

خلافت عباسیہ 750-1258

عباسی امویوں کے خلاف ایک انقلاب کے نتیجے میں بر سر اقتدار آئے ۔
عباسی محمد کے چچا عباس کی اولاد بتائے جاتے ہیں[147]۔ انہوں نے
بغداد کو اپنا دارلخلافہ بنایا ، جو نویں صدی تک پانچ لاکھ کی آبادی
کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا شہر بن گیا۔
کئی تاریخ دان آٹھویں سے چودہویں صدی کے درمیان کے وقت کو
مسلمانوں کا سنہرا دور کہتے ہیں یہ دور سائنس ریاضی فنون لطیفہ
اور ادب کے فروغ کا تھا
اسلامی سنہرے دور کا آغاز خلیفہ ہارون الرشید کے دور سے ہوا۔
عباسیوں نے مذہب دنیاوی معاملات میں ایک توزن قائم کیا ۔اکثر
سنی ریاستیں دیر تک اسی اصول پر کاربند رہیں۔ یہ شیعہ طرز
حکمرانی کے برعکس تھا ۔ جہاں خلیفہ اما م اور مذہبی رہنما بھی
ہوتا ہے شیعہ ماڈل خلفائے راشدین کے طرز حکمرانی کے قریب نظر آتا
ہے۔ نویں صدی میں جب عباسی عروج پر تھے انکی سلطنت مراکو
سے چین کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ
کمزور ہوتی گئی۔ سنہ 1258 میں منگولوں کے ہاتھوں آخری خلیفہ
کے قتل اور بغداد کی تباہی کے بعد عالی شان عباسی سلطنت کا
وجود باقی نہ رہا۔ چودہویں صدی میں قائم ہونے والی سلطنت
عثمانیہ نے عباسی حکومت کی طرح حنفی فقہ کو اپنایا ۔ تحقیق

---
[146](Wellhausen, J. page 311)
[147](Ágoston, Gábor page 3)

کرنے والے کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس دور میں ایک ہزار سے زائد ایجادات کیں[148]۔ شائد بہت سے لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ پہلی بار ہوائی جہاز عباس ابن فارس نے نویں صدی میں قرطبہ میں ایجادکیا[149]
کرینک کسی بھی جدید انجن کی جان ہوتی ہے ۔ اسے الجزاری نے بارہویں صدی میں ایجاد کیا۔مسلمانوں نے جدید جراحت ، الجبرا اور آپٹکس علوم کی بنیاد رکھی۔ اسی دور میں ریشم اور دوسری صنعتیں اپنی عروج پر تھیں۔ تاج محل، الحمرا، اصفہان کی جمعہ مسجد ، ڈام آف دی راک یروشلم، سمارا کی مسجد الیپو کاکلیسا ، قرطبہ کی بڑی مسجد، استنبول کی سلیمانی مسجد آج بھی ہمیں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یاد دلاتے ہیں۔ بادشاہ اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ منڈیاں مال سے بھری رہیں ، اور قیمتیں ایک خاص حد سے تجاوز نہ کریں۔ قانون سخت تھا ، پولیس رات کو گشت کرتی تھی۔ ریاست کا فوج کے ساتھ بہت اچھا رویہ تھا انہیں سرحدی علاقوں میں زمین دی جاتی تھی ، مذہبی تہوار جوش و جزبے سے منائے جاتے ، رمضان المبارک اور عید کے مہینے میں خوب خیراتیں کی جاتیں۔ سائنس کو مسلمان حکمرانوں کی خاص توجہ حاصل تھی۔ فلکیات ، طب ، کیمسٹری اور ریاضی کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔
یونیورسٹیوں میں گرائمر ، جغرافیہ ، اور مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ دنیا کے تاریخ دان متفق ہیں کہ 1500 سے پہلے صدیوں تک ، اسلامی سلطنت ثقافتی اور تکنیکی لحاظ سے یورپ سے بہت آگے تھی۔ اس کے شہر بڑے تھے اور ان میں پانی کی نکاسی کا نظام موجود تھا ، وسیع لائبریریاں اور درس گاہیں تھیں اور حیرت انگیز طور پر خوبصورت مساجد تھیں[150]۔ مسلمانوں کو ریاضی ، ادویات ،کارخانوں ، بندوق بنانے ، اور گھوڑوں کی افزائش میں برتری حاصل تھی۔ خلیفہ مامون نے بغداد میں اپنے ماہر فلکیات کو زمین کے سائز کا تعین کرنے کا حکم دیا تھا مغرب نے یہ کام پانچ صدیوں کے بعدکیا۔ یورپ نے الفانسین ٹیبل عرب ماہر فلکیات الزرقاوی سے مستعار لیا۔ جرمن ماہر فلکیات جوہانس کیپلر نے اپنے آئیڈیاز   ابن ہیثم سے لئے۔ غالب امکان ہے کہ مشہور سائنسدان آئزک نیوٹن نے اپنے کشش ثقل کے قوانین عرب سائنس دان محمد بن موسی سے اخذ کئے ہوں۔ عرب کا علم جغرافیہ کسی بھی دوسری قوم سے افضل

---
[148](https://www.1001inventions.com/)
[149](Lienhard, John H.)
[150](Kennedy, Paul page 11)

تھا ۔ مسلمانوں کی سائنس اور دوسرے علوم میں ترقی کی وجہ یہ
تھی کہ وہ عملی لوگ تھے ۔ ان کے علم کی بنیاد مشاہدے اور تجربہ تھا
۔ ان کی کتب دیگر قوموں کی طرح خانقاہوں میں نہین لکی گئی
تھیں ۔ بلکہ وہ عملیت پر مبنی تھیں۔ سلیمان اول کے دور میں نوکر
شاہی چودہ ملین عوام کا نظم و نسق چلاتی تھی جبکہ اسوقت
سپین کی کل ابادی پانچ ملین اور انگلینڈ کی محض اڑھائی ملین
نفوس پر مشتمل تھی

سلطنت عثمانیہ 1517-1924

سلطنت عثمانیہ کی بنیاد عثمان 1 ، یا عثمان غازی نے رکھی۔ عثمان نے
منگولوں کے حملے کے بعد وسطی ایشیاء سے فرار ہوکے اناطولیہ کے
علاقے میں پناہ لی تھی[151] ۔ تیرہویں صدی میں ، کئی ترک خاندان
اناطولیہ پر حاکم تھے۔عثمان نے بازنطینی سلطنت کے ایک کنارے پر ایک
چھوٹی سی ریاست قائم کرلی۔ اور ، بازنطینیوں کی کمزوریوں کا
فائدہ اٹھاتے ہوئے ، اپنا اقتدار بازنطینی علاقوں تک پھیلادیا۔ منگولوں
سے فرار ہونے والے دوسرے لوگ ان کے ساتھ شامل ہو تے گئے اور انکا
چھوٹا سا گروہ ایک فوج میں تبدیل ہو گیا۔ عثمان نے اسلام کے
دشمنوں کے خلاف جہاد کے جذبہ کو زندہ کیا۔ اور انکی فوج نے اسی
بازنطینی دشمن پر حملے کئے جن کے خلاف خلفائے راشدین ، اموی ،
اور عباسی خلفاء صدیوں سے بر سر پیکار تھے۔ سنہ 1326 میں ، جب
عثمان کی وفات ہوئی اسوقت تک انکی سپاہ بصرہ پر قبضہ جما چکی
تھیں ۔ یہ شہر بعد میں عثمانیوں کا پہلا دارلخلافہ بنا۔
چودھویں صدی کے دوران ، عثمانی سلطنت پھیلتی رہی ۔ 1350 کی
دہائی میں ، عثمانی پہلی بار یورپ میں داخل ہوئے اور ان علاقوں پر
بھی حکومت قائم کر لی جنہیں آج ترکی بلغاریہ اور گریس کہا جاتا
ہے۔ سلطنت عثمانیہ بایزید اول کے دور میں اپنے عروج پر تھی ۔
طوفانی انداز میں برق رفتاری کے ساتھ سپاہ کو بر اعظم یورپ سے
ایشیا اور ایشیا سے یورپ منتقل کرنے کی خاصیت کی وجہ سے انہیں
یلدرم یعنی طوفان کہا جاتا تھا[152]۔ انہوں نے یورپ کے کئی علاقے فتح
کئے جو 1800 تک سلطنت عثمانیہ کے زیر تسلط رہے۔ عسکری اور
معاشی ترقی بایزید دوئم اور سلیم اول کے زمانے میں بھی جاری رہی
اور سلطنت عثمانیہ کا پرچم بوسنیا اور البانیہ کے کئی علاقوں پر

[151](Quataert, Donald page 13)
[152](Encyclopedia of the Ottoman Empire)

لہرانے لگا۔ سولہویں صدی میں سلیم نے ایران کی صفوی حکومت
کو شکست دی اور مصر کی پوری مملوک سلطنت کواپنی سلطنت
میں شامل کرلیا اسلامی دنیا میں سلطنت عثمانیہ کو ایک خاص مذہبی
اہمیت حاصل ہوگئی جب شام مصر اور مقدس شہر انکے زیر تسلط
آگئے ۔ اور عثمانی فرماں روا مکے مدینے اور یروشلم کے محافظ بن
گئے۔ سلطنت نے سولہویں اور سترہویں صدی میں بڑھتی ہوئی یورپی
طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے شمالی افریقہ اور انڈونیشیا تک کے دور
دراز مسلمانوں کی مدد کی ۔ سلطنت عثمانیہ کا اس سے بھی بڑھ کر
کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ریاست مدینے کے اصولوں پر ایک مسلم
ریاست کی بنیاد رکھی۔
انھوں نے اپنی ریاست میں نہ صرف غیر مسلموں کو مذہبی آزادیۂ
فراہم کی ، بلکہ انہوں نے عیسائی عیسائیوں اور یہودیوں کو نیم
خودمختار برادریۂ بنانے کی اجازت دی۔ ملت سسٹم کے تحت وہ اپنے
نمائندگان منتخب کرتے جو حکومت میں انکی نمائندگی کرتے[153]۔
سلطنت عثمانیہ میں غیر مسلموں کا آزادانہ تجارت کی اجازت
تھی[154]۔ سلطان سلیمان کے چھیالس سالہ دور میں 1520 سے 1566
کے دوران سلطنت اپنے عروج پر تھی

صفوی سلطنت 1501-1722

صفوی سلطنت تاریخ کی ایک اہم اسلامی ریاست تھی اور عروج کے
دنوں میں ایک بڑا علاقہ اس کے زیراثر تھا
صفوی مشہور صوفی بزرگ شیخ صفی الدین میں سے تھے ۔ صفوی
بادشاہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ محمد کی اولاد میں سے ہیں جبکہ
تاریخ دانوں کا اصرار ہے کہ وہ یا تو کرد ہیں یا ایرانی نژاد ہیں[155]۔
انہیں مقامی ایرانی آبادی اور بعد میں ترک قبائلیوں میں خوب
پزیرائی ملی۔ سنہ 1488 میں صفوی بادشاہ کے قتل کے بعد کم عمر
اسمائیل ، بڑے ہو کر وہ ایک قابل جرنیل کے روپ میں سامنے آئے۔ اور
ایران کے بیشتر علاقوں پر سنہ 1510 تک اپنا قبضہ جما لیا۔
اسماعیل جارجیا کے بادشاہ جارج اول کے پڑ پوتے تھے۔ انکی والدہ

[153](Encyclopedia of the Ottoman Empire page xxviii)
[154](Faroqhi, Suraiya page 190)
[155](Tapper, Richard page 39)

مارتھا جنہیں حلیمہ کے نام سے جانا جاتا ہے ترکمان بادشاہ اوزن
حسن کی بیٹی تھیں ۔ انکی والدہ دسپینا خاتون یونانی النسل
تھیں[156]۔ اسمٰعیل نے شیعہ مسلک کو سرکاری مذہب بنا دیا اور غیر
شیعہ کو کہا کہ یاتو وہ شیعہ مسلک اختیار کرلیں یا سلطنت سے
[157]نکل جائیں ورنہ مار دئے جائیں گے۔
انہوں نے لبنان اور ایراق سے شیعہ علماء بلوائے تاکہ وہ شیعہ مسلک
کی ترویج کریں اور عوام میں سے سنی عقائد کو ختم کرسکیں۔
سلطنت عثمانیہ کے شہنشاہ اپنی سلطنت میں معتدل اسلام کی
ترویج کر رہے تھے انہیں اسمعیل کی سوچ اپنی پالیسی سے متصادم
نظر آئی۔ مشرقی اناطولیہ اور آزر بائیجان میں صفوی حکومت کی
شورشوں سے عثمانی سلطان پہلے ہی شاکی تھے کہ ان کی فوج
وہاں مصروف ہو گئی تھی اور وہ ہنگری اور دوسرے علاقوں پر
توجہ نہیں دے پارہے تھے۔ آخر سلیم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور
انہوں نے صفویوں پر حملہ کردیا۔ اسمعیل کو جان بچا کر بھاگنا پڑا ۔
اس ہزیمت سے ان کے بارے میں قائم یہ تاثر زائل ہو گیا کہ انہیں
کوئی غیبی مدد حاصل ہے۔ یا ان کے پاس کوئی روحانی طاقت ہے[158]۔
عثمانیوں نے 23 اگست 1514 کو ایک فیصلہ کن معرکہ کے بعد
مشرقی اناطولیہ اور شمالی ایراق اپنی سلطنت میں ضم کرلیا ۔
اس جنگ کے بعد شیعہ اور سنی ریاستوں میں ایک حد بندی ہو گئی۔
صفوی اور عثمانی حکومتوں کے درمیان جھڑپیں اٹھارویں صدی تک
[159]جاری رہیں۔

مغل سلطنت

تیسری عظیم مسلم سلطنت ہندوستان میں ابھری۔ دہلی سلطنت نے
1200 کی دہائی میں برصغیر کے شمالی حصے پر حکمرانی کی۔ مغل
لفظ منگول سے نکلا ہے[160]۔ سلطنت کا دوسرا نام ہندوستان تھا ، جو
آئین اکبری میں سلطنت کا سرکاری نام لکھا گیا بابر کے پوتے اکبر کے
دور میں سلطنت عروج پر پہنچ گئی۔ 1573 تک ، انہوں نے گجرات کو
فتح کرلیا ، اور اگلے تین سالوں میں ، بہار اور بنگال بھی سلطنت میں
شامل کرلئے ۔ اگلی دہائی کے دوران ، انہوں نے اڑیسہ کو فتح کر لیا ،

---
[156](Charanis, Peter page 476)
[157](Ágoston, Encyclopedia of the Ottoman Empire page 284)
[158](Momen, Moojan page 107)
[159](Turkey and Iran: Limits of a Stable Relationship, British Journal of Middle Eastern Studies volume 25 page 76)
[160](Hodgson, Marshall G. S. page 62 Footnote)

اور کابل ، قندھار ، کشمیر ، سندھ اور بلوچستان پر کنٹرول حاصل
کرلیا۔ اگرچہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں تین مسلم سلطنتوں کے
کارنامے عباسیوں کے سنہری دور کے برابر نہیں پھر بھی مسلمانوں کو
دوسری قوموں سے تکنیکی برتری حاصل تھی۔ اس دور میں ،
مسلمانوں کی دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک حکمرانی تھی ۔
1600 کی دہائی کے دوران ، ایک مسلمان بالکانسے چل کر عرب
علاقوں سے ہوتا ہوا ایرانی پہاڑیوں ، اور ہندوکش کے اس پار سے
برصغیر پاک و ہند تک سفر کرتا تو اسے لگتا ایک ہی دیس میں ہے۔

دنیا کا اسلام پر رد عمل

جب محمد مدینے میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ رہے تھے ، دنیا کی
دو بڑی طاقتیں ایک طویل جنگ کے آخری مراحل میں تھیں۔ یہ جنگ
جو قدیم ایرانی اور بازنطینی سلطنت کے مابین لڑی گئی ،چھ سال
تک جاری رہی۔ ایرانی سلطنت پر ساسانی خاندان کا راج تھا ۔ اس کا
مرکز جدید ایران اور عراق تھا لیکن یہ انڈیا اور اسے بھی آگے تک
پھیلی ہوئی تھی۔ آتش پرست ساسانی تجارت کے باعث خوش حال
تھے اور انکے پاس ایک بڑی فوج تھی۔ یونانیوں حتی کہ رومنوں نے بھی
ان پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اور ایرانی
سلطنت مشرق وسطی کی سب سے بڑی طاقت ہی رہی۔ چوتھی
صدی کے دوران ، بازنطینی یا مشرقی رومن سلطنت کی سرحدیں
قسطنطنیہ شہر کے آس پاس تک پہونچ چکی تھیں۔ ساتویں صدی تک ،
بازنطینی سلطنت بحیرہ روم کے بیشتر سمندری ساحلی علاقوں پر اپنا
تسلط قائم کرچکی تھی۔ اسکی بحریہ سمندر پر راج کرہی تھی جبکہ
سپاہ گریس ۔ جنوبی افریقہ۔ ترکی شام اٹلی بلکہ سپین تک کے
علاقوں پر گرفت رکھتی تھی۔ چوتھی صدی سے رومن سلطنت نے
عیسائیت کو سرکاری مذہب بنا لیا تھا
مسلم سلطنت جب دنیا میں پھیلنے لگی تو جسٹینن ، خسرو اور دوسرے
بادشاہوں کو تشویش لاحق ہونے لگی۔ ایک طاقتور خدا کے اسلامی
تصور نے دوسرے مذاہب اور عقیدوں کو ہلا کر رکھ دیا ایسے سوالات
پیدا ہونے لگے جو کبھی نہیں پوچھے گئے تھے۔ عقیدہ تثلیث پر سوال
اٹھے۔ لوگ کہنے لگے اگر یسوع مسیح خدا کے بیٹے تھے اور عام لوگ
انہیں تنگ کرتے تھے تو عیسائی تو بہت کمزور ہوئے۔ کسی نے کہا
اگر کرائسٹ خدا کے بیٹے ہیں اور انکے شاگرد انکے بھائی ،تو خدا تو

انکے بچوں کے چچا ہوئے[161]۔ نئے مذہب کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے بازنطینی اور ساسانی حکومتوں نے پادریوں اور روحانی پیشواوں کو متحرک کردیا۔ سرکاری سرپرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تفریحی تھیٹروں کی جگہ چرچ اور مندروں نے لے لی ۔ مذہبی پیشواوں کو قومی ہیرو کے روپ میں پیش کیا جانے لگا مافوق الفطرت کہانیاں تخلیق کی گئیں اور صلیب کا نشان خدائی حفاظت کی ضمانت بنا دیا گیا۔ چھٹی صدی کے وسط میں ، بازنطینی جرنیل عربوں سے جنگ ہار نے کے بعد اتنے روہانسے ہو گئے۔ کہ انہوں نے پوپ مارٹن اول کو محض اس الزام میں گرفتار کر لیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ مسلمانوں سے ہمدردی بازنطینیوں کی نظر میں ناقابل معافی جرم بن گیا۔ ہرکولیس کی لغط میں مسلمانوں سے محبت یا مسلمانوں جیسا کا مطلب تھا غداری[162]۔جب عالمی قوتیں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے میں ناکام ہوگئیں تو انہوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ایک منظم مہم شروع کردی۔ یونانیوں نے کہنا شروع کردیا کہ اسلامی مہمات میں مسلمان پر تشدد ہوتے ہیں وہ قتل وغارت گری کرتے ہیں اور لوگوں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ عقیدہ تثلیث پر اٹھانے والے سوالات کے جواب میں انہوں نے مسلمانوں کے ماضی کوہی متنازع بنا دیا۔ اسلام کے بانی اسماعیل کو ایک بت پرست اور غیر مہذب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور انکی والدہ کو ایک حقیر مصری غلام یا خادمہ کے طور پر پیش کیا گیا۔

تورات کے ایک قدیم انگریزی ترجمہ میں لکھا ہے کہ سارہ نے دیکھا کہ اسمعیل بت کی پرستش کر رہے ہیں اور اس کے آگے جھک رہے ہیں جس پر سارہ نے ابراہیم کو کہا کہ اس خادمہ اور اسکے بچے کو باہر نکال دو کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک خادمہ کا بچہ ہماری جائیداد لے کر ہمارے بیٹے سے ہی جنگ کرے[163]۔ بتوں کے خلاف مسلمانوں کی تنقید کا جواب اس طرح دیا گیا کہ مشہور کردیا گیا کہ مسلمان جب اللہ اکبر کہتے ہیں تو وہ دراصل کوبر نامی ایک پتھر ، یا ستارے کو پکار رہے ہوتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت ایک باقاعدہ مہم بن گئی

دسویں صدی میں بازنطینی شہنشاہ نے پوپ اربن دوئم سے درخواست کی کہ وہ سلجوک ترکوں کے خلاف حکومت کی مدد کریں سلجوک

---

[161](Robert G. Hoyland page 94)
[162](Hoyland)
[163](R. G. Hoyland page 509)

ترک ان سے ایشیا کا بڑا حصہ ہتھیا چکے تھے۔ اس درخواست کے جواب میں نومبر 27 سنہ 1095 کو پوپ نے ایک تاریخی خطاب کیا۔ انکی تقریر تاریخ کی پر اثر ترین تقریروں میں سے ایک ہے ۔ اسی تقریر کے نتیجے میں صلیبی جنگوں یا کروسیڈز کا آغاز ہوا۔ پوپ نے مسلمانوں کے خلاف ایک مقدس جنگ کا اعلان کرتے ہوئے تمام عیسائیوں پر زور دیا کہ وہ جس حالت میں بھی ہوں مسلمانوں سے فلسطین حاصل کریں ۔انہوں نے ضمانت دی کہ اس جنگ میں جو بھی مرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا ۔

Deus vult![164]یعنی یہ خدا کا حکم ہے ۔

انکی تقریر کا یہ فقرہ ،عیسائی دنیا کا مقبول ترین نعرہ بن گیا مؤرخین کا اصرار ہے کہ مغرب نے اسپین اور فرانس کی جنگ جیتنے کے لئے مسلمانوں کا نظریہ جہادمستعار لیا۔اسلام کو متروک اور قدامت پسند مذہب قرار دیا گیا جبکہ مسلمانوں کو توہم پرست اور جاہل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایک منظم مہم کے تحت محمد، انکے اہل خانہ اور ساتھیوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی۔صلیبی جنگوں کے خاتمے کے بعد جب برطانیہ دنیا پر حکومت کا خواب لے کہ چلا ، ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف مہم شروع ہوگئی ۔ اٹھارویں صدی میں یکدم بڑے بڑے جید انگریز سکالرز نے سارا کام چھوڑ کر محمد کی سوانح حیات لکھنا شروع کردیں ۔مسلمانوں کی تمام تاریخ مسلمانوں نے عربی زبان میں لکھی ہے ۔ تاج برطانیہ کے یہ ملازم نہ تو عربی زبان سے واقف تھے اور نہ ہی عربی ثقافت یا قبائیلی رسم و رواج سے ۔

ان کا مقصد صرف تنقید تھا ۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کو جھوٹا ثابت کرنا شروع کردیا۔ ایک ایسا ماحول بنا دیا کہ اسلام پر تنقید کو تو خوب سراہا جاتا لیکن اگر کوئی غیر جانبدار ہو کر یا اسکے دفاع میں کچھ کہہ دے تو اسے معذرت خواہانہ تحریر کہہ کر لکھنے والے اور تحریر کا مذاق اڑایا جاتا۔آج بھی یہ رواج قائم ہے ۔ قرآن کو ایک بے ربط سی کتاب قرار دے دیا گیا جس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو واقعی اس میں کوئی نئی بات نہیں ملتی ۔ہم دیکھتے ہیں کہ محمد کی شریعت اور موسی کی شریعت ،یعنی انکو دئے گئے 613 احکامات میں ،کوئی فرق ہی نہیں ۔ اس سے محمد کا یہ دعوی صحیح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام دین ابراہیم کا ہی تسلسل ہے۔

---

[164](Mills, Charles page 26)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اٹھارویں صدی اور اس کے بعد کی لکھی گئی
مغربی تحریروں کی تصحیح اکیسویں صدی کے غیر جانبدار سکالرز نے
کی ہے
اپنے وقت کے ممتاز مفکر اور تاریخ دان ، فلپ کے ہٹی نے ، اپنی کتاب
، عربوں کی تاریخ میں ایک مکمل باب قرآن کے لئے مختص کیا ہے ،
قرآن ، اللہ کی کتاب کے نام سے اس باب میں انہوں نے قرآن کا
دوسری الہامی کتابوں سے موازنہ کیا ہے۔ اس موازنے سے ثابت ہوتا
ہے کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے جو ابھی تک کسی قسم کے ردو بدل
سے محفوظ ہے۔ اسماعیل اور انکی والدہ حاجرہ کے بارے میں تنقید
کی تحقیق کرتے ہوئے وکٹر پی. ہیملٹن نے لکھا ہے کہ حاجرہ ایک
مقدس خاتون تھیں۔ جن سے ایک بچے کا وعدہ کیا گیا۔ خدا نے ابراہیم ،
اسحاق اور یعقوب سے بچوں کا وعدہ کیا۔ بائیبل میں حاجرہ ہی وہ
واحد خاتون ہیں جن سے خدا نے بچے کا وعدہ کیا۔ وہ واحد خاتون ہیں
جن سے خدا بائیبل کے مطابق ہم کلام ہوا۔ اور اس نے اسماعیل کی
دیکھ بھال کا وعدہ کیا اور پھر دونوں ماں بیٹوں کی بے مثال دیکھ بھال
کی۔ کہا جاتا ہے کہ اسماعیل سے خدا نے کوئی عہد نہیں لیا۔ لیکن
ہیملٹن کے مطابق کسی علیحدہ عہد کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ
خدا نے جب ابراہیم سے عہد لیا تو اس نے یہ عہد ابراہیم اور انکی
اولاد سے کیا۔ اس عہد کی یادگار کے طور پر انکی اور انکی اولاد کے
ختنے کئے گئے[165]۔ بائیل ہمیں بتاتی ہے جب خدا نے ابراہیم سے عہد لیا
اور اس عہد کے نتیجے میں اسماعیل کے بھی ختنے ہوئے ۔ اسوقت
انکی عمر تیرہ سال تھی
کتاب پیدائش بتاتی ہے کہ خدا نے اس امر کی تائید کی کہ اسماعیل
انکے جائز اور پیارے بیٹے ہیں[166]۔ اس طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ
اولاد اسحاق کو کسی طور اولاد اسماعیل پر کوئی برتری حاصل نہیں۔
بائیبل بتاتی ہے کہ اسحاق نے اپنے بیٹے یعقوب کو اپنا جانشین مقرر کیا
اور اس طرح انہوں نے یعقوب کو عیسو سے افضل کردیا لیکن اسحاق
کو اس طرح اسمعیل پر فوقیت دینے کو کوئی ذکر موجود نہیں ۔ناقدین
محمد کی شادیوں پر تنقید کرتے ہیں اور انکی مبینہ زبان کی لغزش
پر ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ تاہم اس صدی کے مغربی محققین نے ان
الزامات کو جب حقائق کی کسوٹی پر پرکھا تو وہ افسانے نکلے۔
معروف اسکاٹ مورخ ولیم منٹگمری واٹ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب
محمد ایٹ مدینہ میں محمد کی شادیوں پر پورا ایک باب لکھا ہے وہ

[165] (Hamilton, Victor P. page 480)
[166] (Genesis Chapter 17:20)

کہتے ہیں کہ محمد نے اپنے پہلی شادی ایک بیوہ اور عمر رسیدہ خاتون سے کی ۔ محمد پچیس سال کے تھے اور خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی، محمد نے خدیجہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ محمد نے اپنی جوانی کے پچیس سال خدیجہ کے ساتھ گزارے یہاں تک کہ وہ 65 سال کی عمر میں انتقال کرگئیں۔ محمد نے دوسری شادی تریپن یا 54 سال کی عمر میں کی۔ اگلے کئی سالوں میں ، انہوں نے پندرہ خواتین سے شادی کی لیکن تیرہ خواتین سے انکی شادی مکمل ہو سکی۔عائشہ کے سوا ان کی تمام بیویاں بیوہ تھیں یا طلاق یافتہ ۔ واٹ کے مطابق محمد کی تمام شادیاں سیاسی تھیں اور انکا مقصد مختلف قبائل کے درمیان تعلقات مستحکم کرنا تھا[167]۔
محمد کی شادیوں نے مدینہ کی معاشرتی تنظیم نو میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شادیوں کی بدولت پرانے رسم و رواج منسوخ ہوگئے اور ایک نیا نظام متعارف ہوا۔محمد پر انکے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی اہلیہ سے شادی پر تنقید کی جاتی ہے اور اس تنقید میں رنگ بھرنے کے لئے نت نئے رومانوی فسانے گھڑے جاتے ہیں۔ محققین کے مطابق زینب انکی قریبی عزیزہ تھیں اگر محمد چاہتے تو ان سے کبھی بھی شادی کر سکتے تھے۔شادی کے وقت ان کی عمر پینتیس یا اڑتیس سال تھی۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ زینب میں قبائلی انا بہت تھی ۔ جبکہ انکے شوہر زید ایک آزاد کردہ غلام تھے ۔ اسی وجہ سے زید ا ور زینب میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہو پارہی تھی۔اور اسی بنا پر زید نے زینب کو طلاق دی ۔ زینب کی انا یہ عالم تھا کہ جب خلیفہ عمر نے محمد کی ازواج کے لئے سرکاری وظیفہ شروع کیا تو زینب نے اسے لینے سے انکار کردیا ، وہ بقیہ تمام عمر ایک چمڑا رنگنے کے کارخانے میں مزدوری کرتی رہیں۔ ان کے زہد کا یہ عالم تھا انہوں نے ایک رسی باندھی ہوئی تھی ۔ رات میں جب نمازیں پڑھتے تھک جاتیں تو اس رسی کا سہارا لیتیں۔ محمد نے جب یہ رسی دیکھی تو اسے اتروادیا ۔ولیم منٹگمری واٹ کے مطابق محمد کی شادیوں میں ایسا کچھ نہیں ملتا کہ جو انکے نبی کے منصب کے خلاف ہو۔ اسی طرح مغرب محمد پر زبان کی مبینہ لغزش پر بہت تنقید کرتا ہے۔ کچھ مسلم مورخین نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ محمد نے ایک دن قریش مکہ کے سامنے قرآنی آیات پڑھتے ہوئے بتوں کو، جنہیں وہ شدت سے مسترد کرتے تھے، بڑی عظمت اور شان والا کہہ دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ قریش مکہ کے سامنے ایک دن تبلیغ کرتے ہوئے

[167](M. Watt, Muhammad at Medina page 331-332)

وہ سورہ نجم کی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے وہ غلطی سے کہ گئے
کہ لات عزٰی اور منات اعلیٰ وارفع ہیں[168]۔ مسلمان تاریخ دان کمزور
راوی ہونے کے باعث اس واقعے کی تردید کرتے ہیں ۔ کچھ کے خیال
میں یہ واقعہ ہوا لیکن بعد میں اموی یا دوسری حکومتوں نےسیاسی
مصلحتوں کی بنا پر محمد کو افضل ثابت کرنے کی کوشش میں اسے
تاریخ سے نکال دیا ۔ آج چودہ سو سال بعد ہم اس واقعے کی سچائی
تک تونہیں پہنچ سکتے لیکن عقلی کسوٹی پر ضرورپرکھ سکتے ہیں۔
میرے علم کے مطابق محمد نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ
انسان سے کوئی افضل مخلوق ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 3395 ، کتاب
60 اور حدیث 69 کے مطابق محمد تو خود کو یونس بن متاسے بھی
بہترکہنے کو منع کرتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ یونس سے ایک غلطی
سرزد ہوگئی تھی ۔ قرآن کے باب اکیس کی آئت 87 کی روشنی میں
کہا جاتا ہے کہ یونس اپنی غلطی کی پاداش میں چالیس روز تک
مچھلی کے پیٹ میں رہے ۔ محمد نے ہمیشہ تاکید کی کہ وہ خدا کے
بندے اور رسول ہیں ۔ اس بات کو مسلمان اپنے پہلے کلمے میں دہراتے
ہیں ۔ محمد نے اپنی امت کو قرآن کے 114 باب اور 6236 آیات
درست طور پر پہنچائیں ۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ ایک آیت
درست طور پر نہیں پڑھ سکے تو کوئی بھی غیر جانبدار اور بردبار
ذہن اسے ایک انسانی غلطی قرار دے گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محمد پر تنقید کرنے والے بائیبل سے نا بلد
ہیں اور تاریخ کا سطحی علم بھی نہیں رکھتے۔ محمد کو مسلم زرائع
کے مطابق آسمان کی سیر کروائی گئی ۔ لیکن موسی سے تو خدا
کلام کرتے تھے ۔ ان سے بھی غلطی سرزد ہوئی۔ انہیں بائیبل کے
مطابق کنعان کی سرزمین میں اسی جرم کی پاداش میں داخل ہونے
سے روک دیا گیا۔ہو سکتا ہے ناقدین کو اس لئے موقع ملتا ہو کہ کچھ
مسلمان اپنے نبی اور انکے اہل خانہ کو کسی مافوق الفطرت منصب پر
فائز کردیتے ہیں ۔لیکنمغرب کی بے سروپا تنقید سے ایسا محسوس
ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں سےقدیم بدلہ اتاررہا ہے ۔ گزشتہ ایک ہزار
سال کی سب سے متنازعہ کتاب سلمان رشدی کی تحریر "سیٹنک
ورسز" اسلام سے مغرب کی نفرت کی ایک عمدہ مثال ہے۔ عالمی
شہرت یافتہ برطانوی اخبار ، دی گارڈین کی دو تحریریں ہمیں بتاتی
ہیں کہ برطانیہ نے سلمان رشدی اور انکی کتاب کو دو دہائیوں تک اپنے
سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا[169]

[168](The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca Volume VI, page 108)
[169](Anthony, Andrew)(Dodd, Duncan Campbell and Vikram)

اسلام میں تقسیم

اسلام میں پہلی تفریق تو ابتدائی دنوں میں ہی پیدا ہوگئی تھی ۔
جب محمد کی رحلت کے بعد ابو بکر پہلے خلیفہ بنے شیعہ اسکالرز کے
مطابق ، محمد نے علی کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا لیکن علی کا حق
غصب کرتے ہوئے ابوبکر خلیفہ بن گئے۔ سنیوں کے مطابق ابوبکر عمر
اور معاویہ بھی قانونی اوردرست خلیفہ تھے ، کیونکہ محمد نے کبھی
علی کی جان نشینی کا اعلان نہیں کیا ۔ شیعہ جس کی بات کرتے ہیں
وہ چند لوگوں کے درمیان غیر رسمی گفتگو تھی ۔مسلمانوں میں شیعہ
سننی کی اصل تفریق عثمان کی شہادت کے بعد گہری ہوئی ، جب
منتخب خلیفہ علی کے مدمقابل پہلے محمد کی زوجہ اور پھر معاویہ
آگئے۔ معاویہ نے منتخب خلیفہ کے خلاف جنگ کی ۔ جو اسلام اور ریا
ست مدینہ کے ماڈل کے خلاف تھی پھر انکے بیٹے یزید نے محمد کے
نواسےحسین کو انتہائی بے رحمی سے انکے اہل و عیال سمیت شہید
کردیا ۔ یہ لوگ تو انکے نبی محمد کے بھی قریبی عزیز تھے۔ شیعہ اور
سننی دونوں اس موضوع پر بہت حساس ہیں ۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی
ہے کہ علی نے ابو بکر اور عمر دونوں کے دور خلافت میں مشیر کے
طور پر اہم ذمہ داریاں سر انجام دیں۔ اگر علی کو ابوبکر کی خلافت
پر اعتراض نہیں تھا یا اگر تھا تو بعد میں ختم ہو گیا تو پھر یہ تفرقہ
چودہ سو سال سے کیوں جاری ہے؟ اپنے دعوی میں کون سچا ہے اور
کون جھوٹا ، ہم یہ تو نہیں سکتے لیکن مغربی محققین کے مطابق
شیعہ سننی کی تقسیم سراسر سیاسی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے شیعہ
سننی تنازعہ کا مسلمانوں پر ایک تباہ کن اثررہاہے سولہویں صدی میں
، مسلم دنیا کو دھچکا لگا جب عراق اور فارس کے شیعوں نے سنی
طریقوں کو چیلنج کیا۔ دشمنی اتنی بڑھ گئی کہ مسلمان مدد کے لئے
اپنے ازلی دشمنوں کی طرف دیکھنے لگے۔
اس بات کے ثبوت ہیں کہ شیعہ سنی تقسیم میں یہودیوں کا کردار
تھا۔ عبداللہ ابن صبا ساتویں صدی کی ایسی ہی متنازعہ شخصیت
ہیں۔ مسلمان ، عیسائی اور یہودی علماء نے عبداللہ پر کتابیں لکھی
ہیں۔ سنی اور شیعہ روایات دونوں متفق ہیں کہ عبد اللہ بن صبا
ہمیار قبیلہ سے تعلق رکھنے والے یمنی یہودی تھے جنہوں نے عثمان کے
دور میں اسلام قبول کیا۔ انہوں نے مصریوں کو عثمان کی حکومت
کے خلاف اکسایا۔
خلفائے راشدین کے دور تک مسلمان کٹر توحید پرست تھے لیکن وقت
گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مادی چیزوں کی جانب راغب ہونے لگے ۔

مسلمان بادشاہوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے مذہب کا استعمال کیا۔ محمد اور انکے خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں انسان اور خدا کے درمیان کسی ثالث کا کوئی تصور نہیں ملتا ۔ پہلے محمد اور انکے بعد خلفاء نے نمازوں کی امامت کرتے تھے

محمد نے اپنے لوگوں کو اسطرح کھول کر مذہب بیان کردیا تھا کہ کوئی الجھن باقی نہ رہی تھی۔ بعد میں خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں اسلام کو عملی طور پر نافذ کرکے مذہب کے حوالے سے تمام ابہام دور کردئے تھے۔ لیکن جب شیعہ اور سننی سلطنتیں وجود میں آئیں تو دونوں مسالک کے درمیان تنازعہ شدت اختیار کر گیا دونوں مصر تھے کہ وہ درست راستے پر ہیں اور دوسرے راہ راست سے بھٹک چکے ہیں ۔ اس شدت امیز رویے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوسرے کو غلط ثابت کر پوری مسلم دنیا پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ اسلام میں مذہبی پیشوا کا کردار اسی وقت شروع ہوا جب حکمرانوں نے مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ مغربی تجزیہ کاروں کے مطابق روحانیت کی جڑیں قدیم ایران میں ملتی ہیں ۔ یہ محمد کے زمانے میں بھی موجود تھی ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روحانیت قرآن مجید سے شروع ہوئی ۔ عرفان محمد سے شروع ہوا اور علی کے ذریعے پھیل گیا۔ لیکن ، ابتدائی اسلام میں تصوف کی موجودہ شکل کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ملتا۔ محمد اور انکے ساتھی انتہائی با عمل لوگ تھے

سلسے تیرہویں صدی میں نمودار ہوئے ۔ اور مخصوص بھائی چارے کا تصور، طریقت کے قیام کے بعد سامنے آیا۔ پہلا طریقہ سہروردی 1230 میں بغداد میں شروع ہوا ، پھر دیگر سلسلے سکندریہ، ہندوستان اور وسطی ایشا میں بھی دیگر سلسلے پھیلے۔[170] کئی تجزیہ کار کہتے ہیں کہ ان سلسلوں نے اسلام کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ۔ انہوں نے لوگوں پر انفرادی محنت کر کے اخلاقی برائیوں کا خاتمہ کیا اور اسلامی معاشرے کی طرز پر ایک معاشرے کی بنیاد رکھی۔ تاہم کچھ کے خیال میں بزرگوں کی وفات کے بعد کئی سلسلے سیاسی ہوگئے اور مذہب کمائی کا دھندہ بن گیا۔ کچھ لوگ محی الدین اعرابی کو اسلام میں تقسیم کا باعث گردانتے ہیں ۔ انکی فلسفیانہ عقائد نے عام انسان کو الجھا دیا اور وہ سادہ دین چھوڑ کر توہم پرستی اور کئی تو شرک کے راستے پر گامزن ہوگئے۔ مسلم دنیا میں سرکاری مولوی کا تصور اسوقت آیا جب بغداد کے بادشاہ نظام الملک

---

[170](Robinson, Francis page 41)

نے 1067 میں پہلا سرکاری مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ سلجوک دور حکومت میں یہ مدرسے ایران اور اس سے آگے پھیل گئے۔ نماز پڑھانا ، خطبہ دینا ، قرآن کی تعلیم اور فتوی جاری کرنا باقاعدہ ایک پیشہ بن گیا۔ گیارھویں صدی کے بعد جب مدرسے پھیلے تو علما نے ان میں ملازمتیں شروع ہو گئیں۔ لیکن باد شاہوں اور دوسرے امرا کے ملازم ہونے کی وجہ سے عوام انہیں حقارت سے ہی دیکھتے تھے۔ برصغیر میں اسلام کے ساتھ سب سے مہلک تجربہ مغل بادشاہ اکبر نے دین الہی بنا کر کیا۔ یہ وہی دین تھا جو دو ہزار سال قبل از مسیح میں یہودیوں کے دیس میں پھیلا۔ ان کا دین اسلام، عیسائیت ، اور ہندوازم کا ملغوبہ تھا ۔ اس دین بنانے کا مقصد سیاسی استحکام تھا وہ ہندو مسلمان اور عیسائی رعایا پر اپنی گرفت رکھنا چاہتے تھے ان کے اس دین سے سادہ لوح مسلمانوں میں ہندووں اور دوسرے مذاہب کے عقائد جڑ پکڑ گئے کیونکہ وہ انہی مذاہب سے تبدیل ہوکر مسلمان ہوئے تھے

اکبر اعظم کے بعد مسلمانوں کی قحط الرجالی کا نقشہ حکومت برطانیہ کے سرکاری دیوانوں میں ملتا ہے۔ انیسویں صدی کے پنجاب گیزیٹرز بتاتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر کے بعد مسلمانوں میں ہندو اور سکھوں کی طرح توہمات پیدا ہو گئیں[171]۔ اور مزارات مقبول عبادت گاہیں بن گئیں۔ پیروں کو معاشرے میں ایک اہم مقام حاصل ہوگیا۔ خانقاہیں مرکزی حیثیت اختیار کر گئیں ۔ لوگ عمل کی بجائے منتوں اور نذر پر زیادہ انحصار کرنے لگے۔ مسلمان اور ہندووں کی شادی، فوتگی اور پیدائش کی رسمیں ایک جیسی اور توہمات سے بھرپور تھیں[172]۔ ہندوں کی طرح رسموں پر پیسہ ضائع کرنے کے باعث مسلمان بھاری قرضوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ کسی نئے ہنر کو سیکھنا نہیں چاہتے تھے اور محنت کم کرتے اور توہم پرستی پر زیادہ یقین کرنے کے باعث وہ کسی بھی دوسری قوم سے معاشی طور پر بہت پیچھے تھے۔ تاہم ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایسے لوگ موجود تھے جو برطانوی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے رہتے تھے ۔ تمام تر توہم پرستی کے باوجود ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں ان مجاہدین کے لئے نرم گوشہ موجود تھا۔ ہندوستانی سرکاری ملازم سر ولیم ولسن ہنٹر جو ہندوستان کے شاہی دیوان مرتب کرنے کے حوالے سے مشہور ہیں اپنی کتاب انڈین مسلمان میں لکھتے ہیں کہ

[171](The Gazette of India, 1891-92 page 60-63)
[172](The Gazette of India, 1914 page 39-49)

مسلمانوں کو پختہ یقین تھا کہ اگر وہ اس ملک میں مرے جس پر کافر
حکومت ہو تو انکو تکلیف دہ موت کا سامنا کرنا پڑے گا اوروہ قیامت
کے روز دوزخ میں ڈالے جائیں گے[173]۔
تاہم یہ مغربی نکتہ نظر ہے ۔ مغربی معاشرے میں میں تو کئی
یہودی اور عیسائی مذہبی رسومات بھی توہم پرستی کے زمرے میں
آتی ہیں۔

یہودی - مسلم تنازعہ کی ابتدا

محمد کی مدینہ ہجرت پر کئی لوگوں نے خوشیاں منائیں لیکن کچھ
ایسے بھی تھے جو محمد اور انکے مذہب سے خوش نہ تھے۔ یہودی
ناخوش ہونے والوں میں پیش پیش تھے۔ یثرب کی بڑی آبادی یہودیوں
پر مشتمل تھی ۔ بیس سے زائد یہودی قبائل آباد تھے لیکن مستند
[174]یہودی قبیلے تین ہی تھے ۔ بنو نادر ،بنو قریضہ اور بنو قینوقہ۔
قینوقہ پیشے کے اعتبار سے سنار یا اسلحہ ساز تھے۔ قریضہ اور
نادر مدینہ کے جنوب میں واقع انتہائی امیر ترین اراضی کے مالک تھے۔
مدینہ کے یہودی قبائل کے پاس انسٹھ قلعے تھے۔ ان مضبوط اور
کشادہ قلعوں میں اسکول اور عبادت خانے اور کونسل ہال تھے۔[175]
کچھ قلعے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر
سمجھے جاتے تھے۔ ان قلعوں میں بیس ہزار کے قریب جنگجو رہتے
تھے۔یہودیوں کے مقابلے میں عربوں کے پاس محض تیرہ قلعے تھے۔
یثرب سے نوے میل کے فاصلے پر یہودیوں کی دوسری سب سے اہم
آبادی خیبر تھی۔ وہاں یہودی انگور ، سبزیاں ، اور اناج کاشت کرتے
اور بھیڑ ، مویشی ، اونٹ ، گھوڑے اور گدھے پالتے تھے۔ ان کے پاس
کھجور کے بھی باغات تھے۔ خیبر کے لوگ عرب ، شام اور عراق کے
درمیان سفر کرنے والے قافلوں سے تجارت کرتے تھے۔
کچھ یہودی جنگی آلات بھی تیار کرتے تھے۔ یہودی سازش کر کے
قبیلوں کو لڑوانے کے حوالے سے کافی بدنام تھے ۔ لیکن قبیلوں کی
لڑائی سے وہ کماتے خوب تھے۔ جب قبیلے لڑتے تو ان سے اسلحہ
خریدتے ۔ ان سے سود پر رقم لیتے اور یہودیوں کی چاندی ہوجاتی۔
یہودیوں کو تجارت اور پیسے کمانے کا فن آتا تھا۔ اناج ، کھجور ،
شراب ، اورکپڑے کی تجارت میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ یثرب میں

---
[173](Hunter, W. W. page 77)
[174](Watt page 193)
[175](Ahmad, Barakat page 104)

یہودیوں کی کل آبادی چھتیس سے بیالیس ہزار نفوس کے درمیان تھی۔[176] یہودی عرب کے مقامی نہیں تھے بلکہ کسی دور میں یروشلم سے ہجرت کرکے آئے تھے۔

بہت سی روایات موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ ساتویں صدی کے دوران یہودی سرزمین عرب سے کسی نبی کے منتظر تھے۔ محمد کی ولادت کے بعد ، ایک یہودی نے نوزائیدہ کو دیکھا ، اور بچے کی پیٹھ پر مہر بنوت دیکھ کر بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو رویا کہ نبوت اسرائیلیوں سے چلی گئی ۔۔۔ یہ محض اتفاق تھا کہ محمد جب مدینہ پہونچے تو انہیں ایک یہودی نے ہی دیکھا اور انکی امد کا اعلان کیا۔ محمد کی تبلیغ پر کچھ یہودیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ایک یہودی تو اسلام کے اتنے شیدائی ہوگئے کہ سبت کے دن مسلمانوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکل کھڑا ہوئے ۔ جنگ احد سبت کے دن لڑی گئی تھی۔یہودی سبت کے جنگ نہیں کرتے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے شہادت کی صورت میں اپنا مال بھی مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ وہ جنگ کے دوران شہید ہوگئے ۔ اور محمد نے انکا مال خیرات کردیا[177]۔ ایک اور یہودی ربیع عبد اللہ بن سلام نے اسلام قبول کیا ، لیکن مکمل جانچ پڑتال کے بعد سلام پھل جمع کررہے تھے جب انہیں علم ہوا کہ محمد کی مدینہ منورہ آمد ہے۔ وہ سیدھے نبی کے پاس آئے اور تین سوالات پوچھے قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی، اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا اور بچے کی شکل کیوں ماں یا باپ پر جاتی ہے؟

محمد نے جواب دیا کہ مجھے ابھی ابھی جبرائیل نے بتایا ہے کہ قیامت کی پہلی علامت آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب اکٹھا کرے گی۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا لطیف حصہ ہوگا۔ جنسی عمل کے دوران اگر مرد پہلے فارغ ہوگیا تو بچہ باپ پر ہوگا اور ماں پہلے ہوئی تو بچہ ماں پر ہوگا[178]۔ اس جواب کو سن کر عبداللہ بن سلام ایمان لے آئے اور کہا کہ ان سوالوں کے جواب ایک نبی ہی دے سکتا ہے۔ ابتدائی دنوں میں ، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دستور مدینہ پر دستخط کرکے مسلمانوں کے اتحادی بن گئے تھے۔

دستور مدینہ کے نام سے جانا جانے والی معاہدے یہودیوں کو مکمل آزادی دیتا تھا کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق جس طرح چاہیں زندگی گزاریں۔ لیکن مسلم یہودی اتحاد قلیل المدت ثابت ہوا۔ کچھ

[176](Ahmad, Muhammad and the Jews, A re-examination page 43)
[177](The Life of Muhammad: A Translation of Ibn Ishaq's Sirat Rasul Allah page 241)
[178](Sahih al-Bukhari 3329, Vol. 4, Book 55, Hadith 546)

مہینوں تک یہودی کی اپنے نئے اتحادیوں کے ساتھ ہم آہنگی رہی
لیکن جیسے ہی نیا مذہب مقبول ہوتا گیا ، اختلافات ظاہر ہونا
شروع ہوگئے۔ کئی غیر مسلموں نے اسلام کی کامیابی کو خدا کا
حاجرہ اور انکے بیٹے اسماعیل سے کئے ہوئے وعدے کی تکمیل سمجھا۔
لیکن کچھ لوگوں نے اسے یکسر مختلف انداز میں دیکھا انکا کہنا تھا کہ
خدا نے اسعیل سے سیاسی اور عسکری کامیابی کا وعدہ کیا تھا اور
کسی نبی کی آمد کے متعلق نہیں تھا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ مقدس
کتابوں کے مطابق نبی کا یہودی النسل ہونا لازمی تھا اور نیا پیغمبر
داود کی نسل میں سے ہی ہونا چاہئے ۔[179]
بہت سے یہودیوں نے اسلام اور عیسائیت کو ابھرتی اور گرتی ہوئی
سلطنتوں کے روپ میں دیکھا ، دانیال کی کتاب کے مطابق قیامت سے
پہلے کئی حکومتیں آئیں گی اور جائیں گی ۔ یہودیوں نے کہنا شروع
کردی کہ محمد نبی کی یہودی روائتوں پر پورا نہیں اترتے اور قرآن
ایک گھڑی ہوئی کتاب ہے۔
ایک بار جب انہوں نے محمد کو مسترد کر دیا تو پھراپنے فیصلے کو
درست ثابت کرنے کے لئے اسلام پر کڑی تنقید شروع کردی۔ وہ
مسلمانوں کے لئے مستقل درد سر بن گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو بے
معنی سوالات سے پریشان کیا ، انکے خلاف اشتعال انگیز تقریریں اور
کردار کشی پر مبنی شاعری کر کے انہیں اشتعال دلوایا۔ محمد کو
شدید حیرت ہوئی جب یہودیوں نے انہیں ضرورت کے لئے قرض دینے
سے انکارکردیا اور سود پر رقم فراہم کرنے کی پیشکش کی۔ محمد کے
لئے مسلمان اور یہودی اہل کتاب تھے ، اہل کتاب ہونے کے ناطے
یہودیوں کو مسلمانوں کی مدد کرنی چاہئے تھی نہ کہ سود مانگتے۔
اس طرح سود کا تقاضا مسلمانوں اور یہودیوں میں تنازعے کی ایک
وجہ بنا[180]۔ مدینے آمد کے بعد محمد اور انکے ساتھی ایک نئی زندگی کا
آغاز کر رہے تھے ، انہیں اپنی رہائش کے لئے گھر تعمیر کرنا تھے ،اور
زریعے معاش کے لئے تگ و دو کرنا تھی۔ انہیں نئے ماحول سے بھی
مانوس ہونا تھا۔ مدینے کا موسم مکے سے مختلف تھا اور اس میں
شدت تھی۔ گرمیوں میں دن کے وقت سورج آگ اگلتا تھا لیکن شامیں
ٹھنڈی اور کبھی تو سرد ہوجاتیں[181]۔ سردیوں میں شدید ٹھنڈ ہوتی ،
خاص طورپر بارش کے بعد۔ اور گرمیوں میں تو بارشیں ہوتی ہی
رہتی تھیں۔ نکاسی نہ ہونے کی وجہ سے پانی ارد گرد کے نشیبی

---
[179](Ben-Shammai, Haggai page 3-40)
[180](Watt, Muhammad at Madina page 297)
[181](W. Muir page 15)

علاقوں میں جمع ہوجاتا اور تالاب بن جاتے ، سورج کی حدت سے ان
تالابوں سے بخارات بلند ہوتے اور وبا پھوٹ پڑتی۔ پہلے لوگوں کو بکار
ہوتا پھر ٹانگوں اور پیٹ پر پھوڑے نکل آتے جو کئی دفعہ جان لیوا ثابت
ہوتے۔ محمد کے ساتھیوں کو مکے کے گرم موسم کی عادت تھی ۔
مدینے کے موسم کی وجہ سے کئی بیمار پڑ گئے۔ مسلمان ایک مشکل
دور سے گزر رہے تھے اور یہودی انکی تکلیف میں مسلسل اضافہ کر
رہے تھے یہودیوں کی مسلمانوں کو تسلیم نہ کرنے کی سیاسی اور
مذہبی دونوں وجوہات تھیں اگر وہ تسلیم کر لیتے کہ محمد خدا سے
پیغام وصول کرتے ہیں اور خدا کے نبی ہیں تو انکا دعوی کہ وہ
منتخب قوم ہیں اور خدا فقط انہی سے بات کرتا تھا غلط ثابت
ہوجاتا۔ قرآن کی یہودیوں کے متعلق سخت آیات سے وہ اسلام سے
مزید متنفر ہو گئے۔یہ آیات انکے منتخب قوم کے دعوی کی تردید کرتی
تھیں۔ [182] وہ مسلمانوں اور قرآن کے اس الزام پر بھی سخت سیخ پا
ہوئے کہ انہوں نے اپنی مقدس کتابوں میں ردو بدل کیا ہے۔ انکی
مخالفت سے مدینے کی سیاسی اور سماجی ترقی جس کا محمد نے
بیڑہ اٹھایا تھا شدید متاثر ہورہی تھی کیونکہ انکو عددی برتری حاصل
تھی اور انکے تمام مقامی قبائیل سے انتہائی قریبی تعلقات تھے ۔ وہ
مقامی لوگوں کی غمی خوشی میں شریک ہوتے رہے تھے ۔ ان کے
شانہ بشانی جنگیں لڑیں تھیں اور انکے دفاع میں اپنا خون بہایا تھا۔
ہجت کے بعد مدینے میں مسلمانوں کے دو گروہ تھے ۔ ایک وہ جو محمد
کے ساتھ مکے سے آئے تھے انہیں مہاجر کہا جاتا تھا دوسرے مقامی لوگ
تھے جنہوں نے مسلمانوں کی دل و جان سے میزبانی کی تھی انہیں
انصار کہا جاتا تھا۔ انصار نے مہاجرین کے لئے اپنے گھروں اور دلوں کے
دروازے کھول دئے تھے۔ مسلمانوں کا ایک تیسرا گروہ بھی تھا یہ
منافقین تھے ۔اسلام کی بہ پناہ پزیرائی سے متاثر ہوکر کئی مقامی
مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن انہیں اسلام سے کوئی رغبت نہیں تھی ۔
قینوقہ قبیلے کے سردار عبداللہ بن سلام کو اسلام قبول کرتا دیکھ کر
کئی یہودی بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے لیکن یہودیوں نے جب ان پر
تنقید کی تو وہ عبداللہ بن اوبئہ کے ساتھ مل گئے ۔ اوبئہ خارجیوں
کے سرغنہ تھے اور مدینے کے طاقتور ترین آدمی شمار ہوتے تھے۔ وہ
قینوقہ قبیلے کے اتحادی تھے جو یہودیوں کاایک بڑا قبیلہ تھا۔ اوبئہ کی
مدینے میں بہت عزت تھی ۔ ہجرت کے بعد انکی اہمیت میں نمایاں
کمی ہوئی۔ وہ محمد کی بڑھتی مقبولیت سے اس قدر خوفزدہ تھے

[182](Watt, Muhammad At Medina page 219)

کہ انہوں نے کئی بار سازش کی۔ ایک بار انہوں نے مہاجرین اور انصار میں جھگڑا کروادیا جسے محمد نے بڑی دانش مندی سے ختم کیا۔ عبداللہ نے اسوقت بڑی افواہیں پھیلائیں جب محمد کی زوجہ عائشہ ایک سفر میں پیچھے رہ گئیں[183]۔ عبداللہ نے جنگ احد کے نازک موقع پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور مسلم فوج میں سے اپنے سارے لوگ نکال لئے ٹھیک اس وقت جب محمد اور انکے حامیوں کا دشمن سے معرکہ ہونے کو تھا[184]۔ کچھ ماہرین کے خیال میں یہودی مسلم تعلقات اسوقت بگڑنا شروع ہوئے جب مسلمانوں نے اپنا قبلہ مسجد اقصی سے کعبہ کی طرف منتقل کیا ۔ لیکن اس بات میں زیادہ وزن ثابت نہیں ہوتا۔

کئی مغربی ماہرین کے مطابق محمد نے کبھی یہودیوں کو نہیں کہا کہ وہ اپنا مذہب ترک کردیں یا انہیں نبی تسلیم کریں ، ان کا یہودیو ں سے معاہدہ کرنے کا مقصد محض امن کا قیام تھا[185]۔

یہودیوں کی مسلمان دشمنی کی ایک بڑی وجہ جو اکثر نظر انداز ہوجاتی ہے۔ وہ انکی بت پرستی تھی۔ پڑوسی ریاستوں میں محمد کے زمانے میں لکھے گئے صحیفوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ محمد نے عرب میں ایک خدا کی عبادت کے قدیم تصور کو زندہ کیا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ محمد سے یہودیوں کی ناراضگی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ بتوں کو برا کہتے تھے بلکہ ان کچھ ساتھیوں نے تو مختلف علاقوں میں جاکر بت توڑے بھی۔ مدینے کے یہودی نام کے ہی یہودی تھے ۔ انہوں نے عرب میں رہتے ہوئے مقامی طور طریقے اپنا لئے تھے۔ وہ عربی نام رکھتے تھے ۔ اور عربوں سے ہی شادیاں کرتے ۔ ہجرت کے وقت ، مدینے میں بت پرستی عروج پر تھی ۔ بتوں کی انفرادی اور اجتماعی پرستش کی جاتی تھی۔ قبیلے کے بزرگوں نے بتوں کے لئے کمرے مختص کئے ہوئے تھے ۔ تیرے بڑے بت تھے جن کی پرستش کی جاتی ۔ انکے قربانیاں کی جاتیں اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ۔ کعبے کے اندر بھی بت موجود تھے ۔ ایسے ہی دو دیوتا ایساف اور نائیلہ تھے ۔ یہ دونوں یمن کے تھے اور ایک دوسرے محبت کرتے تھے

یہ کعبے کی زیارت پر آئے تو جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور کعبے کے احاطے میں یا کمرے کے اندر جنسی عمل میں مصروف ہوگئے ۔ یہ دونون اسی وقت پتھر کے ہو گئے ۔ اہل مکہ بجائے اس کے کہ انہیں

---

[183](H. S. Williams, The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids. Vol. VIII. page 123)
[184](Watt, Muhammad at Madina page 22)
[185](Watt, Muhammad at Madina page 200)

دیکھ کر عبرت پکڑتے ۔ انکو دیوتاؤوں کے رتبے پر فائز کردیا اور انہیں
کعبے کے اندر رکھ کر پوجنے لگے[186]۔ جب مسلمان مدینے ہجرت کر
گئے تو انہوں نے بتوں کو توڑنا شروع کردیا ۔ اس سے یہودی بدزن
ہوئے ۔ اس طرح یہودیوں کی مسلمانوں سے دشمنی کی بنیادی وجہ
سود ، اور بت پرستی تھی۔

یہودیوں کی بدعہدی

جلد ہی یہودی جارحیت دشمنی میں تبدیل ہوگئی ۔ اور انہوں نے
محمد کے ساتھ کیا جانے والا معاہدہ توڑ دیا۔ آئینِ مدینہ انھیں پابند
کرتا تھا کہ وہ محمد یا ان کے ساتھیوں کے خلاف کسی کی مدد نہ
کریں۔ اور مسلمانوں پر حملے کی صورت میں وہ ان کا ساتھ دیں۔
جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہودیوں کی قریش میں قربت داری
تھی، جب جنگ بدر میں قریش کے کئی لوگ مارے گئے تو یہودی انتقام
پر اتر آئے ہجرت کے دوسرے سال میں یہودی اور مسلمانوں کی
مابین کئی نا اتفاقیاں ہوئیں تاہم یہودی قبیلے بنو قینوقہ نے سب سے
پہلے آئین مدینہ کو پامال کیا۔ تنازعہ اسوقت شدت اختیار کر گیا جب
ایک یہودی نے ایک مسلمان عورت کے ساتھ شرارت کی اور جواب میں
ایک مسلمان نےاس کو قتل کردیا۔ مسلم خاتون بنو قینوقۃ کے ایک
بازار میں سنار کی دوکان پر گئی تھی ۔ جب وہ دوکان پر بیٹھی ہوئی
تھی ایک یہودی نے اس کی قمیض کو اس طرح بل دیا کہ جب وہ
اٹھی تو اسکے جسم کا کافی حصہ ظاہر ہوگیا ۔ اس پر لوگ ہنسے ۔
اس وقت ایک مسلمان بازار میں موجود تھا ۔ اسے خاتون کی بے عزتی
مسلمانوں کی توہین لگی اور اس نے اشتعال میں آکر اسی وقت
شرارت کرنے والے یہودی کو قتل کردیا[187]۔ موقع پر موجود اس کے
ساتھیوں نے جوابی کاروائی کی اور اس مسلمان کو ہلاک کردیا۔
اس واقعۃ کے بعد یہودی اپنے قلعوں کی جانب کوچ کر گئے۔ جب یہ
خبر مسلمانوں تک پہونچی تو قبائیلی رسم و رواج کے مطابق ان کے
لئے یہ کسی اتحادی کا ایک سنگین جرم تھا۔محمد ابھی اس واقعے پر
غور کر رہے تھے کہ قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی ۔ اس آئت کی
روشنی میں محمد اور انکے ساتھیوں نے قبیلے کا گھیراو کرلیا۔ پندرہ
دن کے محاصرے کے بعد یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ عرب رسم و رواج

[186](ibn-Al-Kalbi, Hisham page 7)

[187](The History Of Al-Tabari Volume Vii The Foundation Of The Community, page xxviii)

میں معاہدہ توڑنے کی سزا مردوں کی موت اور عورتوں کی غلامی
تھا ۔ لیکن عبداللہ بن اوبئے کے پرزور اصرار پر
محمد نے انہیں سزا تو نہ دی لیکن علاقہ بدر کردیا[188]۔ ان کو مہلت
دی گئی کہ وہ تین روز کے اندر اپنا مال اکٹھا کرلیں۔ انہیں اپنا اسلحہ
اور اسلحہ بنانے کے اوزار ساتھ لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ بنو قینوقہ
کے بعد بنو النادر نے بھی عہد کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے محمد
کو قتل کرنے کی کوشش کی جب وہ ایک خون بہا کے سلسلے میں ان
کے حصے آنے والی رقم کا تقاضا کرنے انکے علاقے میں گئے تھے۔ بنو
نادر نے عرب روایات کے مطابق مہمانوں کا استقبال کیا ، لیکن جس
وقت وہ مہمانوں کو بٹھا کر انکے کھانے کا انتظام کر نے گئے اسوقت
انہوں نے منصوبہ بنایا کہ چھت سے ایک پتھرپھینک کر محمد کو قتل
کردیا جائے۔ جبرائیل کے خبردار کرنے پر محمد خاموشی سے مدینے
واپس چلے گئے ۔ ان کو قتل کرنے کی کوشش معاہدے کی بڑی
خلاف ورزی تھی۔ اس کی پاداش میں مسلمانوں نے یہودیوں کو دس
دن کے اندر دس دن کے اندر مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا ، انہیں بتایا گیا
کہ وہ کھجور وں کے باغات کے مالک رہیں گے تاہم انہیں پیداوار کا
کچھ حصہ ملے گا۔ یہودیوں نے مسلمانوں کے اس فیصلے کو مسترد
کردیا ۔جواب میں انکا گھیراو کر لیا گیا ۔ پندرہ دن کے محاصرے کے
بعد بنو النادر نے ہتھیار ڈال دئے اور مسلمانوں کے فیصلے پر مدینہ
چھوڑنے پر راضی ہوگئے ۔ لیکن اب دیر ہوچکی تھی۔ وہ اب مفتوح
تھے ۔ مسلمانوں نے ہتھیار لے کر انہیں پھر بھی جانے دیا ۔ وہ چھ سو
اونٹوں کے قافلے کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوگئے جہاں ان کی
جائیدادیں تھیں[189]۔ مدینے سے جانے کے بعد بنو النادر کی مسلم دشمنی
بڑھ گئی اور وہ انکے خلاف سازش بننے لگے۔ النادر نے قریش اور
دوسرے عرب قبائل کے ساتھ اتحاد کیا اور دس ہزار کی فوج کے ساتھ
مدینے پر چڑھائی کردی۔[190]
حملے کی اطلاع بروقت مدینے پہنچ گئی اور تیاریاں شروع ہوگئیں۔
مشاورت کے دوران سلمان فارسی نے دفاعی حکمت عملی کے طور پر
خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ محمد کو یہ تجویز پسند آئی۔ مدینے کے
پتھریلے مکانات کافی دور تک ایک سیدھ میں تھے لیکن کئی جگہوں پر
خالی جگہیں بھی تھیں۔ ان جگہوں پر پتھروں کی بھرائی کی
ضرورت تھی

[188](The History Of Al-Tabari Volume Vii page 86)
[189](Watt, Muhammad at Madina page 211)
[190](Fishbein)

مردوں نے دن رات کھدائی شروع کردی ۔ وہ اپنی پیٹھ پر مٹی اور پتھر ڈھوتے رہے ۔ محمد ہمہ وقت ان کے شانہ بشانہ رہے ۔ خوراک کی قلت ہوئی تو محمد نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ پیٹ پر پتھر باندھے۔ ان کے ہاتھ کام میں جتے ہوتے اور زبان خدا کو پکارنے میں مصروف ۔ اے اللہ تیرے بغیر ہم نہ ہدایت پاتے ، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ تو اے اللہ ہم پر اطمینان (سکینہ)۔ نازل فرمائے ہم پر وہ ، (دشمن قبیلوں کے سردار) لشکر کشی   کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہمیں ڈرانا چاہتے ہیں اور ہم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تو ہم ڈٹے رہیں گے بھاگے گے نہیں۔ آخری جملے کے ساتھ محمد کی آواز بلند ہوجاتی۔[191]

ا نہی کھدائیوں کے دوران ایک ایسا واقعہ ہوا جس کی باز گشت دیر تک سنائی دیتی رہی۔ ایک روز تمام لوگ ٹولیوں کی شکل میں کام میں مشغول تھے ۔ایک ٹولی   عمر بن. عوف ، سلمان ، حزیفاہ ، نعمان ، المزانی اور چھ انصار کی بھی تھی۔ جو اپنے دئے گئے علاقے میں کھدائی کر رہے تھے۔کھدائی کے دوران ایک چٹان نکل آئی جو کسی طور بھی ٹوٹ نہیں رہی تھی[192]۔تمام لوگ جب کوشش کر چکے تو سلمان نے جاکر محمد کو مطلع کیا اور ان سے اجازت چاہی کہ پتھر کے مقام سے کھدائی کی جگہ تبدیل کرلیں۔ محمد جگہ کا معائنہ کرنے کے لئے خندق میں اتر گئے۔ ان کو آتا دیکھ کر سلمان کے ساتھیوں نے جگہ بنائی۔ محمد نے سلیمان سے کدال لی اور پتھر پر پوری قوت سے ماری ۔ کدال چٹان سے ٹکرائی تو اس میں دراڑ پڑ گئی لیکن ا س سے ایک عجیب سی روشنی نکلی۔ یہ وہ چنگاری نہیں تھی جو دھات اور پتھر کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔بلکہ یہ ایک خالص اور تیز روشنی تھی۔جس سے مدینے کے اطراف کے کالے پہاڑ منور ہوگئے۔ سلمان نے اس طرح کی روشنی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔   یہ کوئی خواب یا وہم بھی نہیں تھا کیونکہ سلمان کے ساتھ ساتھ انکے ساتھیوں نے بھی اسے دیکھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ محمد نے اللہ اکبر کا ایک زوردار نعرہ بلند کیا۔ ان کے نعرے کا جواب ان کے تمام ساتھیوں نے بآواز بلند دیا۔ اب محمد نے پتھر پر دوسری ضرب لگائی اس بار بھی وہی روشنی نکلی اور اسکو دیکھ کر محمد نے نعرہ بلند کیا جس کے جواب میں ان کے ساتھیوں نے بھی ان کے کلمات دھرائے۔ جب محمد نے تیسری بار پتھر پر ضرب لگائی تو وہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ اسی طرح کی روشنی پھر پھوٹی اور مدینے کے پہاڑ ایک بار پھر روشن ہوگئے۔ سلمان سکتے کی سی کیفیت میں تھے ۔ جو

---

[191](Sahih al-Bukhari 7236 Vol. 9, Book 90, Hadith 342)

[192](The History of al-Tabari The Victory of Islam Volume VIII, page 11)

کچھ ان□وں ن□ دیکھا و□ ان جیس□ عملی آدمی ک□ لئ□ ب□ت □ی
غیرمعمولی تھا□ اس حیرانگی کی وج□ و□ سخت چٹان ن□یں تھی جو
انکی ٹولی کی کوشش ک□ باجود اپنی جگ□ س□ ن□ □لی لیکن محمد ک□
□اتھوں میں موم بن گئی بلک□ و□ اس روشنی ک□ بار□ میں سوچ ر□□
تھ□□
جب محمد ن□ 40 فٹ گ□ری کھائی س□ با□ر آن□ ک□ لئ□ مدد چا□ی تو
سلمان اپنی کیفیت س□ با□ر آئ□□ "آج میں ن□ ایک ایسی چیز دیکھی □□
جو پ□ل□ کبھی ن□یں دیکھی" ، ان□وں ن□ محمد س□ ک□ا □ "تم ن□ کیا
دیکھا سلمان" محمدجات□ □وئ□ انکی طرف پلٹ□□ آپ ن□ جب پتھر پر
ضرب لگائی □ □م ن□پتھر س□ ایک روشنی نکلتی دیکھی ، جو ل□روں
کی طرح تھی□ پھر □م ن□ آپکا نعر□ سنا اور □م بھی پکار اٹھ□ □ الل□
سب س□ بڑا □□، سلیمان ن□ بتایا □"جب میں ن□ پ□لی ضرب لگائی ، اور
تم ن□ روشنی دیکھی میں ن□ دیکھا ک□ اس روشنی س□ حرا اور مدین□
ک□ درمیان علاق□ روشن □و گئ□ □یں ، اسوقت جبرائیل ن□ مجھ□ بتایا
ک□ آپکی قوم ان علاقوں کو فتح کر□ گی □ جن تم ن□ دوسری بار
روشنی دیکھی میں ن□ □لک□ رنگ ک□ لوگ دیکھ□ جو بازنطینی علاقوں
میں تھ□ ، جبرائیل ن□ مجھ□ بتایا ک□ میری قوم ان پر فاتح □وگی□ تم
ن□ جب تیسری بار روشنی دیکھی میں ن□ دیکھا ک□ صنعا ء ک□ علاق□
روشن □و گئ□ □یں □ جبرائیل ن□ بتایا ک□ آپکی قوم ان کو بھی فتح کر□
گی"، محمد ن□ انھیں بتایا [193]□ اور ان سب س□ ن□ بڑ□ غور س□ سنا □
راتوں میں محمد کو نور کی دعا مانگت□ تو و□ کئی بار دیکھ چک□ تھ□□
محمد اکثر دعا کرت□ ، "ا□ رب مجھ□ روشنی عطا فرما ، دل میں ،
سماعت میں، نظر میں ، دائیں اور بائیں ، سامن□ اور پیچھ□ ، اور اس
روشنی میں اضاف□ فرما "□سالوں بعد جب عمر اور عثمان ک□ دور
میں مسلم سپا□ ن□ بڑ□ ش□روں کو فتح کرنا شروع کیا تو ابو □ریر□
ک□ا کرت□ تھ□ "جو چا□□ فتح کرلو □ لیکن تم ن□ کچھ فتح ن□یں کیا ک□
ان ش□روں کی کنجیاں تو محمد پ□ل□ □ی تم□یں د□ گئ□ تھ□"□
جب تک مسلمانوں ن□ خندق کی کھدائی مکمل کی دشمن بھی مدین□
پ□نچ گئ□ □ خندق کی وج□ س□ و□ ش□ر س□ با□ر □ی خیم□ زن □و
گئ□ □ سرد موسم ن□ اب ان□یں پریشان کرنا شروع کردیا □ تیز □وا ک□
باعث انک□ خیم□ اڑ جات□ اور کھانا پکان□ ک□ لئ□ آگ ن□ جلائی جاتی □
ان□وں ن□ خندق پھلانگ کر ش□ر میں داخل □ون□ کی کوشش کی لیکن
محمد ک□ ساتھیوں ن□ مزاحمت کر ک□ انکی □ر کوشش ناکام بنا دی□

[193](al-Tabari, victory of Islam Volume 8, page 12)

گھوڑوں کے لئے گھاس کی دستیابی بھی ایک مسئلہ تھا ۔ شائد یہ محمد کی دور اندیشی تھی کہ انکی آمد کا سن کر انہوں نے تمام فصل کٹوا دی تھی۔ کوئی تین ہفتے کے محاصرے کے بعد قریش مکہ اور انکے اتحادی مایوس ہو گئے۔ ابو سفیان کھڑے ہو ئے اور کہنے لگے کہ وہ طویل محاصرے اور موسم کی سختی سے تنگ آگئے ہیں ۔گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں ۔بنو قورایہ نے ہم سے بد عہدی کی ہے ۔ اور پھر اس ہوا کو دیکھو اس نے ہمارا کتنا نقصان کیا ہے۔ آگ ہماری جلتی نہیں ۔ خیمے ٹھہرتے نہیں ۔ میں تو چلا انہوں نے کہا اور ساتھ ہی اپنی سواری پر زین کسنے لگے ۔ پھر وہ سوار ہوئے اوربلا کسی تاخیر واپس روانہ ہوگئے۔ اس طرح محمد اور انکے ساتھیوں کے لئے مشکل ترین ثابت ہونے والا طویل گھیراؤلمحوں میں ختم ہو گیا۔ ان مسلمانوں کی باری تھی۔ معاہدہ توڑ کر مدینے کے گھیراؤ کے جرم میں مسلمانوں نے اپنے اتحادی یہودی قبیلے بنو قریضہ کا محاصرہ کرلیا ۔ دو سے تین ہفتوں کے دوران قبیلے نے ہتھیار ڈال دئے۔ زید بن معادھ کو فریقین کی رضامندی سے ثالث مقرر کیا گیا۔ انہوں نے معاہدہ توڑنے کے جرم اور مدینے پر حملہ کرنے پاداش میں قبیلے کے تمام مردوں کے قتل اور خواتین کو غلام بنانے کا فیصلہ سنایا[194]۔ بہت سے لوگوں کو بازار میں قتل کردیا گیا ۔ خواتین کو غلام بنا لیا گیا۔ اور انکے مال جائیداد کو مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کرلیا ۔مسلمانوں کے اس جوابی حملے پر مغرب بہت تنقید کرتا ہے ۔ مسلم مؤرخین قتل کئے جانے والے یہودیوں کی تعداد چار سو سے زائد بتاتے ہیں۔ کچھ کے خیال میں بنو قریضہ نے معاہدہ توڑا نہیں تھا لیکن اہل مکہ کے رابطے میں تھے ۔ انہیں قریش نے یقین دلایا تھا کہ وہ محمد اور انکے ساتھیوں کا ہر صورت خاتمہ کردیں گے۔

کچھ تاریخ دان کہتے ہیں کہ عرب میں معاہدہ توڑنا ایک ناقابل معافی جرم تھا ۔ اور اپنے اتحادی پر حملہ کرنے کو تو کوئی تصور ہی نہیں تھا ۔مسلمانوں نے اس وقت تک یہودیوں کے ساتھ سخت طرز عمل نہیں اپنایا تھا شائد اسی لئے انہوں نے مدینے پر حملہ کیا ۔ سخت سزا دینے کا مقصد دوسروں کو پیغام دینا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نرمی کو انکی کمزوری نہ سمجھیں۔ بنو قریظہ سے نمٹنے کے بعد مسلمانوں نے مدینے سے قریبا سو میل دور خیبر کا رخ کیا جہاں سازش کا تانہ بانہ بنا گیا تھا۔ محمد اور انکے چودہ سو ساتھیوں نے خیبر کے ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے قلعے کا محاصرہ کیا اور کئی روز کے محاصرے کے بعد

[194](The History of al-Tabari The Victory of Islam Volume VIII, page 34)

علی نے بڑی جوان مردی سے قلعے کا آہنی دروازہ توڑا ۔ تلوار سر پر لٹکتی دیکھ کر خیبر والوں نے مسلمانوں سے صلح کرلی اور انکو جان بخشنے کے بدلے ٹیکس ادا کرنے کی پیشکش کی ، جسے قبول کرلیا گیا۔

جنگ خندق کی وجوہات

جنگ احد کے بعد سے مدینہ اسلام کا گڑھ بن گیا تھا ۔ شام جانے کے لئے یہی راستہ تھا۔ جو مدینہ مسلمانوں کے ہاتھ میں جانے سے قریش کے لئے ممکن نہیں رہاتھا۔ شام سے تجارت ختم ہوئی تو اہل مکہ نے عراق ، بحرین اور یمن کے ساتھ تجارت بڑھا کر خسارہ پورا کرلیا ۔اب ابو سفیان کو خدشہ تھا کہ اگر اسلام مزید پھیل گیا اور مسلمان یمامہ تک پہنچ گئے تو وہ عراق اور بحرین جانے والے راستے بھی انکے پاس چلے جائیں گے جس سے اہل مکہ کی تجارت محدود ہوجائے گی۔ اہل قریش نے مل کر اسلئے مدینہ پر حملہ کیا کہ مسلمانوں کو پسپا کر کے وہ اپنے تجارتی راستے واپس حاصل کرسکیں اور مستقبل میں بھی مسلمانوں کی کسی دخل اندازی سے محفوظ ہوجائیں

مسلمانوں کی فتح یروشلم

مسلمانوں کےلئے یروشلم کی بہت اہمیت تھی ۔ تمام ابراہیمی نبیوں کو ماننے اور اس سے عقیدت رکھنے کے باعث یروشلم مسلمانوں کے لئے روحانی طور پر اہم تھا ۔
انہوں نے ابتدائی دنوں میں اس کی سمت نماز پڑھی تھی ، اور روحانی سفر کے دوران ، محمد نے وہاں نماز ادا کی
مسلم کمانڈر ابو عبیدہ اور خالد بن ولید کی فوج نے ۔ نے چار ماہ تک شہر کا محاصرہ کئے رکھا ، انکی فوج بلا ناغہ حملے کرتی ۔ایک دن ، جب خالد کسی حربہ سے قلعہ کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے تو بازنطینی ہمت ہار گئے۔
لیکن یروشلم کے بزرگ سو فرونیوس نے شرط رکھ دی کہ ہتھیار صرف خلیفہ عمر کی موجودگی میں ہتھیار ڈالیں گے۔ یہ مطالبہ مدینہ پہنچا توعلی کے مشورہ پر عمر مقدس شہرجانے کو تیار ہوگئے۔[195]

---
[195](The History of al-Tabari Volume XII The Battle of al-Qadisiyyah and the Conquest of Syria and Palestine page 188)

مغربی تاریخ دان کہتے ہیں عمر کا سفر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا ۔
مسلمانوں کا عظیم بادشاہ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا اور اسکا کل
سامان دو تھیلے اور ایک مشکیزہ تھا ۔ ایک تھیلے میں مکئی کے دانے
اور دوسرے میں کچھ پھل تھے۔ ایک پیالہ تھا جس میں شہنشاہ کھانا
کھاتا تھا [196]۔ عمر کے ساتھ جنگ یرموک میں حصہ لینے والے مسلمان
تھے ۔عمر کا مختصر قافلہ رات میں پڑاو کرتا اور علی الصبح نماز
فجر کے بعد سفر شروع کردیتا ۔ جب عمر کی روانگی کی خبر
یروشلم پہنچی تو اہل شہر نے خلیفہ کے استقبال کی تیاریاں شروع
کردیں۔ انکے لئے شاہی محل تیار کیا گیا، لیکن میزبان اس وقت
حیران رہ گئے جب عمر نے شہر میں داخل ہونے کی بجائے ایک پہاڑی
پر چلے گئے جہاں انکے ساتھیوں نے انکے لئے ایک خیمہ لگایا ہوا تھا ۔
جب یہودیوں کو پتہ چلا تو شہر کے دروازۓ کھول دئے اور دوڑے آئے ،
پہاڑی پر پہونچے تو دیکھا عمر اونٹ پر سوار ہیں ہوۓ مسلمان
خلیفہ کی زبان سے حفاظت کی ضمانت چاہتے تھے ، عمر نے انکی بات
سن کر خدا کے حضور سر جھکا لیا اور انہیں کہا کہ وہ اطمینان سے
جائیں۔ انہیں تمام حفاظت فراہم کی جائے گی۔ وہ واپس آئے تو نہوں
نے قلعہ کے دروازہ کھلے رہنے دئیے
لیکن مسلمانوں نے شہر کا رخ نہیں کیا اور رات خیموں میں ہی
گزاری۔ عمر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اگلےروز شہر میں داخل ہوئے اس
روز پیر تھا اور جمعہ تک انہوں نے شہر میں ہی قیام کیا ۔ نماز کے
وقت انہوں نے ایک یہودی ربی سے نماز کے لئے مناسب جگہ کے بارے
میں پوچھا۔ ربی انہیں ہیکل سلیمانی کے مقام پر لے گئے ۔ وہاں
اسوقت کوڑ ا کرکٹ کے ڈھیر تھے ۔ عمر نے اس کوڑے کو اٹھانا شروع
کردیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کو کہا۔ روائت ہے کہ
خلیفہ نے اس چٹان کے بارے میں دریافت کیا جسے فاؤنڈیشن سٹون یا
سنگ بنیاد کہا جاتا ہے اور اسی مقام پر مسجد کی تعمیر کا حکم دیا
۔[197]
مغربی محقق رابرٹ جی ہوائے لینڈ نے اپنی کتاب میں وہ تحریریں
جمع کی ہیں جو ہمعصر ریاستوں طلوع اسلام اور اس کے بعد لکھی
گئیں ۔ یہ ایک نادر کتاب ہے ۔ اس میں خلیفہ عمر کی فتح یروشلم کے
واقعات بھی درج ہیں اور اسلامی فتوحات پر دنیا کی بوکھلاہٹ بھی
پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ فتح یروشلم کی مختلف کتابوں میں
روایات کے مطابق رومنوں نے اسوقت مسلمانوں پر حملے کا سوچا جب

---
[196](The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids, Volume VIII page 157)
[197](Moshe, Gil page 66)

وہ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ لیکن پھر ارادہ بدل لیا ۔اور
مسلمانوں کو لبھانے کے لئے اپنی اعلیٰ ترین اشیاء سڑکوں پر رکھ
دیں ۔ جہاں سے مسلمانوں نے گزرنا تھا ۔ لیکن کسی ایک مسلمان نے
بھی ان دل موہ لینے والی چیزوں کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔
اس پر ایک رومن پادری نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکرخدا نے
تورات اور انجیل میں کیا ہے۔ انہیں کوئی گزند پہنچا سکتا جب تک
کہ یہ اسی طرح رہے ۔ یہودی یروشلم میں آباد ہونا چاہتے تھے ۔
عمر نے انکے مذہبی پیشواوں کو بلوایا اور مختلف قبائل کو سننے کے
بعد ستر خاندانوں کو مطلوبہ جگہ یعنی شہر کے جنوب میں ،
یہودی بازار کے قریب، مقدس مقام کے قریب آباد ہونے کی اجازت دے
دی۔ انہوں نے علاقہ میں نئے گھروں اور عمارتوں کی از سر نو تعمیر
کی جو کئی نسلوں سے کھنڈرات کا ڈھیر تھے۔ اس جگہ جہاں عمر نے
نماز ادا کی تھی ایک مسجد تعمیر کردی گئی عمر کے بعد ، ان کے
جانشینوں نے بھی یروشلم کے ساتھ خصوصی وابستگی جاری رکھی،
اموی خلیفہ معاویہ نے گو کہ اپنا دارالخلافہ دمشق کو بنایا لیکن
یروشلم میں بھی رہائش رکھی۔ٹمپل ماونٹ یا حرم شریف اس پورے
علاقہ کو کہتے ہیں جہاں کبھی ہیکل سلیمانی ہوا کرتا تھا ۔ جس
جگہ ایک بڑا سنہری گنبد ہے وہ جگہ ڈوم آف دی راک کہلاتی ہے۔
اسے قبہ الصخرہ کہتے ہیں۔ یہ اموی خلیفہ عبد الملک نے تعمیر
کروائی تھی اس کے بیچوں بیچ ایک بڑی چٹان ہے جہاں مسلم روائتوں
کے مطابق محمد نے سفر معراج کا آغاز کیا تھا ۔ یہودیوں کی روائت کے
مطابق زندگی کی ابتدا یہیں سے ہوئی اور اسی مٹی سے خدا نے آدم
کو تخلیق کیا ۔ یہیں ابراہیم نے بیٹے اسماعیل کو قربان کرنے کے لئے
لائے تھے ۔(یہودی اسی جگہ تیسرا مندر یا ہیکل سلیمانی کی طرز
پر ایک ہیکل تعمیر کرنا چاہتے ہیں)۔ نویں صدی تک اسلام فلسطین کا
مقبول مذہب بن چکا تھا ۔ پھر اسکے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں کے
درمیان ایک نہ ختم ہونے والی جنگ چھڑ گئی
فلسطین سے مسلمانوں کا قبضہ چھڑانے کے لئے سنہ 1096 سے
1271 کے دوران چرچ کی زیر نگرانی صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔

سنہ 1099 میں فلسطین پر صلیبیوں نے قبضہ کرلیا ۔ اور اپنا صدر
دفتر حرم شریف میں بنا لیا۔ انہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں دونوں
کے ساتھ سختی کا برتاو کیا ۔ اور انہیں احاطہ میں داخلہ کی اجازت
نہ تھی

سنہ 1187 میں صلاح الدین نے صلیبیوں کو شکست دے کر فلسطین پر قبضہ جما لیا ۔ صلاح الدین ایک مسلمان جرنیل تھے اور انکا تعلق آج کے شمالی عراق سے تھا۔ صلاح الدین کی بہادری اور رحم دلی کے باعث وہ مسلم اور عیسائی دنیا میں یکساں مقبول تھے۔ انہوں نے قبۃالصخرہ کی از سر نو تعمیر کی۔ اور یہودیوں کو یرو شلم میں بسنے کی اجازت دی ، انکے ایک مشیر موسس میمونائیڈز یہودی تھے[198]۔ جب 1193 میں انکی وفات ہوئی تو انکے پاس سے اتنی رقم بھی نہ نکلی کہ انکی آخری رسومات ادا کی جا سکیں[199]۔عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپیں جاری رہیں یہاں تک کہ سنہ 1292 میں مملوک جرنیل بیبرس نے صلیبیوں کو شہر سے نکال باہر کیا ۔ فلسطین پر 1260 سے 1516 تک مملوکوں نے حکومت کی ۔ مملوکوں کے بعد فلسطین عثمانی سلطنت میں شامل کر لیا گیا ۔ عثمانیوں نے 1453 سے 1917 تک کے اقتدار میں کئی تعمیراتی منصوبے شروع کئے۔عثمانی بادشاہ سلیمان نے یہودیوں کو یروشلم میں بسنے اور مغربی دیوار کے قریب عبادت کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے عیسائیوں کا خیرمقدم بھی کیا لیکن گرجا گھروں کی تعمیر کو محدود کردیا۔ سولہویں صدی کے وسط تک عثمانی رواداری نے یروشلم میں یہودی آبادی کو تین گنا بڑھا دیا۔ برطانیہ ، فرانس اور امریکہ کی اتحادی افواج سے شکست کے بعد فلسطین ترکوں سے برطانیہ کے پاس چلا گیا۔

نائٹ ٹیمپلرز

صلیبی جنگوں کا ذکر ہو تو نائٹ ٹیمپلرز کا ذکر بھی لازمی ہو جاتا ہے۔ نائٹ ٹیمپلرزا یک مذہبی فوج تھی ۔ ان کا کام فلسطین آنے والے زائرین کی قبائلیوں خاص کر مسلمان قبائل سے حفاظت کرنا تھا جو دوران سفر انہیں مبینہ طور پر لوٹ لیتے تھے[200]۔ لیکن مذہبی فوج ہونے کے ناطے صلیبی جنگوں میں بھی انکا خاصاکردار رہا۔نائٹ ٹیمپلرز کی شروعات اسوقت ہوئی جب لگ بھگ 1120 میں ، آٹھ یا نو فرانسیسیوں نے ہیوگز ڈی پینس کی قیادت میں خود کو زائرین کی حفاظت کے لئے وقف کرنے کا اعلان کیا ۔ یروشلم کے بادشاہ بالدوین دوئم نے انہیں رہائش کے لئے حرم شریف (ٹیمپل ماونٹ)میں جگہ دی ۔ اسی جگہ جہاں کبھی ہیکل (ٹیمپل)ہوا کرتا تھا۔ اس وجہ سے

[198](Frank, Julia Bess page 82)
[199](Newby, Percy Howard page 132)
[200](Miller, David M. O. page 48)(Campbell, G. A. page 20)

انہیں لوگ ٹیمپلرز کہنا شروع ہو گئے ۔ ٹیمپلرز جب تعداد میں بڑھ گئے تو انہیں نائٹ، سارجنٹ چیپلین اور خدمت گار کے عہدوں میں تقسیم کردیا گیا۔ چند ہی سالوں میں ٹیمپلرز شہر کے دفاع میں کلیدی حیثیت کے حامل بن گئے ۔ ہر شہر میں انکے دفاتر کھل گئے اور انہوں نے ایک ملک سے دوسرے ملک رقم کی ترسیل شروع کردی۔ اپنے عروج کے دنوں میں ٹیمپلرز کی تعداد بیس ہزار تک پہونچ گئی۔ انکے وسیع جال کی وجہ سے بادشاہ بھی انہی کے زریعے بھجوایا کرتے تھے ۔ انہوں نے خوب دولت کمائی اور اہم جائیدادیں خریدیں ۔ سنہ 1300 تک وہ ایک عظیم معاشی طاقت بن چکے تھے۔ لیکن یکدم ہو معتوب ہونا شروع ہو گئے ۔سنہ 1304 میں ان پرمذہب کی بے حرمتی کا مقدمہ شروع ہوگیا ۔ اوران پر ہم جنس پرستی اور دوسرے سنگین نوعیت کے الزامات عائد کئے گئے۔ سنہ 1307 میں بادشاہ فلپ نے فرانس میں موجود ہر ٹیمپلر کو گرفتار کر لیا ۔ بتایا جاتا ہے کہ بادشاہ،ٹیمپلرز کے خزانے پر قبضہ چاہتا تھا ، جب انہوں نے انکار کیا تو انہیں گرفتار کرکے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ۔ آخری بچنے والے گرینڈ ماسٹر جیکوئس ڈی مولے کو بھی سنہ 1314 میں زندہ جلا دیا گیا[201]۔ کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ تمام ٹیمپلرز قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ کچھ روپوش ہوگئے تھے جو بعد میں فری میسنری میں شامل ہوگئے۔[202] فری میسنز اپنی رسومات میں ٹیمپلرز کو یاد کرتے ہیں مسلمانوں سے نفرت پیدا کرنے لئے کچھ لوگ مسلمان جرنیل صلاح الدین ایوبی پر ٹیمپلرز کے قتل کی ذمہ داری ڈالتے ہیں جو تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔

عیسائیت کی تقسیم

سال 1054 میں عیسائی دنیا رومن کیتھولک اور مشرقی آرتھوڈوکس میں تقسیم ہوگئی[203]

یہ تقسیم جسے عیسائی دنیا کی سب سے بڑی تقسیم کہا جاتا ہے۔ اس وقت رونما ہوئی جب قسطنطنیہ کے سرپرست پادری مائیکل سیرو لاریس کو اٹلی کے شہر روم میں واقع عیسائی چرچ سے خارج کردیا گیا تھا۔ اس تقسیم کی وجہ روم کے چرچ اور قسطنطنیہ کے بازنطینی

[201](Barber, Malcolm)
[202](Hagger, Nicholas)
[203](Cross, Frank Leslie page 706)

چرچ کے درمیان طویل تناؤ تھا[204]۔ سولہویں صدی سے کچھ ایسے وقعات رونما ہوئے جو مذہب میں مزید تفریق کا باعث بن گئے۔ سنہ 1500 میں ، پروٹسٹنٹ اصلاحی تحریک نے عیسائیت کی ایک نئی شاخ پروٹسٹنٹ ازم کو جنم دیا۔ پروٹسٹنٹس نظریہ میں اختلاف کی وجہ سے ،رومن کیتھولک چرچ سے علیحدہ ہوئے تھے ۔ پروٹسٹینٹ کا ماننا تھا کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ تعلقات میں آزاد ہونا چاہئے اور انہیں روحانی دانشمندی حاصل کرنےکے لئے بائیبل کا مطالعہ کرنا چاہئے وہ چاہتے تھے کہ لوگ روحانی رہنمائی کے لئے کلیسا اور پادریوں پر کم سے کم انحصار کریں۔ اس تحریک نے یورپ میں طویل مذہبی جنگوں کو جنم دیا جو سولہویں ، سترہویں صدی میں لڑی گئیں شائد ان جنگوں کی تباہ کاریاں تھیں کہ سنہ 1660 کے بعد سے یورپ نے جنگ اور امن کے فیصلے مذہب کی بجائے قومی مفاد میں کرنا شروع کردئے۔[205]حکمرانوں اورکلیسا کے درمیان کشمکش کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ لادینیت کو جگہ بنانے کا موقع مل گیا ۔ چرچ کے کردار کو محدود کرنے کے لئے ، حکمرانوں نے مذہبی معاملات کو شہری امور سے علیحدہ کردیا ۔اس وقت عالمی سیاست میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہورہی تھیں ۔ عالمی طاقتوں کی کشمکش کے نتیجہ میں 1660 سے 1815 کے درمیان سپین اور نیدرلینڈ جیسی عظیم طاقتیں تنزلی کا شکار ہوکر درجہ دوئم پر آگئیں اور کچھ نئی طاقتوں نے انکی جگہ لے لی۔ فرانس، برطانیہ ، روس، آسٹریا اور پروشیا، اٹھارویں صدی کے یورپ کی بڑی طاقتیں بن گئیں

سیاسی بدعنوانیوں اور سرمایہ دارانہ نظام کی تباہ کاریوں سے بد دل ہو کر لوگ سوشل ازم یا اشتراکیت کی طرف مائل ہونے لگے۔ یورپ اور امریکہ سمیت یورپ کے کئی ملکوں میں مذہب کے خلاف ایک جنگ شروع ہو گئی ، مظاہرے ہونے لگے۔ سوشلسٹ کھلے عام کہنے لگے کہ ہو وہ خدا کو نہیں مانتے اور انکی تحریک مذہب کے خلاف ہے۔ انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں زور لگایا کہ خدا کا تصور ہی قصہ پارینہ بن جائے[206]۔ لوگوں کی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف غم و غصہ اور لادیینت کے فروغ نے روشن خیالی کے ایک نئے تصور کو جنم دیا۔ منطق اور عملیت پسندی کو بنیاد بنا کر خوشی ، شخصی آزادی ، ترقی ، برداشت ، آئینی حکومت کے اچھوتے خیالات

---

[204](Doniger, Wendy page 976)

[205](The Rise and Fall of the Great Powers Economic Change and Military Conflict from 1500 to 2000 page 73)

[206](Mereto, Jos.J. page 3)

کا پرچار کیا گیا۔ روشن خیالی یورپ میں اسقدر مقبول ہوگئی کہ اٹھارویں صدی کے یورپ کے مذہب، ثقافت ، اور علم و ادب پر اثر انداز ہونے لگی۔ روشن خیالی کو پھیلانے میں اخبارات نے اہم کردار ادا کیا۔اخبار نیو یارکر کی نو کتوبر انیس سو ایک کی تحریرملاحضہ ہو ۔"سوشل ازم اسوقت ہی منطقی لگتا ہے۔ جب وہ خدا کے وجود کا انکار کرے اور جب وہ کہے۔ کہ ہم اپنی مدد آپ کرسکتے ہیں ہمیں خدا کے وجود کی کیا ضرورت ہے۔ ترقی صرف وہ کرسکتا ہے۔ جس میں ایمان نام کی کوئی چیز نہ ہو ۔ وہ مزدور جو خدا پر یقین رکھتا ہو اسے تو سب اچھا ہی لگے گا کہ و ہ منجانب خدا ہے۔ اس کے اندر کسی انقلاب کی تحریک پیدا ہی نہیں ہو سکتی"۔ لوگوں کو مزید گمراہ کرنے کے لئے ان خفیہ تنظیموں میں جادو ،ٹونے، قبالہ، اور دوسرے مخفی علوم کی سرپرستی کی جانے لگی[207]۔ بہتر مستقبل کا جھانسے دے کر اور یہ یقین دلوا کر کہ مخفی علوم کے زریعے وہ فوری خوش حال اور دولت مند بن سکتے ہیں۔ لوگوں کا خدا پر سے یقین ہی ہٹا دیا گیا

خدا سے بغاوت کی علامتوں کو جدت اور ترقی کے نشان کے طور پر پیش کیا گیا ۔ بابل کا مینار خدا سے بغاوت کی علامت مانا جاتا ہے۔ ۔ فری میسنز نے اس ٹاور کو اپنی شناخت بنالیا[208]۔ لوگوں کے شدید احتجاج پر آخر کار انہوں نے ہیکل سلیمانی کو اپنا نشان بنا یا۔ جدید امریکہ کی تو بنیاد ہی فری میسنز نے رکھی ۔ بنجمن فرینکلن جنہیں امریکہ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ ریاست پنسلوینیا کے گرینڈ ماسٹر تھے ۔ انہوں نے ملک میں فری میسنری پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا، آج بھی فری میسنری کے آئین پر انکے دستخط دیکھے جا سکتے ہیں۔ فری میسنری برطانیہ کی ایجاد تھی ۔ اسی لئے دنیا کے طاقت ور ملکوں میں اس تنظیم کا جال بچھا کر بھی برطانیہ نے تمام کنٹرول اپنے ہی ہاتھ میں رکھا[209]۔ اس بات کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں کہ انقلاب فرانس کے پیچھے فری میسنز ہی تھے ۔ کئی دوسرے محققین کا اصرار ہے کہ رومن کیتھولک چرچ کی اخلاقی تعلیمات کو ختم کرنے کے لئے فری میسنری نے ایک سازش کے ذریعے انقلاب فرانس برپا کیا۔ انقلاب فرانس اور اس کے بعد سے ہی دنیا میں لادینیت یا مذہب سے نفرت ایک منظم انداز میں پھیلنا شروع ہوئی۔ اس بات کے شواہد بھی ہیں کہ فری میسنز کے پیچھے دراصل یہودی ہیں۔

---

[207] (Robison, John)
[208] (Macpherson, Jay page 155)
[209] (Harland-Jacobs, Jessica L.)

پروٹوکولز آف ایلڈرز آف زیان نامی کتاب اپنے وقت کی سب سے متنازعہ کتاب مانی جاتی ہے ۔ لیکن کتاب میں بیان کی گئی باتیں وقت کے ساتھ سچ ثابت ہوئیں۔ اس کتاب میں کہا گیا تھا کہ یہودیوں نے فری میسنری کے ساتھ مل کر دنیا پر حکومت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور اس پر دلجمعی سے کام کر رہے ہیں۔انکا مقصد گریٹر اسرائیل کا قیام ہے۔فری میسنز کی لسٹ دیکھیں تو یقین نہیں آتا ۔ دنیا کے بھر کے عالمی شہرت یافتہ افراد اس خفیہ تنظیم کا حصہ رہے ہیں اور ہیں ۔ کیا فری میسنری کوئی عقیدہ ہے یا مذہب؟ فری میسنز کا 1734 کا آئین جسے ساری دنیا کی فری میسنری کی بنیاد سمجھا جاتا ہے ، اس کا بیشتر حصہ بائیبل سے مستعار لیا گیا ہے۔ کتاب پیدائش کے ابتدائی بابوں کو افسانوی رنگ میں پیش کردیا ہے ۔ آج تک فری میسنز یہ نہیں بتا سکے کہ انہوں نے اپنی تاریخ کہاں سے مرتب کی ہے۔ فری مسنز نے اپنی تاریخ بائیبل سے سرقہ کی ہیں تو رسومات یہودیت سے۔ اس خفیہ تنظیم کی کتب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ یہودیت کی ایک شاخ ہے[210]۔ میں نے جتنے فری میسنز سے رابطہ کیا مجھے لگا کہ ان کو اپنی تنظیم کی بنیادی باتیں بھی معلوم نہیں یا وہ اس بات نہیں کرنا چاہتے ۔ انکے لئے یہ ایک سوشل کلب ہے۔ زندگی میں کامیابی کا زینہ ہے۔ فریمیسنز کے آئین کے مطابق وہ مذہب نوح کے پیروکار ہیں ۔ پہلے باب میں ہم نے دیکھا کہ دنیا میں پہلی بت پرستی یا خدا کے خلاف سرکشی اہل شینار نے بابل کا برج بنا کے کی وہ بھی نوح کے بیٹے تھے ۔ بابل کے برج کو اپنا نشان بنانا انکے مقاصد اور عزائم کی غمازی کرتا ہے۔[211]

ہالی وڈ کی فلمیں مثلا آئیز وائیڈ شٹ ہمیں بتاتی ہیں کہ خفیہ تنظیمیں کیسے برہنہ مخلوط محفلیں سجاتی ہیں ۔ پہلے باب میں ہم نے دیکھا یہ محفلیں تو سلیمان کی سلطنت کی تقسیم سے سجنا شروع ہو گئی تھیں۔ بے شمار لوگ موجود ہیں جو دعوی کرتے ہیں کہ خفیہ تنظیمیں شیطان کی پرستش کرتی ہیں ۔ جنہیں فالن اینجل کہا جاتا ہے ۔ تو یہ بھی کوئی جدید تصور نہیں ۔ پہلے بعل کی پرستش کی جاتی تھی ۔ اور ہم دیکھ چلے ہیں کہ نوح سے پہلے بھی فالن اینجل کا تصور موجود تھا جادو ٹونے ہوتا تھا اور دوسرے مخفی علوم کئے جاتے تھے۔ غیر جانبدار ہو کراس سارے معاملے کو دیکھیں تو یہ سارے زاتی عقائد ہیں اور ان پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

---
[210](Albert Gallatin Mackey)
[211](The History Of Jacobinism, A Translation From The French Of The Abbe Barruel)

دین ابراہیمی نے طاقت سے کسی کے عقائد یا دین کو تبدیل نہیں کیا ۔ روشن خیالی ، فری میسنری یا لادینیت اگر ذاتی عقائد کی حد تک رہیں تو کوئی خرج نہیں لیکن جب لادینیت لوگوں کے ذہنوں کو پراگندہ کرکے ایک ایسا ماحول پیدا کردے کہ اخلاقیات کی جگہ دولت اور طاقت کی ہوس لےلے تو یہ ایک تشویشناک بات ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہودیت نے لادینیت کا بیج کیوں بویا ۔ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ دنیا میں یہودیوں کو مذہبی عقائد کی بنا ء پر معتوب کیا جاتا تھاکہ انہوں نے عیسی کو مصلوب کیا ۔ جب معاشرے سے مذہب ہی ختم ہوگیا تو یہودیوں کی مخالفت کون کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ سولہویں صدی تک تو یہودی عیسائی دنیا میں نفرت کی علامت سمجھے جاتے تھے لیکن پھر یکدم وہ عیسائی دنیا کے قریب ترین حلیف بن گئے۔ برطانیہ نے لادینیت کا بیج مسلم دنیا میں فقط اقتدار کے لئے بویا ۔ اس نے انقلاب فرانس کے کامیاب ماڈل کو مسلم دنیا خاص کر ہندوستان میں رائج کیا اور فائدہ اٹھایا

برطانوی امپیریل ازم

پندرہویں صدی کا یورپ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا ۔ یہ نہ تو دنیا کا سب سے زیادہ زرخیز تھا اور نہ ہی سب سے زیادہ آبادی والا علاقہ۔ اسکے شمال اور مغرب میں برف اور پانی تھا ۔ جبکہ اسکی مشرقی اور جنوبی سرحدیں انتہائی غیر محفوظ تھیں۔ یورپ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک مجموعہ تھا ۔ مغرب میں اسپین ، فرانس اور انگلینڈ کی طرح کچھ اور طاقتور بادشاہتیں ابھر رہی تھیں لیکن سب اندرونی تناؤ کا شکار تھیں۔ کولمبس نے نئی دنیا 1492 میں دریافت کی ۔ اور اس کے ٹھیک چھ سال بعد ، واسکو ڈی گاما ما ایک پرتگالی مہم 1498 لے کر افریقہ سے ہوتا ہوا ہندوستان پہنچ گیا

سمندری راستہ کی دریافت سے یورپی باشندوں کو مسلم دنیا میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ اس وقت ، انگلینڈ کا انحصار اٹلی پر تھا۔ اس کی اسب سے اہم مصنوعات اونی کپڑا فلورنس میں رنگا جاتا تھا۔ اس کی بندرگاہوں میں جہاز اطالوی یا فلیمش تھا۔ اس کے بینکر غیر ملکی تھے ،ا ور اسلحہ اور دوسرا سامان باہر سے آتا تھا۔ اس میں کاروباری ذہین متوسط طبقہ نہیں تھا۔ مغربی یورپ میں انگریز

سب سے پسماندہ تھے۔ پندرہویں صدی میں صفوی اور عباسی
سلطنت بام عروج پر تھی۔ کاشغر اور ترفن کا اہم ترین تجارتی
راستہ ، قدیم شاہراہ ریشم ،چین تک مسلمان خانات کے زیر اثر تھا۔
چین اور ہندوستان کی مارکیٹوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں
کے اثر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پندرہویں صدی کے
قاہرہ میں ایک کم از کم ایسے دو سو تاجر تھے جن میں سے ہر ایک
کے پاس بیس لاکھ سونے کے سکے تھے ۔ پندرہویں صدی کی سب سے
زیادہ منافع بخش تجارت مصالحے اور ریشم کی مصنوعات تھیں۔
سمندری راستے کی دریافت کے بعد ، پرتگالیوں نے لزبن کو انگولا ،
موزمبیق اور مشرقی افریقہ کے ساتھ جوڑ کر اپنی ہی ایک سلک روڈ
بنالی۔ 1501 سے ، پرتگالی عیسائیوں نے بحر احمر میں مصر ، بحیرہ
روم اور وینس تک مسلم تجارت منقطع کرنے کی کوشش کی۔
سولہویں صدی کے اختتام کے قریب انگریزی اور ڈچ تاجروں کی بحر
ہند میں آمد سے جنوب اورمشرقی ایشیاء میں یورپی تاجروں کا اثر و
رسوخ بڑھا۔ یوروپی اثرورسوخ سے مشرق وسطی کے شہروں جیسے
کہ اسکندریہ اور بیروت میں مصالوں کی مانگ میں یکدم کمی
ہوگئی۔ یورپی مداخلت سے پہلے مشرق وسطی کے تاجر یورپی
خریداروں کے لئے سالانہ دس لاکھ پاؤنڈ مالیت کی مرچ خرید رہے تھے۔
مصالحے کی منڈی میں ڈچ تاجروں کے تسلط سے قاہرہ میں بھی
تجارتی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ مغربی تسلط کے سدباب کے لئے
مسلم ریاستوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے تجارتی روٹ محفوظ بنانے
کی کوششیں شروع کردیں۔ مملوکوں نے مالابار کے حکمرانوں پر دباؤ
ڈالا کہ وہ پرتگالیوں کے لئے اپنی مارکیٹیں بند کردیں۔ عثمانیوں نے نئی
سڑکیں تعمیر کرکے اور اپنی سمندری اور زمینی سرحدوں کو
مستحکم کیا ۔ اور سماٹرا کے حکمرانوں پر دباؤڈالا کہ وہ پرتگالیوں
کو اپنی منڈیوں میں جگہ نہ دیں۔ وسطی ایشیاء ، فارس اور جنوبی
ایشیاء میں مسلمان حکمرانوں نے سڑکوں کی مرمت کرکے اور سڑکیں
اور راستے قبائلی لوگوں کی لوٹ مار سے محفوظ کرکے اپنے تجارتی
راستوں کو مستحکم کیا۔ سمندری راستے کی دریافت کے بعد سے ہی
یورپی ممالک کے درمیان دنیا پر تسلط کیجنگ شروع ہوگئ تھی۔

برطانیہ اس جدوجہد میں دیر سے شامل ہوا لیکن جلد ہی سب کو پیچھے چھوڑ گیا ۔ برطانیہ عمدگی سے لڑا اور اپنے حریفوں ، فرانس اور اسپین کی کالونیوں پر قبضہ کرلیا۔ اسوقت جب ایسٹ انڈیا کمپنی پوری دنیا کی تجارت کو کنٹرول کرنے کا خواب دیکھ رہی تھی اسوقت اسے سب سے زیادہ مزاحمت مسلم دنیا سے آئی۔ مسلمان اہم مارکیٹوں پر قابض تھے اورمسلم سلطنت دنیا کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک پھیلی ہوئی تھی ۔اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تمام مسلمان ایک عقیدے کے تحت متحد تھے۔ ہندوستان اور مسلم اکثریتی نوآبادیات میں خود کو مضبوط بنانے کے لئے جدوجہد کرنے والی برطانوی فوج کے لئے ہولی جنگ یا جہاد کا تصور مستقل خطرہ تھا۔ برطانیہ نے اس خطرے سے نمٹنے کے لئے سہ رخی حکمت عملی اپنائی ۔ ایک طرف تو اس نے پوری دنیا میں فری میسنری کا جال بچھا دیا۔ دوسرا اس نے اپنی تمام کالونیوں میں عیسائی مشنریوں کی سرپرستی کی اور تیسرا یہ کہ ہر ملک اور ہر علاقے میں مقامی مذہبی ترجیحات کے توڑ میں جدیدیت کے نام پر تحریکیں شروع کروائیں جنہوں نے عوام کو مزہبی اور قومی طور پر کھوکھلا کردیا۔ برطانوی حکمرانوں کے لئے فری میسنری نے ایک طرح کی پیشگی پارٹی کا کام کیا۔ ان کے زریعے رائے عامہ ہموار کی جاتی تھی ۔ مثال کے طور پر پنجاب میں فری میسنز کا پہلا دفتر جسے لاج کہا جاتا تھا 1830 میں بنا ۔ اور اسکے بننے کے چند سال بعدہی 1845میں اینگلو سکھ جنگ شروع ہوگئی

ہندوستان کی سرزمین پر پہنچنے والے سب سے پہلے عیسائی مبلغ ولیم کیری تھے جو 1793 میں کلکتے پہنچے۔[212]

انکے آتے ہی بڑی تعداد میں عیسائی مشنری ہندوستان پہنچ گئے۔ انہو ن نے بائیبل کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کیا اور اسے پورے ملک میں پھیلادیا۔ انہوں نے مقامی مذہبی کتابوں کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا۔ اور اسی بنیاد پر لاجز ، اور دوسرے مقامات پر مقامی عقائد کا مذاق اڑانا شروع کردیا

[212] (Clark, Rev. Robert)(Gairdner, Rev. W. H. T.)

انہوں نے ثابت کیا کہ مقامی مذاہب توہم پرست اور پسماندہ ہیں
اور انکی وجہ سے عوام معاشی بدحالی کا شکار ہے ۔ ہندو سکھ ، اور
مسلمان ، ہر مقامی مذہب میں جدیدت کی تحریکیں شروع کردی
گئیں۔ ان تمام مذہبی تحریکوں میں ایک بات مشترک تھی کہ وہ تاج
برطانیہ کے خلاف اٹھنے والی کسی بھی آواز کی سخت مخالف تھیں۔
جے این فرور ، اپنی انگریزی کتاب ، ہندوستان میں جدید مذہبی
تحریکوں ، میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مذہبی جدیدیت کی
جو تحریک بھی شروع ہوئی اس کے پیچھے برطانوی حکومت ،
پروٹسٹنٹ مشنری اور اورینٹلسٹ تھے۔ پوری مسلم دنیا میں انگریز
جہاں بھی گئے اسی ماڈل کو استعمال کیا۔ انیسویں صدی کے زیادہ تر
مصلحین ، جنھوں نے آج کی دنیا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ،
وہ فری میسنری سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ مصطفیٰ کمال اتاترک ، (
1881-1938) ، جن پر خلافت عثمانیہ کو توڑنے اور ترکی کو لادینت
کی جانب دھکیلنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے، فری میسن تھے[213]۔ مصر
میں اسلام میں جدیدیت متعارف کروانے والے عالم اور بہائی عقیدہ
کے حامی محمد عبدوہ ایک معروف فری میسن تھے ۔ سنی اور شیعہ
دونوں ہی بہائیوں کو اسلام سے خارج اور مرتد سمجھتے ہیں۔ اسلام
میں جدیدیت کے بانی سید جمال الدین افغانی بھی ایک معروف فری
میسن تھے۔انہوں نے قاہرہ میں ایک میسونک لاج کی بنیاد رکھی اور
اس کے پہلے سربراہ بنے۔ برطانیہ نے فری میسنز ، عیسائی مبلغوں
اورانگریز اساتذہ کی مدد سے ہندوستان میں بھی جدیدیت کی متعدد
تحریکیں شروع کروائیں۔ ہندوستان میں سے سے پہلی جدیدیت کی
تحریک براہما سماج تھی جو کلکتہ میں 1828 میں شروع ہوئی۔
ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریوینیو افسر رام موہن رائے نے ایک عالمی
مذہب کی بنیاد رکھی۔ سدھارن بھرما سدھا ایک اور تحریک تھی جس
کامقصد ایک عالمی مذہب کی تبلیغ تھا۔آریہ سماج بھی ہندو مذہب
میں جدیدت کی ایک تحریک تھی ۔ کاٹھی وار کے ایک چھوٹے سے گاؤں
سے شروع ہونے والی یہ تحریک جلد ہی مقبول ہو گئی۔ یہ تحریک
ویسے تو ہندو مذہب کو خالص بنانے کے لئے شروع کی گئی لیکن بعد

[213](https://www.universalfreemasonry.org/en/famous-freemasons/mustafa-ataturk)

میں اسکی ساری توجہ مسلمانوں پر مبذول ہوگئی۔ اور اس نے گائے حلال کرنے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے خلاف ہندووں کو متحد کیا۔ ہندوستان میں جدیدیت کی چند تحریکیں عیسائیوں کی زیر قیادت بھی شروع کی گئیں ۔ انجمن پنجاب ایسی ہی ایک تحریک تھی جسے ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر نے 1865 میں شروع کیا۔ پنجابی عوا م کے ذہنوں سے برطانیہ کی نفرت نکالنے میں اس تحریک نے اہم کردار ادا کیا۔ پنجاب میں برطانوی حکومت کو لوگ غاصب سمجھتے تھے ۔ اس انجمن نے اردو زبان میں ایک روزنامہ نکالا اور اس کے ذریعہ عوامی رائے کو برطانیہ کے حق میں ہموار کیا۔ اس کے دفاتر میں اجلاس منعقد کئے جانے لگے جن میں مقامی مذہبوں کا کھلم کھلا مذاق اڑایا جاتا تھا۔

برطانوی حکومت نے فری میسن سرسید احمد خان[214]، چراغ علی ، امیر علی ،اور شبلی نعمانی کے ذریعہ بھی اسلام میں جدیدیت متعارف کروانے کی کوشش کی

چارلس کرزمین نے اپنی کتاب ماڈرنسٹ اسلام ۔ میں پچاس سے زائد ایسے افراد کا ذکر کیا ہے۔ جنہیں اسلام میں جدیدیت متعارف کروانے کے حوالہ سے جانا جاتا ہے۔ [215] ان لوگوں میں سے اکثریت کا تعلق فری میسنری سے ہے۔
لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمان ہندوستان میں برطانوی عزائم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد اسکے لئے درد سر بنا رہا۔ برطانوی سول سرونٹ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "انڈین مسلمان" میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی مسلح جدوجہد انگریزوں کے لئے مستقل خطرہ تھی۔ مسلمانوں کی شورش کچلنے کو برطانوی حکومت نے 1850 سے 1857 کے درمیان فرنٹیئر کے علاقوں میں سولہ الگ الگ مہمیں روانہ کیں جس میں 33000 افواج نے حصہ لیا۔ اگلے تیرہ سالوں میں شورش اتنی بڑھی کہ بیس علیحدہ مہموں میں ساٹھ ہزار دستے روانہ کرنا پڑے۔[216]ہندوستان برطانیہ کے لئے سونے کی چڑیا تھا۔ حالیہلگائے گئے ایک تخمینے کے

[214](Graham, Major General)
[215](Kurzman, Charles)
[216](W. Hunter page 24)

مطابق برطانیہ نے سنہ 1765 سے 1938 تک ہندوستان سے پینتالیس ٹریلین ڈالرز نچوڑے[217]۔ سوال کیا جاسکتا ہے کہ برطانوی حکومت تو ہندوستان کی دولت لوٹ رہی تھی ۔ برطانوی سول سرونٹس کیوں مقامی مذہب کے خلاف تھے ؟اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم لارڈ منٹو کی مثال لے سکتے ہیں جنہوں نے ہندوستان کو منقسم رکھنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ ہندوستان آنے سے پہلے وہ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ لکھتے تھے اور انکی تحریروں سے انہیں سالانہ دو سو پاؤنڈ آمدن ہوتی تھی۔ جب وہ برطانوی حکومت کے افسر کے طور پر ہندوستان آئے تو ان کی سالانہ تنخواہ پچھتر ہزار ڈالر (75000) سالانہ تھی[218]، انکے پاس گورنمنٹ لاء افسر اور کمشنرکے عہدے تھے۔برطانیہ نے سول سرونٹ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اور ولفرڈ سکاون بلنٹ کوذمہ داری سونپی کہ وہ تحقیق کریں کی جہاد کو کیسے مسلم دنیا سے ختم کیا جائے۔ دونوں نے کم و بیش ایک جیسی تجاویز دیں ۔[219] ان کا ماننا تھا کہ مسلمانوں میں سے ایک مسیحا ہونا چاہئے جوبرطانوی حکومت کے خلاف جہاد کو ممنوع کردے۔ اس وقت برطانیہ کی نگاہ انتخاب مرزا غلام احمد پر پڑی ۔ برطانوی سرکاری دستاویزات کے مطابق مرزا اس وقت تک اپنے مذہبی کیرئیر کا آغاز بھنگیوں کے پیر کے طور پر کر چکے تھے۔ سرکار کی نظر عنائت نے مرزا کے دین پھیر دئے ۔پنجاب مردم شماری رپورٹ انیس سو ایک کے صفحہ 143 پر مرزا غلام احمد کو پیر آف سوووپپرز یعنی بھنگیوں کا پیر بتایا گیا تھا۔ لیکن پھر 1914 میں سرکاری دستاویزات میں بتایا گیا کہ مرزا کی ترقی ہوگئی ہے اور اب وہ بھنگیوں کے پیر سے احمدیہ فرقہ کے بانی بن گئے ہیں۔ اورجذبہ جہاد کی مخالفت کر کے اہل حدیث کا توڑ ثابت ہورہے ہیں ۔ڈسٹرکٹ گرداسپور کے سرکاری دیوان ، گزیٹر آف گرداسپور 1914 میں یہ تفصیل صفحہ 57 اور 58 پر موجود ہے[220] ۔

---

[217](Hickel, Jason. How Britain stole $45 trillion from India. https://www.aljazeera.com/opinions/2018/12/19/how-britain-stole-45-trillion-from-india/, 2018.)
[218](Tagore)
[219] (W. Hunter, The Indian Musalman)(Blunt, Wilfred Scawen)
[220](Gazetteer of the Gurdaspur District, Volume XX1 A. page 57-58)

مرزا نے اپنا پہلے فتوی میں برطانوی حکومت کے خلاف ہر طرح کے جہاد کو منسوخ کردیا۔[221] مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لئے پہلے انہوں نے عیسیٰ ہونے کو دعوی کیا ۔ جب بات نہ بنی تو خود کو خدا کہا اور پھر نبی ہونے کا دعوی کردیا ۔ مرزا غلام احمد کے دعؤوں کے بعد کئی غیر جانبدار مغربی مفکرین ان سے ملے اور ان سب کی متفقہ رائے یہ تھی کہ احمدیہ تحریک کے بانی مرزا غلام احمد ذہنی مریض ہیں ، اور انکے دعوے جھوٹ کا پلندہ ہیں[222]۔ پاکستان سمیت اسلامی دنیا کے بیشتر ممالک انکے دعوے پرکھنے کے بعد انہیں غیر مسلم قرار دے چکے ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح احمدیت بھارت کے ایک چھوٹے سے پسماندہ گاوں سے نکل کر دنیا میں پھیل گئی اس کی نظیر کم ہی ملتی ہے ۔ ہم عصر علماء نے ان پر فتوے عائد کئے لیکن ا نکے پیروکار بڑھتے ہی گئے ۔ 1914 کے سرکاری دیوان کی رپورٹ کے مطابق اس سال تک احمدیوں کی تعداد 18000 سے تجاوز کر چکی تھی۔ان کے پیروکاروں میں دس ہزار سے زائد مرد تھے جبکہ آٹھ ہزار کے قریب عورتیں تھیں ۔ یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس میں آپ جنت خرید سکتے ہیں ۔ بس رقم ادا کریں ، اپنی تمام جائیداد کا دسواں احمدیہ جماعت کی قیادت (جو کہ مرزا غلام احمد کی اولاد ہے) کے نام کریں اور جنت میں دفن ہوجائیں[223] ۔ یہ دنیا کا واحد عقیدہ ہے جو اپنے ممبران سے ماہانہ چندہ لیتا ہے ۔ پاکستان کے شہر ربوہ میں احمدیوں کی ایک ریاست ہے جس میں انکا اپنا قانون چلتا ہے ۔ ایک وزارت خارجہ بھی ہے جس کی سفارش پر دنیا کے اہم ملکوں کے ویزے چٹکی میں مل جاتے ہیں ۔ نوکری کاروبار اور رقم کے لئے بھی احمدی ایک دوسرے کی بہت مدد کرتے ہیں۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد احمدی اپنا صدر دفتر برطانیہ منتقل کر چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے انگریز حکومت کے خلاف نفرت مٹانے کے لئے 1900 سے ہی اپنی نوزائیدہ جماعت کے تبلیغی مشن دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجنا شروع کردئے تھے ۔[224]

---

[221] (قادیانی, مرزا غلام احمد صفحہ 28-29)

[222] (J.N Farquhar page 21)(Griswold, H.D page 26)(Lavan, Spencer)

[223] (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود، صفحہ 18-19)

[224] (Ahmad, Bashir page 46)

پروفیسر اسرائیل ٹی نعمانی ، اپنی کتاب اسرائیل کے ایک پروفائل میں ، صفحہ 75 پر لکھتے ہیں کہ پاکستان سے لگ بھگ 600 احمدی اسرائیل میں مقیم تھے اور انہیں شہریوں کا درجہ دیا گیا تھا۔ وہ فوج میں خدمات سرانجام دے سکتے تھے اور قومی انتخابات میں پارلیمنٹ میں ووٹ ڈال سکتے تھے اور اس میں نمائندگی دی جاسکتی تھی۔ جدیدیت کی ان تحریکوں سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلام کو جدید بنانے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی جبکہ اسوقت جب دنیا تاریکی میں ڈوبی تھی ، یورپ اندھیرے میں تھا اسلامی سلطنت عروج پر تھی ، جب ساری دنیا جہالت میں گھری تھی مسلمان سائنسدان جدید سائنس کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ مرزا غلام احمد اور دوسرے جدیدیت پسندوں کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان سب میں ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ ان سب نے انگریزکے خلاف مسلح جدوجہد کی مخالفت کی اور مقامی لوگوں کوتاج برطانیہ کے فرمانبردار بننے کی ہدایت کی۔مرزا صاحب نے مذہب احمد یہ جماعت کے عقائد اپنی کتاب روحانی خزائن ، شہادۃ القرآن ،صفحہ نمبر 380 میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں ؟ یہ سوال نہایت حماقت کا ہے۔ کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہو اس سے جہا د کیسا۔ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے ۔ میرا مذہب یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ،ایک یہ کہ خدا تعالی کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے"۔[225]

فری میسنری کے آئین میں بھی تاج برطانیہ کی وفاداری بنیادی شرط ہے۔ ملکہ کے سب سے ادنی ملاز م کی اطاعت کرنا ان کے آئین کا حصہ ہے۔[226]

---

[225](مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی، صفحہ 380)
[226](Free-Masons, James Anderson A.M. Right Worshipful Fraternity of Accepted. The Constitutions of the Free-Masons (1734). An Online The Constitutions of the Free-Masons.

عالمی تسلط کا خواب۔ ریاست اسرائیل

دنیا کی تاریخ میں کسی بھی قوم نے اتنی نفرت ، ظلم و ستم اور جلاوطنی نہیں دیکھی جتنی یہودیوں نے دیکھی بارہویں اور چودھویں صدی کے دوران یہودیوں کو کئی بار فرانس سے بے دخل کیا گیا ، یہاں تک کہ 1394 میں ا ن کے داخلے پر مکمل طور پر پابندی عائد کردی گئی[227]۔ اسی طرح وہ انگلینڈ، سپین اور پرتگال سے بھی نکال دئے گئے، چودہویں صدی کے دوران دنیا کے مختلف حصوں میں ان پر یہودی ہونے کے باعث تشدد کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کی منتخب قوم کو ہر جگہ نشانہ کیوں بنایا گیا

تاریخ بتاتی ہے کہ یہودی پیسے کے معاملات تجارت اور زراعت میں خاص مہارت رکھتے ہیں ۔ شائد انہیں یہ مہارت یوسف داور اور سلیمان سے ورثے میں ملی تھی یا ہے ۔ چاہے انھیں کسی سرزمین سے کتنی بار ہی بے دخل کیوں نہ کیا گیا ہو، وہ ہر بار طاقتور اور مضبوط ہو کر نمودار ہوئے ، لیکن ساتھ ہی ہمیں بائیبل یہ بھی بتاتی ہے یہودیوں نے قدم قدم پر سرکشی کی ۔ تورات اور عبرانی بائیبل میں سود کی ممانعت کے باعث کیتھولک پیشوا سود پر قرض کو گناہ سمجھتے تھے۔ اس کے معاشرتی اثرات بھی تباہ کن تھے ۔ لوگ پہلے بھاری شرح سود پر یہودیوں سے قرض لے لیتے لیکن جب نہ لوٹا پاتے تو یہودی انکی املاک اور جائیدادوں پر قبضہ کرلیتے۔ اچھے بھلے کھڑے کھڑے کنگال ہو جاتے ۔ اسی لئے لوگ یہودیوں سے نفرت کرتے تھے۔ سنہ 1276 میں انگلینڈ کے بادشاہ اولیور کرومویل نے یہودیوں پر لازم کردیا کہ وہ   پیلے رنگ کا نشان اپنے لباس پر آویزاں کریں۔

عیسائی معاشرہ میں یہودیوں سے نفرت کی ایک بنیادی وجہ   یہ تاثر بھی تھا   کہ انہوں نے یسوع مسیح کو مصلوب کیا۔ اب یہ یہودیوں سے نفرت تھی یا اس میں کوئی سچائی بھی تھی کہ یہودیوں کے حوا لے سے کئی نفرت آمیز کہانیاں زبان زد عام ہوگئیں ۔ کہا گیا کہ یہودی عیسائی بچوں کو اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں پھر انہیں مصلوب کرکے ان کا خون پیتے ہیں اور انکی میت پر جادو ٹونے کرتے ہیں[228]۔ تیس چاندی کے سکے اور انتہائی لالچی یہودی جیسی اصطلاحات عام استعمال ہونے لگیں۔ تیس چاندی کے سکے اس بات کی

---

https://digitalcommons.unl.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1028&context=libraryscience,)

[227](Einbinder, Susan L. page 3, 69, 140, 159, 211)

[228](Encyclopaedia Britannica page 180)

جانب اشارہ تھا کہ عیسی کو تیس چاندی کے سکوں کے عوض بیچا
گیا تھا۔ عیسائی دنیا میں یہودیوں کی نفرت میں اسوقت کمی آنا
شروع ہوئی جب انیسویں صدی میں یہودی بینکروں نے عیسائی
حکومتوں کو قرضے دینا شروع کئے۔ نپولین جنگوں کے دوران یہودی
بینکار راتھ چائیلڈ نے برطانوی حکومت کو بھاری قرضے دے کر برطانوی
حکومت میں اہم جگہ حاصل کرلی ۔ نیتھین میئر وان راتھ چائیلڈ نے
1798 میں انگلینڈ میں راتھ چائیلڈ بینکوں کی بنیاد رکھی تھی ۔ انکے
بچے بعد میں یورپ اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں پھیل گئے اور
بینکاری کا وسیع نظام قائم کرلیا [229]۔لوگ انہیں پیغمبر کہنا شروع
ہوگئے ۔ [230] یہیں سے عیسائی یہودی اتحاد کا آغاز ہوا۔ حکومتوں کو
قرضے دینے کی وجہ سے یہودیوں کی عالمی سیاست پر گرفت
مضبوط ہوگئی۔ کئی لوگ اصرار کرتے ہیں کہ دراصل راتھ چائیلڈز ہی
دنیا کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ایسی ہی ایک تھیوری یہ ہے کہ برطانیہ نے
تین سو بڑے خاندانوں یا لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے
جو دنیا کو کنٹرول کرتی ہے اور اہم معاملات کے فیصلے کرتی ہے ۔اس
کمیٹی کے فیصلے پر عمل درآمد ہر ملک میں موجود ان کے نمائندے
کرواتے ہیں۔کئی ماہرین کی رائے میں عیسائی یہودی اتحاد اسی دن
شروع ہو گیا تھا جب 1846 میں عیسائی مشنریوں نے خفیہ تنظیموں
اور فری میسنز کے ساتھ الحاق کیا تھا[231]۔ اسی سال برطانیہ نے
عربوں کو پیشکش کی کہ وہ اگر سلطنت عثمانیہ کو شکست دینے
میں برطانیہ کا ساتھ دیں تو ان کی حکومت ایک بڑے علاقے پر قائم
کردی جائے گی۔ اس طرح چھوٹے سے برطانیہ نے عظیم مسلمان
سلطنت کو مسلمانوں کی ہی مدد سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا

اسرائیل کا قیام

فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے لئے تھیوڈور ہرزل نے 1897
میں صیہونی تحریک کی بنیاد رکھی اور
صہیونی کانگریس نے عالمی صہیونی تنظیم (ڈبلیو زیڈ او) تشکیل دی۔
اس تنظیم کا کام دنیا کے مختلف ممالک میں شاخیں قائم کرنا تھا ۔
اس تنظیم نے وعدہ شدہ سرزمین کا قدیم تصور زندہ کیا اور دعوی

[229](Vivian B, Cohen, Richard I. page 79-95)
[230](Hegemann, Werner page 45)
[231](Alliance, World's Evangelical)

کیا کہ چونکہ جدید یہودی بنی اسرائیل اور مککیب کی اولاد ہیں ، لہذاکنعان یا یروشلم پر قومی وطن بنانا انکا وراثتی حق ہے۔[232]
لیکن اس علاقہ پر فلسطینیوں کا بھی مساوی آبائی حق کا دعوی تھا ، کیونکہ وہ بھی اسی مٹی کے بیٹے تھے اور اسی خطہ میں رہتے رہے ہیں ۔ 1516 سے 1917 تک عثمانیوں کی 400 سالہ حکومت کے بعد جب فلسطین برطانیہ کے زیر تسلط چلا گیا تو خطہ میں انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کی وجہ عرب دنیا کے بیشتر حصوں میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔دوسری جانب یہودی لابی نے مغرب پر دباؤ ڈالا کہ وہ اسرائیلی ریاست کے قیام کی حمایت کریں۔ اسرائیل کے مطالبہ کو سن 1917 میں بالفور ڈیکلریشن اور 1919 میں پیرس امن کانفرنس کے ذریعہ مزید تقویت ملی۔
مذہبی اور سیاسی تحریکیں شروع ہو ئیں تو عرب صیہونی تنازعہ شدت پکڑنے لگا ۔ برطانیہ نے یہ معاملہ 1947 میں اقوام متحدہ کو بھجوا دیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں فلسطین کو یہودی اور عرب دو علیحدہ ریاستوں میں تقسیم[233] کرنے اور یروشلم کو بین الاقوامی شہر بنانے کی تجویز دی گئی۔
جونہی 14 مئی 1948 کی رات فلسطین پر برطانوی مینڈیٹ ختم ہوا ، عالمی صہیونی تنظیم نے ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ یہ فیصلہ بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کی قرارداد کے خلاف تھا لیکن چونکہ اسے برطانوی اور امریکی آشیر باد حاصل تھی اس پر مہذب دنیا کا کوئی ردعمل نہیں آیا ۔ ریاست کے قیام کے اعلان کے ساتھ ہی ریاستہائے متحدہ امریکہ نے فوری طور پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا جبکہ روس نے تین دن کے بعد صیہونی ریاست تسلیم کرلی[234]۔ اسرائیل کے قیام کے ردعمل میں دوسرے ہی دن 15 مئی کو عرب ریاستوں کا ایک فوجی اتحاد فلسطین کے علاقہ میں داخل ہوگیا۔ اسرائیل کے ہمسایہ ممالک مصر ، عراق ، لبنان ، شام ، اور ٹرانس جورڈن کی اتحادی افواج نے اسرائیلی فوج اور متعدد یہودی آباد کاریوں پر حملہ کردیا ۔ اتحادی افواج اس علاقہ کو آزاد کرانے میں ناکام رہی ، لیکن اسرائیل نے اپنے اتحادیوں کی مدد سے مزید فلسطینی علاقوں پر قبضہ کرلیا۔دیکھتے ہی دیکھتے آٹھ لاکھ مقامی عرب بے گھر ہوگئے، اس وقت سے وہ پڑوسی ریاستوں یا قریبی

---

[232] (Bein, Dr. Alexander page 47)
[233] (Assembly, United Nations General)
[234] (https://www.jewishvirtuallibrary.org/international-recognition-of-israel)

علاقوں میں پناہ گزین ہیں اور خیموں میں نہایت ابتر حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کے حوالے سے اسرائیل کی نرالی منطق ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ پناہ گزینوں کا بحران عرب حملے کے بعد شروع ہوا اس لئے پناہ گزین اس کا مسئلہ نہیں۔ یہ بات حقائق کے منافی ہے ، اقوام متحدہ نے اپنی قرارداد میں تقریبا 55 فیصد علاقہ یہودیوں کے لئے مختص کیا تھا ، لیکن جنگ کے بعد اسرائیل نے اپنا رقبہ 78 فیصد تک بڑھا دیا[235]۔عربوں نے کئی بار اسرائیل پر حملہ کیا لیکن ہربار انہیں ہزیمت اٹھانا پڑی ۔ اہم عرب سرائیل جنگیں انیس سو اڑتالیس، انیس سو چھپن ، انیس سو ستاسٹھ ، انیس سو تہتر، انیس سو بیاسی اور دو ہزار چھ میں لڑی گئیں[236]۔ جون 1967 کی جنگ میں تو ننھی سی نوزائیدہ ریاست اسرائیل نے پوری دنیا کو چونکا دیا جب اس نے منٹوں میں پوری مصری فضائیہ راکھ کا ڈھیر بنادی۔بتایاجاتا ہے کہ امریکہ اور دوسرے اتحادی ممالک نے اسرائیل کی اس جنگ میں بہت مدد کی۔ اسرائیل اس الزام کو تسلیم نہیں کرتا۔ تاہم ایک ننھی سی نومولد ریاست نے کیسے عرب دنیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا یہ آج بھی دلچسپ موضوع ہے۔

تین دن کے اندر اسرائیلی فوج نے غزہ کی پٹی اور سینا جزیرہ نما سویز کو نہر کے مشرقی کنارے تک قبضہ کر لیا۔ اس جنگ کے بعد ایک سال کے اندر اندر اسرائیل نے شام کی گولن پہاڑیوں میں چھ اسرائیلی بستیاں تعمیر کر لیں ۔ 1944 سے 1967 کے درمیان گولن کی پہاڑیوں پر شام کا کنٹرول تھا ۔ سن 1973 تک اسرائیل نے مغربی کنارے میں 17 اور غزہ کی پٹی میں سات بستیاں قائم کرلیں۔اسرائیلی فوج نے مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی پر قبضہ کرلیا ، جس میں تقریبا 5.1 ، ملین فلسطینی آباد تھے۔

اسرائیلی اور فلسطینیوں کے مابین حالیہ خونی تنازعہ مئی 2021 میں مشرقی یروشلم میں ہوا ، یہ تنازعہ شیخ جراح میں چھ فلسطینی کنبوں کی بے دخلی سے متعلق اسرائیلی عدالت کے متوقع فیصلے کی وجہ سے شروع ہوا

شیخ جراح فلسطینی علاقہ ہے لیکن اس پر اسرائیل قابض ہے۔ 1948 کے بعد جب اسرائیلی فوج نے لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے گھروں سے بے دخل کرنا شروع کردیا تو 1956 میں 28 خاندان شیخ جراح کے پڑوس میں آباد ہوئے۔ اس وقت یہ علاقہ اردن کے زیر اقتدار تھا۔ اسرائیل نے 1967 میں ، چھ دن کی جنگ کے بعد ، اس علاقے پر قبضہ

[235](Haddad, Mohammed)
[236](Britannica, Encyclopaedia)

کرلیا۔اب اسرائیل فلسطینیوں کو اس علاقے سے بے دخل کرنے کے درپے ہے۔ اطلاعات کے مطابقحماس اور دیگر آزادی پسند تنظیموں نے اسرائیل پر راکٹ فائر کیے اور جواب میں اسرائیل نے فلسطینیوں کے علاقوں پر شدید گولہ باری کی۔ ان حملوں میں درجنوں بچے عورتیں اور بوڑھے جاں بحق ہوئے اور ایک ہزار سے زیادہ فلسطینی زخمی ہوئے

مسیحا کے ظہورکے لئے اسرائیلی تیاریاں

دنیا کے بیشتر مذاہب کا خیال ہے کہ قیامت کے قریب ایک مسیحا ظہور پذیر ہوں گے۔ ان کے دور میں ، دنیا میں امن ہم آہنگی ، خوشحالی ، راستبازی اور انصاف ہوگا۔ یہودیت ، عیسائیت ، اور اسلام کی مقدس تحریروں میں ، قیامت سے پہلے ایک سنہری دور کی پیش گوئیاں ہیں ۔یہ پیش گوئیاں دنیا کے دوسرے مذاہب میں بھی ملتی ہیں ۔ بدھ مت کے نزدیک مسیحا کا نام میتریا ہوگا ۔ ہندو مسیحا کو کالکی کہتے ہیں جبکہ چینی لی ہانگ کو نجات دلانے والا مانتے ہیں ۔ابراہیمی مذاہب میں قیامت سے پہلے کچھ اہم واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے ۔ عیسائی مانتے ہیں کہ عیسیٰ ایک جنگجو بادشاہ کی حیثیت سے واپس آئیں گے اور اپنے دشمنوں کو زیر کریں گے۔ انکا دور اقتدار ایک ہزار سال ہوگا۔ ایک ہزار سال اقتدار کی پیش گوئی نے ملینیم کی اصطلاح کو جنم دیا۔ یہودی یقین رکھتے ہیں کہ مسیحا کے آتے ہی سنہری دور کا آغاز ہو جائے گا۔[237]لیکن مسیحا داود کی اولاد میں سے ہوگا۔ مسیحا ایک طاقتور خدا کی مانند ہوگا۔ وہ اپنی خدائی طاقتوں سے بیماریوں کی بیماری دور کریں گے ۔ انکی وجہ سے زمین زیادہ پیداوار دے گی۔ مسیحا اسرائیل کو دنیا میں نامور مقام دلوائیں گے اور دنیا پر اسرائیل کا کنٹرول ہوگا ۔ جب تمام قومیں مسیحا کے زیر تسلط ہوں گی تو دنیا میں کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ عیسائی اور مسلمان بھی قیامت سے پہلے ایک سنہرے دور پر یقین رکھتے ہیں ۔ بہت سے یہودی مفکرین کے خیال میں مسیح کی آمد کی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں اور اس میں تاخیر قوم اسرائیل کی کوتاہیوں کی وجہ سے ہورہی ہے۔ یہودی نیک اعمال کریں تو مسیحا کا ظہور جلد ہو سکتا ہے۔

قدامت پسند یہودیوں کا ماننا ہے کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسیحا کے جلد ظہور کے لئے اقدامات کرے۔ کچھ ربیوں کا خیال ہے

[237](Leonhard, Robert page 17)

کہ مسیح کی آمد کا وقت معین ہے اور انسانی کوششوں سے اسکو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ قدیم یہودی ذرائع کے مطابق ، مسیحی دور 29 ستمبر 2239 سے شروع ہوگا۔

یہودی علماء کہتے ہیں کہ تلمود ، مدراش اور قبالہ کی رو سے رب نے چھ دن میں جنت اور زمین بنائے۔ ہفتے کا ہر دن تخلیق کے ایک ہزار سال کے مساوی ہے۔ موجودہ سال (دعوی کے وقت) یہودی سال 5781 ہے ۔ اس حساب سے سال 6000 کے آغاز سے مسیحی دور شروع و جائے گا۔اسرائیل میں قدامت پسند یہودیوں سوچ زیادہ مقبول ہے اور اسکا اثر سیاست ، سفارت کاری اور ملکی سیاست پر بھی نمایاں ہے ۔یہودیوں کا اصرار ہے کہ وہ فلسطینی علاقوں میں بستیاں تعمیر کرنے سے مسیحا کا جلد ظہور ہوگا۔ عبرانی بائبل کے انبیاء بتاتے ہیں کہ مسیحا آنے سے پہلے یروشلم میں ایک تیسرا ہیکل تعمیر ہو جائے گا یہ سلیمان کے اصل ہیکل اور اسکی تباہی کے بعد بننے والے دوسرے ہیکل سے زیادہ بہتر ہوگا۔[238]

مسیحا کے آنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے اسرائیلی تیسرا مندر تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ ان کے منصوبہ میں رکاوٹ صرف مسلمان ہیں۔ یہ مسلمانوں کا خوف تھا کہ 7 جون 1967 کو یروشلم پر قبضہ کرنے کے بعد اسرائیلی فوج نے اپنا پرچم لہرایا تو وزیر دفاع موشے دایان کے حکم پر اسے فوری ہٹا دیا گیا۔[239]

دایان کو خدشہ تھا کہ یروشلم پر اسرائیلی پرچم لہرانے سے مشرق وسطی میں آگ لگ جائے گی اور اسرائیل فلسطین تنازعہ کسی مذہبی جنگ میں تبدیل ہوجائے گا۔ لیکن ، 1967 کے بعد سے اب تک بہت کچھ تبدیل ہوگیا ہے ۔ آج کا اسرائیل مغربی ایشیاء اور مشرق وسطی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے۔ اسرائیل کے پاس امریکہ کے بعد، دنیا کی سب سے زیادہ اسٹارٹ اپ کمپنیاں ہیں اس کے پاس امریکہ اور چین کے بعد سے سے زیادہ تعداد میں منظور شدہ کمپنیاں ہیں ۔[240]

اسرائیل میں انٹیل ، مائیکروسافٹ ، آئی بی ایم ، گوگل ، ایپل ، ہیولٹ پیکارڈ ، سسکو سسٹمز ، فیس بک اور موٹرولا کے تحقیقی اور ترقیاتی مراکز ہیں۔ اسرائیل کی کمپیوٹر سافٹ ویئر ، مواصلات ، اور حیاتیات میں ترقی کے باعث اسکا موازنہ امریکہ کی سیلیکون ویلی سے کیا

[238](Segal, Eliezer)
[239](Feintuch, Yossi page 125)
[240](Travis, Reuven page 95)

جاتا ہے[241]۔ کمپیوٹر سائنس ریاضی اور کیمسٹری کی معیاری تعلیم کی وجہ سے اسرائیلی یونیورسٹیوں کو دنیا کی پہلی پچاس بہترین یونیورسٹیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسرائیل دنیا کا آٹھواں ملک ہے جس کے پاس خلا میں سیارے بھیجنے کی صلاحیت موجود ہے[242]۔

اسرائیل کے کچھ مصنوعی سیارے دنیا کے جدید ترین مانے جاتے ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے پاس ایک جدید دفاعی نظام موجود ہے جو اسے کسی بھی فضائی حملے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ آئرن ڈوم سسٹم 4 کلو میٹر سے 70 کلو میٹر کے فاصلے سے داغے گئے مختصر فاصلے کے راکٹوں اور توپ خانے کے گولوں کو روک اور تباہ کرسکتا ہے۔

ریاست اسرائیل نے صرف خود کو معاشی اور عسکری اعتبار سے مضبوط بناچکا ہے بلکہ یہ امریکہ کا قریبی اتحادی ہے اور اسکے اسکے عالمی طاقتوں کے ساتھ بہترین تعلقات ہیں[243]

اقوام متحدہ کے 192 ممبر ممالک میں سے 164 اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں

پندرہ عرب لیگ کے ممبر ممالک بشمول الجیریا ، کوموروس ، جبوتی ، عراق ، کویت ، لبنان ، لیبیا ، موریتانیہ ، عمان ، قطر ، سعودی عرب ، صومالیہ ، شام ، تیونس ، اور یمن اور اسلامی تعاون تنظیم کے دس ممبر ملک بشمول افغانستان ، بنگلہ دیش ،برونائی ، انڈونیشیا ، ایران ، ملائیشیا ، مالدیپ ، مالی ، نائجر اور پاکستان، اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتے ہیں[244]

یہ ممالک کہتے رہتے ہیں کہ ریاست اسرائیل کاقیام غیر آئینی ہے اور اس نے فلسطینی علاقوں پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے ۔ لیکن ، ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حمایت کی وجہ سے کئی مسلم ممالک کی رائے تبدیل ہورہی ہے۔ سنہ 2020 میں ، عرب لیگ کے چار ممالک ، بحرین ، متحدہ عرب امارات ، سوڈان اور مراکش نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے کا اعلان کیا ماہرین کا خیال ہے کہ خلیجی ممالک کے اس فیصلے کے پیچھے سعودی عرب ہے ۔ سعودی عرب اور ایران کے مابین علاقائی دشمنی مسلم ممالک کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے میں کردار ادا کر رہی ہے۔ ایران ترکی

[241](Rosenberg, David page 262)
[242] (International reference guide to space launch systems page 336)
[243](Mart, Michelle page 74)
[244](H. RES. 1249)

کے بعد اسرائیل کو تسلیم کرنے والا دوسرا مسلم اکثریتی ملک تھا۔
پہلوی خاندان کے دور اقتدار کے خاتمے تک ایران اور اسرائیل کے درمیان
قریبی تعلقات رہے۔لیکن ایران کے 1979 میں آنے والے اسلامی انقلاب
کے بعد سے دونوں ممالک کے تعلقات کشیدہ ہیں
پاکستان نے تاحال اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا ۔ اور بڑی شدت سے اپنے
موقف پر قائم ہے ۔ لیکن آنے والے برسوں میں اس میں بھی بدلاؤ آنے
کا امکان ہے۔ کیونکہ پاکستان کے قریب ترین اتحادی چین کے اسرائیل
کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔
یہ اسرائیلی سفارت کاری کی جیت ہے کہ صیہو نی کھل کر کہنا
شروع ہو گئے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مقدس مقام قبہ الصخرا کو
منہدم کرکے وہاں تیسرا مندر یا ہیکل تعمیر کریں گے
زیہوٹ پارٹی کے سربراہ ، موشے فیگلن نے سن 2019 میں تل ابیب
میں ایک کانفرنس کے دوران اعلان کیا کہ وہ ایک یا دو سال میں
نہیں بلکہ تیسرا مندر فورا تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح کے
بیانات یہودی علما کی جانب سے بھی آئے ۔ لیکن ان بیانات پر نہ صرف
عالمی برادری خاموش ہے۔ بلکہ مسلم دنیا میں میں بھی مکمل
سکوت طاری ہے۔
عالم اسلام کے اسکالر ، ڈاکٹر اسرار احمدنے کئی دہائیاں پہلے پیشن
گوئی کردی تھی کہ یہودی مسجد اقصیٰ کے مقام پر ایک مندر تعمیر
کریں گے۔ وہ وہاں اپنی مذہبی پیش گوئیوں کے مطابق تخت داود بھی
رکھیں گے اور اس ریاست میں دنیا بھر سے یہودیوں کو بلا کر آباد کیا
جائے گا۔ مسلمانوں کی قدیم تحریروں قرآن اور حدیث میں قرب
قیامت کی نشانیوں کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔قیامت کے نزدیک مسلمان
انتہائی مشکل حالات میں ہوں گے ۔
ایک حدیث کے مطابق اس وقت خراسان سے ایک لشکر نکلے گا جس
نے کالے جھنڈے اٹھائے ہوئے ہوں گے وہ مہدی کو اپنا سردار منتخب
کریں گے۔ اور فاتح ہوں گے ۔محمد نے اپنے پیروکاروں کو اس لشکر
میں شامل ہونے کی تاکید کی ہے کہ اگر انہیں برف پر گھسٹ کر بھی
جانا پڑے تو اس فوج میں شامل ہوں
مہدی محمد کی دختر فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے ان کا دور
حکمرانی سات سے نو سال کے درمیان ہوگا اس وقت زمین کی
پیداوار کئی گنا بڑھ جائے گی۔بارشیں ہونگی ۔اور ہر طرف دولت کی
فراوانی ہوگی۔ پھرمشرق میں خراسان کی سرزمین سے دجال کا
ظہور ہوگا۔

دجال ایک آنکھ سے اندھا ہوگا ۔ اس کے ماتھے پر کفر کا لفظ لکھا ہوگا جسے نیک لوگ پڑھ پائیں گے۔ وہ بہت تیزرفتاری کے ساتھ سفر کرے گا ۔ اسکی دولت اور مافوق الفطرت قوت کی وجہ اکثر لوگ دھوکے کھاجائیں گے یا بہک جائیں گے اور واحدانیت یا ایک خدا پر یقین سے منحرف ہوجائیں گے۔ دجال کی فوج یہودیوں ، پارسیوں ، ترکوں اور عرب بدووں پر مشتمل ہوگی۔[245]

اس وقت ، عیسی کا آسمان سے نزول ہوگا اور وہ دجال کے خلاف آخری جنگ کی قیادت کریں گے ۔ دجال یروشلم کی طرف فرار ہو جائے گا لیکن عیسیٰ اسے فلسطین کےدروازے پر قتل کریں گے۔ عیسی کی فوج دجال کے پیروکاروں کو چن چن کر قتل کرے گی۔ اس وقت یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے۔ ہر درخت اور پتھر بولیں گے کہ ایک یہودی اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے ، سوائےغرقد کے درخت کے ، جو خاموش رہے گا۔ دجال کے خاتمے کے بعد عیسیٰ زمین پر عدل و انصاف قائم کریں گے۔

ایک اور حدیث کے مطابق دجال مکہ پر حملہ کرے گا لیکن احد کے مقام سے آگے نہ بڑھ پائے گا ، اسکا رخ شام کی جانب ہو جائے گا جہاں اس کا خاتمہ ہوگا ۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق خراسان جدید افغانستان اور پاکستان کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے ۔ اور یہیں سے وہ فوج نکلے گی جو فاتح ہوگی۔ اوپر درج احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کی فوج یا اسکا کچھ حصہ خراسان سے نکلے گا ۔ جب کہ دجال کا ظہور بھی خراسان سے ہی ہوگا۔عام مسلمان کو ان احادیث کے بارے میں پتہ ہو یا نہیں لیکن اسرائیلی مسلمانوں کی پیشن گوئیوں کو بہت سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اسرائیل نے پورے ملک میں غرقد کے درخت لگا دئیے ہیں ۔اسرائیلی حکومت کے ادارے جیوش نیشنل فنڈ کے سربراہ کا بیان سوشل میڈیا پر موضوع سخن بنا رہا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ پورے اسرائیل میں غرقد کا پودا لگادیں گے ، جو اسرائیلیوں کو دھوکہ نہیں دے گا ،اس بیان کی تصدیق یا تردید نہیں ہو سکی۔این میری اولیور اور پال اسٹین برگ نے اپنی کتاب دی روڈ ٹو مرٹائر سکوائر میں لکھا ہے کہ فلسطینیوں بتاتے ہیں کہ اسرائیلیوں نے اپنی بستیوں کے گرد غرقد کے درخت لگادئے ہیں۔[246]
مصنفین لکھتے ہیں کہ غرقد کا بیکار اور بے پھل پودا اسرائیل اور مسلم تنازعے میں ایک اہم موضوع بن گیا ہے، اولیور اور اسٹین برگ کے مطابق فلسطینیوں کا ماننا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے

[245](Stowasser, Barbara Freyer)
[246](Anne Marie Oliver, Paul F. Steinberg page 22)

مابین حتمی جنگ جعفا کے دروازے کے قریب ہوگی۔ مسلم اور
اسرائیلیوں میں غرقد کی وجہ سے ہونے والے تنازعے سے لگتا ہے کہ
مسلمان جسے مسیحا کہتے ہیں وہ دراصل یہودیوں کے دجال ہیں

حرف آخر

خدا نے اولاد ابراہیم سے عہد لیا تھا کہ وہ صرف خدا کی عبادت کریں اور
پوری دلجمعی کے ساتھ اسکے احکامات پر عمل پیرا ہوں۔ مگر نسل براہیمی
یہ وعدہ نہیں نبھا سکی۔
خدا نےقوم بنی اسرائیل کو مصریوں کے ظلم و ستم سے نجات دلوائی تو انہوں
نے بچھڑا معبود بنا لیا ۔ پھرموسی سے کھانے اور پانی کے لئے الجھنے لگے ۔ خدا
نے کنعانیوں سے لڑنے کا کہا تو آسمان سے نازل ہونے والا من و سلوی کھا کر
بھی ، خدا کی مسلسل مدد دیکھ کر بھی لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے ۔ کنعان میں
بسے تو بت پرستی میں پڑ گئے ۔ دین کو فرقوں میں تقسیم کردیا ۔پہلے سلیمان
کی عالی شان ریاست کو اسرائیل اور جوداہ میں منقسم کیا ۔[247]پھر دوسرے
ٹیمپل کے بعد تو تقسیم در تقسیم ہوتے گئے ۔ یہودی، کرائیٹ ، سبیشن ،
فرینکس ، متنادم ، اور کئی اور فرقوں میں بٹ گئے ۔ آج تقلید پسند،
(آرتھوڈوکس) قدامت پسند، ماڈرن، اصلاحی ، اور دوسرے کتنے ہیں ، یہودی کم
ہیں ۔عیسائی دنیا کو دیکھیں تو پہلے انہوں نے موسی کو خدا کا بیٹا بنا یااور
پھرمشرق مغرب کی تقسیم کے بعد تو مذہب کو سیاست کا آلہ کار بنا لیا ۔چرچ
کے زیرنگرانی لڑی جانے والی صلیبی جنگیں ہوں برطانوی امپیریل ازم ہو یا پھر
دہشت گردی کے خلاف حالیہ جنگ ،کیا ان کا مقصد خدا کی خوش نودی تھا، کیا
یہ وحدانیت کے لئے لڑی گئیں یا ان کے پیچھے سیاسی عزائم تھے۔مسلمانوں کو
دیکھیں تو خلیفہ عمر کی وفات کے بعدسے شورش سے ہی شورش نظر آتی ہے
سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کے نام پر اتنے تجربات کئے گئے کہ آج شیعہ ہیں
سننی ہیں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث ہیں ۔مسلمان یا اسلام کہیں نہیں ہے۔
وحدانیت کہیں نہیں ہے۔ ہر فرقہ کہتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دوسرا کافر ہے
(یہاں احمدی یا بہائی مذہب کی بات نہیں ہورہی جنہیں اسلامی دنیا غیر
مسلم قرار دے چکی ہے) ۔ یہودی اور عیسائی معاشروں کے مقابلے میں
مسلمانوں کے ہاں وحدانیت کی جھلک تو نظر آتی ہے لیکن اخلاقی طور یہ زیادہ
زبوں حالی کا شکار ہیں۔خدا اور رسول سے محبت کا زبانی دعوی تو ہر
مسلمان کرتا ہے ۔لیکن محمد کی اسوہ حسنہ پر خالص ہوکرچلنے والے کم ہی
ہوں گے۔عملی لحاظ سے تینوں قوموں میں سے کوئی بھی پوری دلجمعی کے
ساتھ خدا کے احکامات پر عمل پیرا نہیں۔ دوسری جانب خدا نے اپنا عہد پورا
کیا، دین ابراہیمی کو دوسرے تمام مذاہب پر غالب کردیا ۔ خدا نے یہودیوں کو

[247](1Kings12)

ایک عالی شان سلطنت عطا کی ہے جو داود اور سلیمان کے دور میں عروج پر پہنچ گئی۔ مگر پھر وہ بت پرستی اور دنیا میں مگن ہوگئے اور زوال کا شکار ہوگئے۔ انہیں تصحیح کا وقت دیا گیا ۔لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ پھر عیسائی دنیا پر چھا گئے ۔لیکن انہوں نے بھی دین کو دنیاوی ترقی کا زینہ بنا لیا ۔فرقوں میں بٹ گئے ۔بادشاہوں اور کلیسا میں اختیارات کی جنگ چھڑ گئی ۔ مذہب پر سیاست کرنے لگے، تو وہ بھی زوال پذیر ہوگئے ۔ پھر خدا نے مسلمانوں کو طاقت دی ۔ وہ بھی دنیا پر چھا گئے ، لیکن پھر جب وہ دولت کو پوجنے لگے ، اور خدا پر یقین کی بجائے دنیاوی تدبیروں آپس کی لڑائیوں اور سیاسی فرقہ واریت میں پڑ گئے تو دیکھتے دیکھتے ہی ذلت کی پستیوں میں گر گئے ۔نسل ابراہیمی کی تمام تر دینی اور اخلاقی تنزلی کے باوجودخدا نے ابراہیم کی نسل بڑھانے کا وعدہ پھر بھی پورا کیا ۔ آج عیسائیت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے ۔ دوسرے نمبر پر اسلام ہے۔ لیکن اکثریتی قوموں کی فہرست میں یہودی کہیں نہیں ہیں تینوں مذاہب میں سب سے زیادہ زوال انہی پر آیا ہے ۔ وہ ایک عظیم قوم سے ایک معمولی اقلیت میں تبدیل ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہودیوں کو علم و ہنر ،فراست ، کاروباری حکمت بنی اسرائیل کی نبیوں سے ورثہ میں ملی تھی۔ وہ مالی معاملات میں نہائت اعلی سوجھ بوجھ کے حامل رہے ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہزاروں سالوں سے دنیا بھر میں معتوب ہیں ۔شائد اس لئے کہ خدا نے سب سے زیادہ عنائتیں انہی پر کیں ۔ اور انہوں نے ہی سب سے زیادہ سرکشی دکھائی ۔

بظاہر یہی لگتا ہے کہ خدا کا ایک ہی مطالبہ تھا جو اولاد ابراہیمی سے پورا نہ ہوسکا لیکن غور کیا جائے تو یہ اتنا آسان نہیں ۔ خدا چاہتا ہے کہ انسان اس کی رضا پر راضی ہوجائے ۔ جبکہ انسان چاہتا ہے کہ دنیا اس کی رضا پر ڈھل جائے۔انسان کی جبلت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی فوری تکمیل چاہتا ہے۔ اگر اس کی خواہش پوری نہ ہو تو وہ دوسرے ذرائع ڈھونڈتا ہے ۔ بت تراشتا ہے ، عاملوں کے پاس جاتا ہے، یا پھر جائز ناجائز ذرائع سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے ۔اب ہر کسی میں ابراہیم جتنی برداشت تو نہیں کہ پچاسی سال اولاد کی دعا کرتا رہے مگر مایوس نہ ہو ۔ لیکن ضروری نہیں کہ دین میں کی جانے والی تمام ترامیم کسی فائدہ یا لالچ کے تحت ہی کی گئی ہوں ہو سکتا ہے کہ زمانہ قدیم میں نبیوں کو خدا کا بیٹا ان کی عزت افزائی کے لئے بنایا گیا ہو لوگوں کو مذہب کی جانب راغب کرنے کے لئے ہی کہانیاں گھڑی گئی ہوں۔دوسری قوموں سے افضل ہونے کا دعوٰی بھی شائد اسی لئے کیا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ مذہبی پیشواوں نے یہودیوں کو منتخب کردہ قوم کے طور پر برانڈ بھی اسے جذبہ سے کیا ہو ۔ ہو سکتا ہے عیسائیوں نے لوگوں کو اپنے دین کی جانب راغب کرنے کے لئے یا محض اپنے نبی کی محبت میں انہیں خدا کا بیٹا بنادیا ہو۔ہو سکتا ہے دوسروں سے افضل اور منفرد نظر آنے کی خواہش میں مسلمانوں نے بھی اپنے اکابرین کو افضل ثابت کرنے کی ایسی ہی کوششیں کی ہوں ۔ہو سکتا ہے کہ مذہبی پیشواوں کو خدا کی عظمت کا ادراک ہی نہ ہو ، تاریخ اور جغرافیہ کا علم نہ ہو، سائنس نہ جانتے ہوں ، اور اپنی جہالت میں اپنی قوم یا اپنے نبی کو وجہ تخلیق کائنات مانتے ہوں ۔یا اس بات کا پرچار

کرتے ہوں کہ محض انکا کلمہ پڑھ لینے سے جنت واجب ہوجائے گی۔ مقدس
صحیفہ بتاتے ہیں کہ ابراہیم کا خدا نسل کی بجائے عمل مانگتا ہے۔خدا کسی
ایک نسل کے اعمال کا بدلہ اگلی ہی نسل میں دےکر حساب چکتا کر دیتا ہے۔
کنعان میں داخلے پر پابندی ایک نسل کے لئے تھی ۔ اسی طرح داود کی فرماں
برداری پر سلیمان کو عالی شان سلطنت عطا کی گئی لیکن ان کی لغزش پر
انکے بیٹے کے دور میں یہ تقسیم ہوگئی۔
یہ درست ہے کہ یہودیوں نے گزشتہ اسی، نوے سالوں میں بہت محنت کی ہے ۔
آج وہ ترقی میں بیشتر مسلم ملک سے آگے ہیں ۔ اگر انکی یہی رفتار رہی تو
شائد وہ دوسری مسلمان ریاستوں یا کئی عیسائی ممالک کو بھی پیچھے
چھوڑجائیں ۔ لیکن اپنی مختصر آبادی کی وجہ سے پھر بھی وہ اقلیت ہی رہیں
گے۔ یہودیوں کا ماضی دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ فلسطینیوں کی زمین پر قابض
ہوکر، اور تیسرا مندر بناکے وہ عظیم ریاست اسرائیل کا خواب شرمندہ تعبیر
کرنا چاہتے ہیں۔تاریخ میں ہمیں دو مثالیں ملتی ہیں ۔ ایک، جب انہوں نے
کنعان میں داخلے پر خدائی پابندی کے خلاف سرکشی کی ، کسی بھی طور
کنعان حاصل کرنے کے لئے قبائیل پر حملہ کردیا اور منہ کی کھائی۔اور دوسرا
جب انہوں نے موسی کی رحلت کے بعد ، خدا کے ایماء پر اس کے ایک برگزیدہ
بندے کی قیادت میں کنعان پر حملہ کیا ۔ یہودیوں کی گریٹر اسرائیل کی
خواہش ، کنعان کو کسی بھی طور حاصل کرنے کی جستجو معلوم ہوتی ہے ۔
اسوقت تو انہیں شکست ہوئی تھی۔ لیکن آج اسرائیلی زیادہ مضبوط ہیں
انہوں نے اپنا ہوم ورک بہتر طور پر کیا ہوا ہے۔ پھر انکے مخالفین بھی کمزور
ہیں، اسلامی دنیا اخلاقی اور مذہبی زبوں حالی کا شکار ہیں ۔وحدانیت کہیں
نہیں ہے ۔ اور وہ جدیدیت کے نام پر لادینیت کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں ۔
مسلم ریاستوں کا تمام نظام سود پر چل رہا ہے۔ انکی معییشت یہودیوں کے
پاس گروی پڑی ہے ، اور وہ تمام کام بڑے فخر سے کرتے ہیں جنہیں خدا نے قرآن
میں منع کیا ہے۔
تاریخ بتاتی ہے کہ یہودیوں نے خود کو اعلی و ارفع اور اسماعیل کو کمتر ثابت
کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ چودہ سو سال خود کو برتر ثابت کرنے کی
جدوجہد کے بعد آج مسلمانوں سے دوستی کی خواہش کے پیچھے کئی وجوہات
ہیں ۔ وہ مسلم دنیا سے تعلقات قائم کرکے اس کی منڈیوں تک رسائی توچاہتے
ہی ہیں ۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر وہ یہ چاہتے ہیں کہ جب وہ تیسرا مندر
تعمیر کریں تو مسلم دنیا سے ردعمل نہ آئے ۔ وہ مزید فلسطینیوں کو بے دخل
کریں تو کوئی غیرت میں آکے ان پر حملہ نہ کردے۔
دنیا کے ہر مذہب میں قرب قیامت کے حوالے سے روایات موجود ہیں ۔ اگر ہم
قرب قیامت کی روایات کو درست مان لیں ۔ تسلیم کرلیں کہ قیامت ہوگی اور
اس سے پہلے ایک مسیحا یا مہدی آئیں گے اور دشمن سے جنگ کریں گے تو سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہودی عیسائی اور مسلم ،تینوں مذاہب ہی وحدانیت
اور اپنے عہد کو بھول چکے ہیں تو پھر مسیحا یا مہدی کی فوج میں کون لوگ
ہوں گے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی بڑی جنگ ہو اور دنیا کی تین بڑی طاقتیں
غیر جانبدار رہیں۔ مقدس صحیفوں کے مطالعہ کی روشنی میں ایسا لگتا ہے

کہ قیامت سے پہلے آخری جنگ کسی مذہب یا قوم کی بنیاد پر نہیں بلکہ
وحدانیت پر لڑی جائے گی ۔ مہدی یا عیسی چاہے ایک ہوں یا علیحدہ علیحدہ
شخصیات ۔ ان کی فوج میں وہ لوگ شامل ہوں گے جو وحدانیت پر قائم ہوں ۔
چاہے انکا مذہب دین ابراہیمی میں سے کچھ بھی ہو۔ انکے مقابل وہ قوتیں ہوں
گی جو لادینیت پر قائم ہوں گی ۔خدا کا شریک ٹہرانے والے۔ دولت کے پجاری۔
سود لینے اور دینے والے ۔ اور اپنے قوت بازو پر نازاں یہ لوگ دجال کی فوج کا
حصہ ہوں گے ۔ اور خود کو حق پر سمجھیں گے
سورہ بقرہ کی آیت نمبر 62 کا مفہوم ہے کہ یہودی نصاریٰ یا صابی جو بھی
اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کئے، تو ان کے لئے
انکے رب کے ہاں اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔
گو کہ اسلامی سکالر وں کے خیال میں اس آیت میں اسلام سے پہلے کی بات
کی گئی ہے ۔ لیکن یہ تو عام فہم بات ہے کہ خدا کے ہر نبی کے امتی جنت
میں جائیں گے۔ محمد کی امت کو یہاں یہ بتانے کا کیا مقصد ہے ۔ اور ایک نہیں
تین مذاہب کا باقاعدہ نام لیا گیا ہے۔یہود و نصاری اور صابی۔ صابئون کے بارے
میں قرآن میں دو مزید مندرجہ زیل آیات ملتی ہیں ۔

"Those who believe (in the Qur'an), those who follow the Jewish (scriptures), and the Sabians, Christians, Magians, and Polytheists,- Allah will judge between them on the Day of Judgment: for Allah is witness of all things".
Quran 22:17 (Yusuf Ali Translation)

"Those who believe (in the Qur'an), those who follow the Jewish (scriptures), and the Sabians and the Christians,- any who believe in Allah and the Last Day, and work righteousness,- on them shall be no fear, nor shall they grieve".
Quran 5:69 (Yusuf Ali Translation)

مغربی مفکرین کے خیال میں قرآن میں صابئون کی تشریح نہیں ہے ۔"
کرسٹوفر بک" اپنی کتاب آئیڈنٹٹی آف صابیان میں کہتے ہیں کہ قرآن میں ان کے
مذہب کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں ۔مسلم مفکرین میں صابئون
کی شناخت کے حوالے سے اختلاف ہے ۔ کوئی انکو آتش پرست کہتا ہے تو کسی
کے خیال میں وہ قدیم یہودی تھے ، اور کسی کے خیال میں انکا کوئی مذہب نہیں
تھا ۔لیکن سب یہ مانتے ہیں کہ وہ کم از کم مسلمان نہیں تھے ۔مسلم تاریخ دان
ابن کثیر کی رائے میں وہ دین فطرت پر تھے۔ درج بالا آیات کا ترجمہ اردو میں
کچھ یوں ہوگا
درج بالا آیات اور مقدس صحیفوں کے مطالعے کی روشنی میں میری یہ رائے
بنی ہے کہ ہر قوم میں ایسے نیک لوگ موجودہوتے ہیں جو اپنے انبیاء کی بتائی
شریعت پر کاربند ہوں یا جو اہل کتاب نہ ہونے کے باوجود خدا اور قیامت پر

ایمان رکھتے ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مسیحا کی فوج میں شامل ہوں گے۔ شائد اسی لئے محمد نے مدینے میں یہودیوں پر مسلمان ہونے کی شرط کیوں نہیں رکھی تھی اوراسی لئے مسلمان اہل کتاب سے شادیاں کرتے ہیں ۔ مسلم دنیا میں ایک حدیث کا بہت حوالہ دیا جاتا ہے۔ "کہ مشرق سے کالے جھنڈے نکلیں گے جب تم انہیں دیکھو، تو انکی بیعت کرو ، چاہے برف پر ہی گھسٹ کر کیوں نہ جانا پڑے ، کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے"۔ اس حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے ۔ اورکچھ اسکو سیاسی مقاصد کے لئے گھڑا گیا مانتے ہیں۔ لیکن اگر اسے درست مان لیا جائے تو شائد محمد نے اپنی امت کو اسی فوج میں شامل ہونے کی تاکید کی ہے ، کہ جاؤ چاہے برف پر گھسٹ کر جانا پڑے۔[248]

خدا کا جو تعارف قرآن کرواتا ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ملتا۔ قرآن میں خدا خود کو کن فیکون کہتا ہے تو تو دوسری طرف انسان کو اپنا نائب بتاتا ہے ۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان بھی کن فیکون کا مقام حاصل کرسکتا ہے ۔

خدا کو کسی نے نہیں دیکھا ۔ مر کر کوئی نہیں بتانے آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ کل کیا ہوگا کسی کو معلوم نہیں ۔ کیا قرب قیامت کی ساری باتیں کسی سیاسی مقصد کے لئے پھیلائی گئی ہیں یا ان کے پیچھے حقیقت بھی ہے کوئی نہیں جانتا۔

لیکن ایک بات بائیبل اور قرآن میں دہرائی گئی ہے۔ خدا کہتا ہے کہ انسان جو بھی تدبیر یا حیلے کرلے ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے۔[249]

Bibliogrpahy

Sahih Muslim 1380، Book 15, Hadith 555. n.d.

Sunan Ibn Majah 4083 Book 36, Hadith 158. n.d.

Sunan Ibn Majah 4083 Book 36, Hadith 158. n.d.

1 Kings Chapter 11:34. n.d.

1 Kings Chapter 3:7-15. n.d.

1Kings12. https://www.biblegateway.com/passage/?search=1Kin12&version=NASB, n.d.

2 Kings Chapter 25:7. n.d.

A.I.Akram. *The Sword of Allah: Khalid Bin Al-Waleed, His Life and Campaigns*. n.d.

Ágoston, Gábor. *Encyclopedia of the Ottoman Empire*. n.d.

—. *Encyclopedia of the Ottoman Empire,*. New York: Infobase, 2009.

Ahmad, Barakat. *Muhammad and the Jews- A reexamination*. New Delhi: Vikas Publishing House, 1979.

—. *Muhammad and the Jews, A re-examination*. n.d.

---

[248](Sunan Ibn Majah 4084, Book 36, Hadith 159)

[249](Quran Al-Anfal 30)

Ahmad, Bashir. *The Ahmadiyya Movement-British-Jewish Connections*. Rawalpindi, Pakistan: S.T Printers, 1994.

Albert Gallatin Mackey, M.D, 33. *The History of Freemasonry*. New York, London: The Masonic History Company, 1898.

Alliance, World's Evangelical. *Evangelical Christendom, Volume 1*. https://books.google.com.pk/books?id=FQUFAAAAQAAJ&pg=PA128&dq=world+evangelical+alliance+freemasons&hl=en&sa=X&ved=2ahUKEwiZ6qrU4rXxAhWOmxQKHf1nAFwQ6AEwAHoECAYQAg#v=onepage&q=world%20evangelical%20alliance%20freemasons&f=false, n.d.

al-Nasā'ī, Abū `Abd ar-Raḥmān Aḥmad ibn Shu`ayb ibn Alī ibn Sīnān. *Sunan an-Nasa'i 5657, Vol. 6, Book 51, Hadith 5660*. n.d.

al-Tabari, victory of Islam Volume 8,. n.d.

Anne Marie Oliver, Paul F. Steinberg. *The Road to Martyrs' Square: A Journey into the World of the Suicide Bomber*. New York: Oxford University Press, 2005.

Anthony, Andrew. *How one book ignited a culture war*. https://www.theguardian.com/books/2009/jan/11/salman-rushdie-satanic-verses, n.d.

Anthony, Mamar Ibn Rāshid_ Sean W. *The Expeditions_ An Early Biography of Muhammad*. New York: NYP, 2014.

Anthony, Sean W. *The Expeditions - English translation of Kitāb al-Maghāzī*. New York: NYP, 2014.

Arnold, Sir Thomas. *The Caliphate*. n.d.

Arnold, Thomas Walker. *The caliphate,*. 1924.

as-Sallabi, Ali Muhammad. *Umar Ibn Al-khattab : His Life and Times Volumes 1*. Islamic Publishing, 2007.

Assembly, United Nations General. *Resolution 181 (II). Future government of Palestine*. https://unispal.un.org/DPA/DPR/unispal.nsf/0/7F0AF2BD897689B785256C330061D253, 29 November 1947.

Barber, Malcolm. *The Trial of the Templars*. Cambridge, 1980.

Bard, Mitchell G. *Tower of Babel*. https://www.jewishvirtuallibrary.org/tower-of-babel, 2021.

Barker, Margaret,. *The Older Testament: The Survival of Themes from the Ancient Royal Cult in Sectarian Judaism and Early Christianity.* London: Sheffield Phoenix, 1988.

Bein, Dr. Alexander. *The Jubilee Of the first Zionist Congress, How the Basle Congress was Convened*. Jerusalem: https://ufdc.ufl.edu/UF00072101/00001/1x, n.d.

Ben-Shammai, Haggai. *The Attitude of Some Early Kara'ites Toward Islam*. Harvard University Press, 1984.

Blunt, Wilfred Scawen. *The Future Of Islam*. London: Kegan Paul, 1882.

Britannica, Encyclopaedia. *Arab-Israeli wars*. https://www.britannica.com/event/Arab-Israeli-wars, n.d.

Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Sahih Bukhari Book 1, Hadith 4*. https://sunnah.com/bukhari:4, n.d.

Campbell, G. A. *The Knights Templars Their Rise And Fall*. London: Chapel River, 1937.

Charanis, Peter. *Review of Emile Janssens' Trébizonde en Colchide, Speculum, Vol. 45, No. 3*. 1970.

Clark, Rev. Robert. *A brief account of Thirty Years of Missionary work of the Church Missionary Society in Punjab and Sindh, 1852-1882,*. Lahore: Albert Press, 1883.
Cross, Frank Leslie. *Great Schism The Oxford Dictionary of the Christian Church*. Oxford, 2005.
Deuteronomy 34:4. n.d.
Dodd, Duncan Campbell and Vikram. *Rushdie knighthood rekindles 18-year-old controversy*. https://www.theguardian.com/uk/2007/jun/19/pakistan.books, n.d.
Doniger, Wendy. *Britannica Encyclopedia Of World Religions*. Singapore: Britannica, 2006.
Donner, Fred M. *The Islamic Conquests,*. n.d.
Drazin, Israel. *Ancient Jews believed in the existence of many gods*. https://booksnthoughts.com/ancient-jews-believed-in-the-existence-of-many-gods/, n.d.
Einbinder, Susan L. *No Place of Rest: Jewish Literature, Expulsion, and the Memory of Medieva France*. Philadelphia: University of Pennsylvania Press, 2009.
Encyclopaedia Britannica. 2006.
Encyclopedia of the Ottoman Empire. n.d.
Encyclopedia of the Ottoman Empire. n.d.
Exodus 2:5. n.d.
Exodus Chapter 14:28. n.d.
Exodus Chapter 16:13. n.d.
Exodus Chapter 17:1-5. n.d.
Exodus Chapter 19:1-2. n.d.
Exodus Chapter 19:16. n.d.
Exodus Chapter 2:11-14. n.d.
Exodus Chapter 2:3-6. n.d.
Exodus Chapter 20 to Chapter 31. n.d.
Exodus Chapter 24:18. n.d.
Exodus Chapter 3:8. n.d.
Exodus Chapter 32:12. n.d.
Exodus Chapter 32:28. n.d.
Exodus Chapter 32:31. n.d.
Exodus Chapter 4:13-14. n.d.
Exodus Chapter 4:3-9. n.d.
Exodus Chapter 5:7. n.d.
Faroqhi, Suraiya. *An Economic and Social History of the Ottoman Empire, Volume 1*. NY: Cambridge https://books.google.com.pk/books?id=Ovg_RQlklU4C&pg=PA326&redir_esc=y#v=onepage&q=sultan%20suleiman&f=false, 1994.
Feintuch, Yossi. *U.S. Policy on Jerusalem*. New York: Greenwood Press, 1987.
Fishbein, Translated by Michael. *The History of al-Tabari The Victory of Islam Volume VIII*. NY: State University of New York Press, 1977.
Frank, Julia Bess. *Moses Maimonides: Rabbi of Medicine*. Connecticut: Yale University School of Medicine, 1980.
Free-Masons, James Anderson A.M. Right Worshipful Fraternity of Accepted. The Constitutions of the Free-Masons (1734). An Online The Constitutions of the Free-Masons. https://digitalcommons.unl.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1028&context=libraryscience, . n.d.

Free-Masons, James Anderson A.M. Right Worshipful Fraternity of Accepted. The Constitutions of the Free-Masons (1734). An Online The Constitutions of the Free-Masons. https://digitalcommons.unl.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1028&context=libraryscience, . n.d.

Friedmann, Yohanan. *THE HISTORY OF AL-TABARE، VOLUME XII*. n.d.

G. Johannes Botterweck, Helmer Ringgren, Heinz-Josef Fabry,. *Theological Dictionary of the Old Testament: Volume V*. Michigan: William B. Eerdmans, 1977.

Gairdner, Rev. W. H. T. *A Study In Missionary Ideals And Methods*. London New York Toronto: Hodder And Stoughton, 1909.

Gazetteer of the Gurdaspur District, Volume XX1 A. . Lahore: Govt Printing Punjab, 1914.

Genesis 11:31. n.d.

Genesis 11:5-8. n.d.

Genesis 3:17. n.d.

Genesis 7:21-24. n.d.

Genesis Chapter 12:1. n.d.

Genesis Chapter 12:10. n.d.

Genesis Chapter 12:11-13. n.d.

Genesis Chapter 12:17. n.d.

Genesis Chapter 16:11. n.d.

Genesis Chapter 16:1-3. n.d.

Genesis Chapter 17:1-2. n.d.

Genesis Chapter 17:20. n.d.

Genesis Chapter 17:20. n.d.

Genesis Chapter 17:25. n.d.

Genesis Chapter 18:20-21 בְּרֵאשִׁית. n.d.

Genesis Chapter 18:23-24. n.d.

Genesis Chapter 19:1. n.d.

Genesis Chapter 19:26. n.d.

Genesis Chapter 19:28. n.d.

Genesis Chapter 19:8. n.d.

Genesis Chapter 20: 7 בְּרֵאשִׁית. n.d.

Genesis Chapter 20:14. n.d.

Genesis Chapter 20:14. n.d.

Genesis Chapter 20:14. n.d.

Genesis Chapter 20:7. n.d.

Genesis Chapter 21:12-13. n.d.

Genesis Chapter 21:17. n.d.

Genesis Chapter 21:21. n.d.

Genesis Chapter 22:11-12. n.d.

Genesis Chapter 24:3. n.d.

Genesis Chapter 24:51. n.d.

Genesis Chapter 25:9. n.d.

Genesis Chapter 27:6-12. n.d.

Genesis Chapter 28:20-22. n.d.

Genesis Chapter 28:9. n.d.

Genesis Chapter 29:25. n.d.

Genesis Chapter 30:37-38. n.d.

Genesis Chapter 32:29. n.d.

Genesis Chapter 32:33. n.d.
Genesis Chapter 41:38-41. n.d.
Genesis Chapter 47:26. n.d.
Genesis Chapter 47:26. n.d.
Gil, Moshe. *A History of Palestine 634-1099*. Cambridge, 1922.
Graham, Major General. *The Life and work of sir Syed Ahmed Khan*. Blackwood,, 1885.
Griswold, H.D. *Mirza Ghulam Ahmad, The Mehdi Messiah of Qadian*. Ludhiana: American Tract Society, 1902.
Guillaume, A. *The Life of Muhammad-Atranslation of Ishaq's Seerat Rasool Allah.* 1965, New York: Oxford.
H. RES. 1249. https://www.govinfo.gov/content/pkg/BILLS-110hres1249ih/pdf/BILLS-110hres1249ih.pdf, 2008.
Haddad, Mohammed. *Palestine and Israel: Mapping an annexation*. https://www.aljazeera.com/news/2020/6/26/palestine-and-israel-mapping-an-annexation, 2020.
Hagger, Nicholas. *The Secret History of the West: The Influence of Secret Organizations*. London: Ropley, 2005.
Hamilton, Victor P. *The Book of Genesis, Chapters 1-17,*. Michigan: William B.E, 1990.
Harland-Jacobs, Jessica L. *Builders of Empire: Freemasons and British Imperialism, 1717-1927*. University of North Carolina Press, 2013.
Harun, Abdus Salaam m. *Sirat Ibn Hisham*. 2000, page20.
Hegemann, Werner. *Napoleon: Or, "Prostration Before the Hero"*. A.A. Knopf, 1931.
Hickel, Jason. How Britain stole $45 trillion from India. https://www.aljazeera.com/opinions/2018/12/19/how-britain-stole-45-trillion-from-india/, 2018. n.d.
Hitti, Philip K. *History of The Arabs*. n.d.
—. *History of The Arabs*. London, 1970.
Hodgson, Marshall G. S. *The Venture of Islam, Volume 3: The Gunpower Empires and Modern Times*. Chicago: University of Chicago Press https://books.google.com.pk/books?id=COOGFSH_jUkC&pg=PA62&redir_esc=y#v=onepage&q&f=false, 1058.
Hoyland. *Seeing Islam as Others saw it*. n.d.
Hoyland, Robert G. *Seeing Islam as Others Saw It-A Survey and Evaluation of Christian, Jewish, and Zoroastirin Writings on Eraly Islam.* 1997.
Hoyland, Robert G. *In God’s Path: The Arab Conquests and the Creation of an Islamic Empire,*. NY : Oxford, 2015.
—. *Seeing Islam as Others Saw It-A Survey and Evaluation of Christian, Jewish, and Zoroastirin Writings on Eraly Islam*. New Jersey: The Darwin Press, 1997.
https://www.1001inventions.com/. n.d.
https://www.jewishvirtuallibrary.org/international-recognition-of-israel. n.d.
https://www.universalfreemasonry.org/en/famous-freemasons/mustafa-ataturk . n.d.
Hunter, W. W. *The Indian Musalmans*. London: Trubner and Co., 1872.
Hunter, W.W. *The Indian Musalman*. London : Trubner and Company, 1872.
—. *The Indian Musalman*. n.d.
Ibn Hisham, Abdus-Salam M Harun . *Sirat Ibn Hisham- Biography of the Prophet*. Cairo: Alfalah, 2002.
Ibn Hisham: Vol. 2. n.d.
ibn-Al-Kalbi, Hisham. *Kitab Al-Asnam, The Book of Idols*. n.d.

International reference guide to space launch systems. Washington: American Institute of Aeronautics and Astronautics, 1991.
J.J.Saunders. *A History of Medieval Islam*. New York: Routledge and Kegan Paul Ltd, 1965.
J.N Farquhar, D.Litt. *The religious life of India*. London : Oxford, 1918.
Kaegi, Walter E. *Byzantium And The Early Islamic Conquests*. Cambridge, NY, Melbourne, Madrid, Cape Town, Singapore, Sao Paulo: Cambridge, 1992.
Kennedy, Paul. *The Rise and Fall of the Great Powers Economic Change and Military Conflict from 1500 to 2000*. NY: Random House, 1987.
Kurzman, Charles. *Modernist Islam*. Auckland Bangkok Buenos Aires Cape Town Chennai Delhi Hong Kong Istanbul Karachi Kolkata: Oxford, 2002.
Lavan, Spencer. *The Ahmadiyah Movement, A History and Perspective*. New Delhi: Manohar, 1974.
Leonhard, Robert. *Visions of Apocalypse*. Maryland: John Hopkins University, 2010,.
Lienhard, John H. *ABBAS IBN FIRNAS*. https://www.uh.edu/engines/epi1910.htm, last seen 2021.
Macpherson, Jay. *The Freemasons, the Temple, and the Lost Ark*. Canadian Society for Eighteenth-Century Studies, 2014.
Madelung, Wilferd. *Hosayn B.ʿali Life And Significance In Shiʿism*. https://web.archive.org/web/20120930053613/http://www.iranicaonline.org/articles/hosayn-b-ali-i, 2004.
Mark 14:53–65, Matthew 26:57–68, Luke 22:63–71, and John 18:12–24. n.d.
Mart, Michelle. *Eye on Israel: How America Came to View the Jewish State as an Ally*. New York: New York State University Press, 2006.
Mereto, Jos.J. *The Socialist Conspiracy Against Religion*. Chicago: Iconoclast, 1919.
Midrash Bereishit Rabbah 38:13. Israel: https://www.sefaria.org/Bereishit_Rabbah.38.13?lang=bi, 500 C.E.
Midrash, Bereishit Rabbah, Chapter 38:13. n.d.
Miller, David M. O. *Brassey's Book of the Crusades*. Brassey's, Incorporated, 2001.
Mills, Charles. *The History of the Crusades for the Recovery and Posession of Holy Land Volume 1*. London: Longman, 1828.
Momen, Moojan. *An Introduction to Shiʻi Islam: The History and Doctrines of Twelver Shiʻism*. Yale University, 1985.
Montgomery, Watt W. *The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca*. n.d.
Moshe, Gil. *The History of Palestine*. n.d.
Muhamamd at Medina. n.d.
Muhammad at Medina. n.d.
Muir, Sir William. *Annals of the Early Caliphate From Orignal Sources*. London: Smith, 1883.
Muir, William. *Life of Mahomet*. London, 1861.
Musnad Ahmad 12 Book 1, Hadith 12. n.d.
Newby, Percy Howard. *Saladin in His Time*. Egypt: Dorset Press, 1992, 1982.
Numbers 12:1-12. n.d.
Numbers 13-14. n.d.
Outline of History. n.d.
Quataert, Donald. *The Ottoman Empire*. New York: Oxford, 2000.
Quran 5:45. n.d.
Quran Al-Anfal 30. https://quranenc.com/ur/browse/urdu_junagarhi/8, n.d.
Ragg, Lonsdale and Laura. *The Gospel of Barnabas.* London: https://www.sacred-texts.com/isl/gbar/gbar070.htm,, 1907.

Riyad as-Salihin 1271, Book 10, Hadith 1. n.d.
Robert G. Hoyland. *Seeing Islam as Others Saw It-A Survey and Evaluation of Christian, Jewish, and Zoroastirin Writings on Eraly Islam*. New Jersey: The Darwin Press,, 1977,.
Robinson, Francis. *Cambridge Illustarted History of Islamic World*. Cambridge University Press, 1996.
Robison, John. *Proofs of a Conspiracy Against All the Religions, Govt of Europe, Freemasons, Illuminati and Reading Redaing and Societies*. Philadelphia, https://www.gutenberg.org/files/47605/47605-h/47605-h.htm: T. Dobson, 1798.
Rosenberg, David. *Israel's Technology Economy: Origins and Impact*. Cham, Switzerland: Palgrave Macmillan, 2018.
Sahih al-Bukhari 1520, Vol. 2, Book 26, Hadith 595. n.d.
Sahih al-Bukhari 3092, 3093 Vol. 4, Book 53, Hadith 325. n.d.
Sahih al-Bukhari 3092, 3093 Vol. 4, Book 53, Hadith 325. n.d.
Sahih al-Bukhari 3329, Vol. 4, Book 55, Hadith 546. n.d.
Sahih al-Bukhari 3392 Book 60, Hadith 66. n.d.
Sahih al-Bukhari 3395, 3396. n.d.
Sahih al-Bukhari 3432, Vol. 4, Book 55, Hadith 642. n.d.
Sahih al-Bukhari 3757 Vol. 5, Book 57, Hadith 102. n.d.
Sahih al-Bukhari 4260 Vol. 5, Book 59, Hadith 560. n.d.
Sahih al-Bukhari 4266,Vol. 5, Book 59, Hadith 56. n.d.
Sahih al-Bukhari 4953 : Book 65, Hadith 475. n.d.
Sahih al-Bukhari 7236 Vol. 9, Book 90, Hadith 342. n.d.
Sahih al-Bukhari 7517, Vol. 9, Book 93, Hadith 608. n.d.
Sahih al-Bukhari Book 1, Hadith 2. n.d.
Sahih Bukhari, Vol. 1, Book 1, Hadith 5. n.d.
Sahih Muslim 16b, Book 1, Hadith 19. n.d.
Sahih Muslim 2435 Book 44, Hadith 108. n.d.
Sahih Muslim 2922 Book 54, Hadith 103. n.d.
Segal, Eliezer. *Introducing Judaism*. Taylor & Francis , https://books.google.com.pk/books?id=864RAQAAIAAJ&q=messianic+age+jewish+classic+will+start&dq=messianic+age+jewish+classic+will+start&hl=en&sa=X&ved=2ahUKEwiM8fzf6rXxAhW7ShUIHa2W, 2008.
Stowasser, Barbara Freyer. *The End is Near:Minor and Major Signs of the Hour in Islamic Texts and Contexts*. MacMillan Center for International and Area Studies, 2002.
Sunan Abi Dawud 4284, Book 38, Hadith 6. n.d.
Sunan Abi Dawud 4344, Book 38, Hadith 4330. n.d.
Sunan Ibn Majah 4082 Book 36, Hadith 157. n.d.
Sunan Ibn Majah 4083 Book 36, Hadith 158. n.d.
Sunan Ibn Majah 4084, Book 36, Hadith 159. n.d.
Tagore, Rabindranath. *India In Bondage*. Lewis Copeland, 1929.
Tapper, Richard. *Frontier Nomads of Iran: A Political and Social History of the Shahsevan*. London: Cambridge University Press https://books.google.com.pk/books?id=uAzGTtWlp7gC&pg=PA35&source=gbs_toc_r&cad=4#v=onepage&q&f=false, 1997.
The Ahmadiyya Movement-British-Jewish Connections. n.d.

The Battles of the Prophet. n.d.
The Expeditions -An Early Biography of Muḥammad by Maʿmar ibn Rāshid. 2000, Page 7.
The Gazette of India, 1891-92. Lahore : Civil and Military Gazette Press, 1892.
The Gazette of India, 1914. Lahore: Govt. Printing Press, 1915.
The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids. n.d.
The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids. n.d.
The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids, Volume VIII. n.d.
The Historians' History of the World, Volume VIII, Parthians, Sassanids, and Arabs. page 115.
The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs. n.d.
The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs. n.d.
The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs. n.d.
The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs. n.d.
The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs. n.d.
The History of Al-Tabari Muhammad at Mecca. n.d.
The History of al-Tabari The Victory of Islam Volume VIII,. n.d.
The History of al-Tabari The Victory of Islam Volume VIII,. n.d.
The History Of Al-Tabari Volume Vii. n.d.
The History Of Al-Tabari Volume Vii The Foundation Of The Community,. n.d.
The History of al-Tabari Volume X, The Conquest of Arabia. n.d.
The History of al-Tabari Volume XII The Battle of al-Qadisiyyah and the Conquest of Syria and Palestine. n.d.
The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca Volume VI,. n.d.
The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca Volume VI,. n.d.
The History of al-tabari, Muhammad at Mecca, Volume VI, (Ta'rikh al-rusul wa 'l-muluk). page 80.
The History of al-Tabari, Victory of Islam, VOLUME VIII. n.d.
The History of al-Tabari, Victory of Islam, VOLUME VIII. n.d.
The History of al-Tabari, Volume X, The Conquest of Arabia. n.d.
The History Of Jacobinism, A Translation From The French Of The Abbe Barruel. New York: Hudson & Goodwin, 1799.
The Life of Muhamamd translation of Ishaq's Sirat Rasol Allah. n.d.
The Life of Muhammad, A Translation of Ishaq's Sirat Rasol Allah. n.d.
The Life of Muhammad, A Translation of Sirat Rasul Allah by Ibn Ishaq. page 184.
The Life of Muhammad: A Translation of Ibn Ishaq's Sirat Rasul Allah. n.d.
The Life of Muhammad_ A Translation of Sirat Rasul Allah by Ibn Ishaq. n.d.
The Rise and Fall of the Great Powers Economic Change and Military Conflict from 1500 to 2000. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
TheHistory of al-Tabari, Muhammad at Mecca. n.d.
Translated by Gautier H. A.Juynboll. *The History of aL-Tabari, Volume XIII,*. n.d.
Travis, Reuven. *From Job to the Shoah: A Story of Dust and Ashes.* Oregon: Wipf and Stock,, 2014.
Trifonov, V. *The Bible and geology: destruction of Sodom and Gomorrah*. London: Geological Society, 2007.

Turkey and Iran: Limits of a Stable Relationship, British Journal of Middle Eastern Studies volume 25. 1998.
Umar Ibn al-Khattab, his Life and Times Volume 1,. n.d.
Umar ibn al-Khattab, His life and Times Volume 2,. n.d.
Vivian B, Cohen, Richard I. *The Last of the Court Jews – Mayer Amschel Rothschild and His Sons". In Mann, Vivian B.; Cohen, From Court Jews to the Rothschilds: Art, Patronage, and Power 1600–1800.* New York: Prestel, n.d.
Watt. *Muhammad at Madina*. London, 1955.
—. *Muhammad at Madina*. n.d.
—. *Muhammad at Madina*. n.d.
—. *Muhammad at Madina*. n.d.
—. *Muhammad at Madina*. n.d.
—. *Muhammad at Madina*. n.d.
—. *Muhammad At Medina*. n.d.
Watt, Montgomery. *Muhammad at Medina*. London: Oxford, 1956.
—. *Muhammad at Medina*. London: Oxford University Press, 1956,.
Watt, W. Montgomery. *The History of al-Tabari (Ta'rikh al-rusul wa'l-muluk) vol 6,*. New York: NYP, 1988, page 71.
—. *The History of al-Tabari, Muhammad at Mecca Volume VI,*. New York: NYPress, 1988.
Wellhausen, J. *The Arab Kingdom and Its Fall,*. Calcutta: University of Calcutta, 1927.
Wells, H. G. *Outline of History*. New York: Garden City, 1920.
Williams, Henry Smith. *The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids, Volume VIII*. 1908, page 8.
—. *The Historians ' History of the World: Parthians, Sassanids. Vol. VIII.* . 1908.
Williams, Henry Smith. *The Historians History of the World: Parthians, Sassanids, and Arabs*. https://archive.org/details/ParthiansSassanidsAndArabs Hooper& Jackson, 1907.
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود،. *الوصیت*. امرتسر، انڈیا: Islam International Publications Ltd, 1905.
قادیانی, مرزا غلام احمد. *روحانی خزائن، جلد 16*. n.d.
مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی،. *روحانی خزائن جلد 6 شہادۃ القرآن*. یوکے: © Islam International Publications Limited, 1984.